اَدّھیاتُم رامائن

گُورُو نارائن

ہندوستانی ایکیڈمی
اُتّر پردیش - الہ آباد
سنہ ۱۹۵۸ء

ہندوستانی ایکیڈمی
اُتّر پردیش

بار اوّل ۵۰۰

اسرار کریمی پریس
الہ آباد

فہرست مضامین

سبب اشاعت ادّھیاتم راماین منظوم

رام بموجب عقیدۂ اہل ہنود "مریاداپُرشوتّم" یعنی ہر فرد بشر کے لئے معیار زندگی قائم کرنے والے اشرف الاناس مانے جاتے ہیں۔ راماین سے مُراد رام کے کارنامے ہیں جن کی تقلید ہر شخص کے افرادی جماعتی اور روحانی ترقی اور تکمیل کا باعث ہو سکتی ہے۔ اس راماین کے ساتھ لفظ ادّھیاتم جوڑ کر اس رام چرتر کو خاص طور سے روحانی جامہ پہناتے ہوئے عرفان یعنی آتم گیان کی روشنی میں جو کتاب رام کے چرتروں کو پیش کرتی ہے وہ سنسکرت میں ادّھیاتم راماین کے نام سے موسوم ہے۔ والمیکی راماین کے باوجود اس راماین کا مقصد تصنیف بجنسہٖ وہی تھا جو مہابھارت کی موجودگی میں بھگوان شری کرشن جی کی عارفانہ بیان زندگی موسومہ "شریمد بھاگوت" کا تھا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ شریمد بھاگوت شری کرشن کو راز دانوں کا معمّہ بنا کر اُن کے کارنامے بڑی طوالت کے ساتھ پیش کرتی ہے جب کہ ادّھیاتم راماین ہر کس و ناکس کے لئے قابل تقلید رام کی سوانح عمری کو اُسی روشنی میں بہت اختصار سے رکھتی ہے۔ ایسی نایاب نعمت کو، جو کہ اب تک صرف سنسکرت اور ہندی یا انگریزی کے ترجموں میں ہی وجود رکھتی تھی اور اردو داں اصحاب کے لئے نیست تھی ہستی میں لا کر شری گُورُو نارائن جی نے نہ صرف اپنی زبان و فہم و فراست کو پاک کیا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے مستفید ہونے کا راستہ دکھلا دیا ہے۔ ناظم موصوف نے گیان ویراگ، اور بھگتی کی وضاحت نہ صرف اصل کتاب کی حد تک محدود رکھی ہے بلکہ خصوصاً بھگتی یعنی عشق حقیقی کی جو کہ روح کی معراج کا آسان ترین طریقہ بتلایا گیا ہے تشریح مزید کی ہے۔ علاوہ اس کے کچھ مضامین مثلاً برشارِت کا برنن۔ انگد راون سمواد دوسری کتابوں سے لیکر نظم کر دیئے گئے ہیں۔

اس راماین کے دو باب (۱) رام ہردے اور (۲) رام گیتا ساری کتاب کے مضامین میں خاص اہمیت رکھتے ہیں جن کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینے پر انسان گردشات زمانہ اور تناسخ سے نجات پا سکتا ہے۔ رام کا نام ہی اس زمانہ میں بحر ہستی سے پار کرنے والا جہاز ہے اور اس کا ورد ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہوئے ناظم موصوف نے حسب مصرع شان نزول "رام کا نام ہے اس بحر میں اک کشتیٔ نور"

اپنے ہر مسدس میں ر۔ا۔م کو کہیں نہ کہیں سلسلہ وار رکھ دیا ہے۔ نظم کی روانی، تسلسل اور دلچسپی رحمت ایزدی اور ناظم کے استقلال پسندیدگی اور خوش طبعی کے ثبوت ہیں۔

اس کتاب کا درس ہر شخص کے لئے بلا لحاظ قوم و ملت پاکیزہ زندگی اور مسرت دائمی کا بخشنے والا ثابت ہوگا۔

ایسے اونچے پایہ کی پاکیزہ کتاب شائع کر کے ہندوستانی ایکیڈمی کے ممبران کا یہ خیال ہے کہ اس سے ہم نے ملک اور زبان کی صحیح خدمت کی ہے اور لٹریری دنیا اس کو پسند کرے گی کیونکہ

کم کسی طور ارم سے یہ گلستاں نہیں
اسمیں گلگشت سے جو خوش نہ ہو انساں نہیں

پبلشر
ہندوستانی ایکیڈمی
اُتّر پردیش۔ الہ آباد

ہے گنجِ معرفت مشہور جو ادّھیاتم رامائن
ہے گوُرنارائن اُس کا ناظمِ معروف نارائن

شری ہنومتے نمہ　　شری رام چندر آئے نمہ　　شری ہنومتے نمہ

بندنا

دوہا

بندوں گنپتی سُکھ سدن سدگُن کھانی سُجان
جا کے سُمرت مِلت سب سِدّھی بُدّھی بل گیان
کرہو کرپا پربھو موہیں پر گرجا پتی بھگوان
پُروَہو مَم من کامنا ہر ہو موہ اگیان

آج کچھ وصفِ شری رام رقم کرتا ہوں　　فکرِ گلگشتِ خیابانِ ارم کرتا ہوں
مایۂ عشرتِ جاوید بہم کرتا ہوں　　نظم اُس برہمہ کے اعجازِ کرم کرتا ہوں

سارے سنسار میں ہے جسکا سہارا سب کو
(۱)
سب جسے کہتے ہیں اپنا ہے جو پیارا سب کو

ہے اُسی کی چمنِ دہر میں ہرجا مایا　　اُس کی رحمت سے کہیں دھوپ کہیں ہے سایا
مجھ پر اے رام دیا دھام تواب کر دایا　　گیان دے جس سے ہو بھکتی کا بہم سرمایا

کلکِ بیتاب کو دے تابِ روانی یارب
(۲)
عقلِ نادار کو دے گنجِ معانی یارب

वन्दना

दो०—वन्दउं गणपति सुख-सदन, सद्गुण खानि सुजान।
जाके सुमिरत मिलत सब, सिद्धि बुद्धि बल ज्ञान॥
करहु कृपा प्रभु मोहिं पर, गिरिजापति भगवान।
पुरवहु मम मन-कामना, हरहु मोह अज्ञान॥

قہر و رحمت سے تری اے شہِ افلاک و زمیں — کوئی دنیا میں گدا گر ہے کوئی تخت نشیں
آس ہے ایک تری ہی مجھے اے رہبرِ دیں — جُز ترے اور کسی سے کوئی اُمید نہیں
وہ کرم کر کہ نہ باقی کوئی اب فکر رہے
(۳)
یاد ہو دل میں تری لب پہ ترا ذکر رہے

ساری دنیا کو مصیبت سے بچایا تو نے — ظلم کا راج زمانہ سے مٹایا تو نے
کام بھکتوں کا بہر طور بنایا تو نے — پار سنسار سے لاکھوں کو لگایا تو نے
شارَدا اور شیش[1] سدا تیری ثنا کرتے ہیں
(۴)
دم کرم کا ترے بِدھِ[2] شمبھو ہَری بھرتے ہیں

تیری توصیف ہو طاقت یہ بھلا مجھ میں کہاں — سرنگوں کلک کی ہے شرم سے خاموش زباں
وہ کرم کر کہ ہو پُر گوہرِ مقصد سے دہاں — صورتِ موج دُر افشاں ہو مری طبع رواں
تیری بھکتی اثر اپنا یہ دکھائے مجھ کو
(۵)
جس طرف جائے نظر تُو نظر آئے مجھ کو

جے شری جانکی جی جان کی پالن کرنی — تیری پدرینو[3] ہے بھو سِندھُ اگم کو ترنی
تیرے ہی فیض سے گلزار ہے ساری دھرنی — تو پرم شکتی ہے جگ جننی ہے پاتک ہرنی
اب دیا کر دل و جاں کو مرے پاوَن کر دے
(۶)
کاسۂ حسرتِ دیدار کو لب تک بھر دے

جے پَوَن پُوت مہابیر کی جے جے ہنومان — جے چھما شیل دیا سِندھُ کرپا تیج نِدھان
داس دُکھ دوش ہرن دَیت بِناشن بلوان — گیان نِدھ گُن کے بھَوَن سُکھ کے سدن بِدھ مہان[4]
شارَدا میری زباں میں وہ اثر آ جائے
(۷)
جس سے ہر شاخِ تمنّا میں ثمر آ جائے

جے شری شمبھو اُما بھکت کو سُکھ کے کرتا — جے شری شمبھو اُما دھرم دُھری کے دھرتا
جے شری شمبھو اُما چندر کی چھب کے ہرتا — جے شری شمبھو اُما موہ کٹک[5] سنگھرتا
دو شری شیل سُتا کنت یہ بردان مجھے
(۸)
آخری وقت بس اک رام کا ہو دھیان مجھے

[1] शेष
[2] विधि
[3] पदरेणु
[4] महान
[5] कटक

دیوتا جتنے ہیں کرتا ہوں میں اُن سب کو پرنام[1] ہو نظر لطف کی مرغوب ہو جس سے یہ کلام
عقل و دانش کا نہیں کچھ بھی سہارا نہ قیام اس لئے سب سے یہ ہے عرض کہ ہو نیل مرام
گیانیوں سے ہے دعا گیان سے بھر دیں مجھ کو
(۹) عرض بھکتوں سے ہے اپنا ساوہ کر دیں مجھ کو

سر کو سُور اور شری تلسی کے چرن پر دھر کے آدی کوی گادھی شُون ویاس کی اُستُتی کر کے
راجہ دشرتھ جنک اور بھکت ہیں جتنے مر کے ہے وِنے سب سے رسن پریم کی سیتا بر کے
وہ دعا دیں مجھے مضبوط رسوا ہو جائے
(۱۰) کھینچ کر شاہدِ مقصود کو مجھ تک لائے

غزل

بگڑی ہوئی بنا دے پرماتما بچا لے بے بس ہوں میں پڑا ہوں مایا کے تیری پالے
سنسار کا یہ ساگر سب کو ڈبو رہا ہے طاقت کسی میں کب ہے اوروں کو جو سنبھالے
ہاں کچھ اگر بچے ہیں تو وہ ہے گیان جن کو یا خمرِ عشق سے ہیں سرشار جن کے پیالے
نیرنگیٔ جہاں نے گمراہ کر دیا ہے بھولے ہوئے کو بھگون تو راہ پر لگا لے
آتی ہے شرم مجھ کو کیا تجھ کو منہ دکھاؤں پاپوں کا بوجھ سر پر آنکھوں میں مد[2] کے جالے
دو دن کی زندگی ہے اس پر غرور اتنا ہونا ہے اک نہ اک دن تو موت کے حوالے
رہ جائیں گے یہیں پر یہ ساری شان و شوکت یہ مُلک و مال سارا یہ شال اور دو شالے
احباب اور اعزا دیں گے نہ ساتھ کوئی اعمال ہی فقط ہیں ہمراہ جانے والے
اک لطف ہی کا تیرے اس دل کو ہے سہارا وید اور پُوران بھُولے سے بھی نہ دیکھے بھالے
تارے ہیں تو نے مجھ سے لاکھوں جہاں کے پاپی کیا گدھ اور گنکا کچھ کم تھے پاپ والے
میری مدد سے اب کیوں انکار ہو رہا ہے کیا میرے پاپ بھگون اوروں سے ہیں نرالے
اُمید ہے یہ کافی مجھ کو کہ کھول دے گی تیری دیا کی تالی قسمت کے میرے تالے
تجھ سا دیال داتا ہے کون دو جہاں میں دُکھ دیکھ کر جو میرا میری بپت کو ٹالے
نارائن آرزو ہے دل کی تو بس یہی ہے دیکھوں نہ یم[3] کی صورت تو خود مجھے بُلا لے

[1] प्रणाम
[2] मद
[3] यम

سوئیّا - جَے جَے سِیا رام کرپال سدا جِن داسن کے ہت پیر سہی
گج راج کی ٹیر سُنی جل میں پُنِ راوَن بھرات کی باہنہ گہی
دُکھ کاہی پریو نہ ٹریو اَس کو یدی نام لیو تو پاہی کہی
اب موہیں سناتھ کرو مم ناتھ نرآین کی ابھلاش یہی

دوہا - تُمھری آس بہائے کے کیہی پر کروں بھروس
سب دُکھ دائی وِشَے بس مایا گرسِت سدوس

سورٹھ - دینا ناتھ دیال دِینَن کے سوامی سُبھگ
مانگت سُنوہو کرپال نارآین پد رَتی سدا

شانِ نزول

دل جو نیرنگیٔ آفاق سے گھبراتا ہے
یا اُسے ہوش کبھی موت کا آجاتا ہے
بات کوئی نہ خوش آتی ہے نہ کچھ بھاتا ہے
صحبتِ عیش سے بھی فرق نہیں آتا ہے
اُس کو ہوتا نہیں مرغوب نظارا کوئی
دیکھ پڑتا نہیں تسکیں کا سہارا کوئی (۱)

सवैया—जय जय सिय राम कृपाल सदा जिन दासन के हित पीर सही ।
गजराज की टेर सुनी जल में पुनि रावन-भ्रात की बाँह गही ।
दुख काहि परयो न टरयो अस को यदि नाम लियो तव पाहि कही ।
अब मोंहि सनाथ करो मम नाथ 'नरायन' की अभिलाष यही ॥

दो०—तुम्हरी आस बिहाय के, केहि पर करउं भरोस ।
सब दुख-दाई विषय-वस, माया ग्रसित सदोस ॥

सो०—दीना नाथ दयालु, दीनन के स्वामी सुभग ।
मांगत सुनहु कृपालु, 'नारायन' पद-रति सदा ॥

جس طرف سنئے اُدھر گریۂ وزاری کی صدا جس طرف دیکھئے آزار و تعدّی و جفا
ہے کہیں قہرِ فلک تو ہے کہیں جورِ قضا کوئی ایسا نہیں جو ہو نہ گرفتارِ بلا

(۲)
تاجور ہو کہ گدا کوئی بھی بشّاش نہیں
کس کا دل صدمۂ آلام سے صدپاش نہیں

دیکھ کر حال یہ دُنیا کی پریشانی کا اپنے اعمال و غم و کلفتِ انسانی کا
اتنا ہوتا ہے اثر جذبۂ روحانی کا جوش رُکتا ہی نہیں اشکوں کی طغیانی کا

(۳)
یہ کتھا رام کی اُس وقت سناتا ہوں اُسے
اور یقیں غم سے رہائی کا دلاتا ہوں اُسے

اُس سے کہتا ہوں کہ بخشش تری دشوار نہیں ہو دوا جس کی نہ ایسا کوئی آزار نہیں
گو صعوبت سے بھری دہر کا گلزار نہیں رام کے بھگت کو لیکن خلشِ خار نہیں

(۴)
تب حقیقت کی اُسے راہ نظر آتی ہے
یاس جاتی ہے شبِ غم کی سحر آتی ہے

آج میں حال وہی زیبِ قلم کرتا ہوں کچھ بیانِ کرم ابرِ کرم کرتا ہوں
سحرِ رحمت دلِ رنجور پہ دم کرتا ہوں دور آزار و تکالیف و الم کرتا ہوں

(۵)
میں نہ شاعر ہوں نہ دعویٰ ہے سخن کا مجھکو
جو پڑھے اس کو وہ کیا جانے کہے کیا مجھکو

جانتا ہوں نہ قوافی نہ رُدافی نہ قیود بحر یا وزن کے معلوم نہیں مجھ کو حدود
ہے نہ تخئیل نہ جدّت کی کوئی اس میں نمود نظم یہ نظم کے معنی میں ہے بالکل بے سود

(۶)
نظم تو نظم۔ نہیں طاقتِ گویائی بھی
لوگ نادان کہیں گے مجھے سودائی بھی

ہوں نہ عاقل نہ سخنداں ہوں نہ ہوں اہلِ شعور کیا کہوں اپنی ہوں بیتابیٔ دل سے مجبور
رام کا نام ہے اس بحر میں اک کشتیٔ نور ہو مدد اُس کی تو ممکن ہے کہ ہوجائے عبور

(۷)
اہلِ دیں کو یہ جرأت رام کا پیارا ہوگا
عیب ڈھونڈھے گا جو اس میں وہ خود آوارہ ہوگا

مُنکرِ معجزۂ رام جو انساں ہوگا — شک نہیں اس میں کہ وہ دشمنِ ایماں ہوگا
زندگی بھر ہدفِ سختیٔ دوراں ہوگا — کیا کبھی بہرہ ورِ دولتِ عرفاں ہوگا

یہ کتھا روح کی معراج کا اک زینہ ہے
(۸) رام کی بھکتی کا اور گیان کا گنجینہ ہے

غزل

گلستانِ جہاں میں غم سے دل ہوتا ہے جب عاری — برنگِ خار ہر گُل زخم دیتا ہے مجھے کاری
چھڑکتا ہے دلِ مجروح پر میرے نمک ہر دم — ستم کرتا ہے مجھ پر ہر طرح سے چرخِ زنگاری
ہر اک جانب سے آتی ہیں صدائیں رنج و ماتم کی — ہر اک دل غم سے آلودہ ہے ہر مژگاں سے خوں جاری
مٹاتا ہے غبارِ گردشِ آفاق اگر دل سے — تو اس دارالفنا میں بس اک آبِ رحمتِ باری
اِسی سے دل میں آتا ہے لکھوں اوصاف کچھ اُسکے — قلم کو گر وہ بخشے فیض سے تابِ گہر باری
اُسی کی آس ہے دل کو مرے شام و سحر ہر دم — مدد سے جس کی آساں ہو مری ہر ایک دشواری
تمنّا ہے یہ نارائن اُسی معبودِ عالم سے — کہیں ہو جائے چشمہ مجھ پر اُسکے فیض کا جاری

سوئیا۔ رُوپ میں رام بنے گھنشیام جو دیکھت کوٹِک کام لجاہیں
دیکھی مینک چھپے مُکھ کی چھبی لوچن لال سَروج سِہاہیں
چارو بِشال بُھجا پَد امبُج جاہی سدا شیو دھیان دھراہیں
چھیر سمُدر ہے باس نرائن جاسو بسے ہمرے ہئے ماہیں

دوہا۔ رے من مورکھ رام بھج جو سب منگل مُول
نارائن کے دھیان سے کٹیں سکل اگھ شول

सवैया—रूप में राम बने घनश्याम जो देखत कोटिक काम लजाहीं।
देखि मयंक छिपै मुख की छबि लोचन लाल सरोज सिहाहीं।
चारु विशाल भुजा पद अम्बुज जाहि सदा शिव ध्यान धराहीं।
छीर-समुद्र है वास 'नरायन' जासु बसैं हमरे हिय माहीं॥

दो०—रे मन मूरख राम भजु, जो सब मंगल मूल।
'नारायन' के ध्यान से, करहिं सकल अघशूल॥

مہاتم ادھیاتم رامائن

پیشتر اِس کے لکھوں میں کچھ مضامین خوشگوار سر جھکاتا ہوں برائے بندگی رتہ پُرار
جس کی پیشانی پہ ماہِ نو دکھاتا ہے بہار جس کی ہے ناقوس گردن میں ہلاہل آشکار

ست رج اور تم سے مُبرّا جسکی ذاتِ پاک ہے
(۱)
خاکِ پا جس کی معاصی کے لئے سفّاک ہے

بائیں جانب جسکی گرجا ہیں سدا جلوہ کُناں ہاتھ میں ترشول جس کے رہتا ہے باعزّ و نشاں
اپنے بندوں کا جو رہتا ہے ہمیشہ پاسباں ہے جو معبود اور ہیں اسرار سب جس پر عیاں

التجا ہے اُس سے اے شاہنشہِ اقلیم دیں
(۲)
دل مرا بن جائے اُس بھگوت کی بھگتی کا نگیں

جس کا ابرِ فیض کُل دنیا پہ ہے چھایا ہوا نُور سے نورِ قمر ہے جس کے شرمایا ہوا
کِھل پڑے جس کے کرم سے پھُول مُرجھایا ہوا ہے شرن میں اُس کی نارائین بھی اب آیا ہوا

رکھ کر اب پھر دھیان دل میں اپنے شری ہنومان کا
(۳)
جس پہ مبنی ہے بر آنا خواہش و ارمان کا

میں بیاں کرتا ہوں وہ مضمونِ دلکش جانفزا جسکو نارد جی نے تھا جس طرح برہما سے سنا
جیسے گرجا نے تھی کی شیو جی سے عرضِ مُدّعا جیسے اُنکے ہاتھ آیا تھا وہ دُرِّ بے بہا

ویاس جی کہتے ہیں نارد جی کی وہ سب گفتگو
(۴)
جو بدھاتا سے ہوئی ساری سبھا کے روبرو

ایک دن نارد رشی نے جاکے برہما کے یہاں ‏ حال جو دیکھا سُنا کرتا ہوں میں وہ سب بیاں
یعنی تھے وہ جلوہ افگن انجمن میں اور وہاں ‏ تھے مجسّم وید چاروں دست بستہ مدح خواں
سرسُتی جی بھی وہاں موجود تھیں دربار میں
(۵)
مدح خوانی میں رکھیشر بھی تھے اُس گلزار میں

جوڑ کر ہاتھ اُن کی نارد جی نے بھی کی اُستتی ‏ ہوکے خوش جس سے چتر مکھ[1] نے یہ بات اُنسے کہی
مانگ لو مجھ سے تمنّا ہو تمہیں جس بات کی ‏ دیکھ کر اُلفت پدر کی تب یہ بولے مہرشی
پھل سُنا ہے میں نے اعمالوں کا پہلے آپ سے
(۶)
مِل سکے گی کہئے اب کس طور اماں سنتاپ[2] سے

ہوگا کلی جگ آکے جب اِس سرزمیں پر حکمراں ‏ دھرم کا کوئی رہے گا جب نہ ہستی میں نشاں
بوستانِ دہر میں آئے گی جب بادِ خزاں ‏ موجزن نفسانیت کا ہوگا بحرِ بیکراں
درپئے پرخاش ہونگے جب سبھی سنسار میں
(۷)
ہوگا جب ہر اک بشر بدکاری و آزار میں

جسم ہی کو اپنے سب سمجھیں گے اپنا آتما ‏ ہوگا داغِ معصیت ہر دل میں جب جلوہ نما
امتیازِ نیک و بد اُٹھ جائے گا زیرِ سما ‏ ناستک ہو جائیں گے جب دین کے سب رہنما
خواہشوں کے بس میں جب ہر اک بشر ہو جائیگا
(۸)
راستی کا رہگذر دنیا میں جب کھو جائے گا

جب نہ رہ جائیں گے ہستی میں شریعت کے طریق ‏ رہنما ہوگا نہ کوئی رہبرِ دینِ عتیق
ہر بشر جب ہوکے جوئے زن پرستی میں غریق ‏ چھوڑ دیگا باپ بھائی اور سب خویش و شفیق
چھوڑ دیں گے جب برہمن سارے اپنے دھرم کو
(۹)
اور نیچوں[3] کے روا رکھیں گے کرنا کرم کو

چھتری لوں ویشوں شودروں کا نہیں ممکن بیاں ‏ دھرم سے گر جائیں گے اُٹھ جائیگا امن و اماں
جب بہت کم عورتوں میں ہوگا پتی برت[4] کا نشاں ‏ وہ بزرگوں کی بدی چاہیں گی اور اُن کا زیاں
کس طرح پر تب یہ سب جائینگے بھوساگر کے پار
(۱۰)
کس طرح باغِ خزاں دیدہ میں آئے گی بہار

[1] चतुर्मुख
[2] संताप
[3] नीचों
[4] पतिव्रत

جب سنے اپنے پسر کے یہ کلامِ باصواب — ہو کے تب خورسند برہما نے دیا اُن کو جواب
دور کرنے کے لئے دنیا سے رنج و اضطراب — میں بتاتا ہوں تمہیں تدبیر سہل و لاجواب
شیل[1] کنیا کو کبھی شنکر نے جو بتلائی تھی
جس سے[2] گرجا کی تمنائے دلی بر آئی تھی (۱۱)

حال شیوجی سے وہ پوچھا تھا اُما نے پیشتر — جس سے ایشور کا مجسم روپ آجائے نظر
تب دیا تھا اُن کو شیوجی نے یہ پاکیزہ ثمر — نام سے ادھیاتم رامائن کے ہے جو مشتہر
رات دن کرتی ہیں گرجا جس کا پوجن اور پاٹ
شکل جس میں شیو نے دکھلائی تھی ایشور کی وراٹ[3] (۱۲)

وِرد سے جس کے ہر اک انسان مکتی پائے گا — جس کو پڑھنے سے گناہوں سے بری ہو جائیگا
شکل کلی جگ دہر میں اُسوقت تک دکھلائے گا — نورِ عالم بن کے یہ عرفاں نہ جب تک چھائیگا
روشنی اسکی نہیں ہوتی ہے جب تک دہر میں
ہے پڑا انسان ظلمت کے عتاب و قہر میں (۱۳)

جب طلوع ادھیاتم کا ہوگا جہاں میں آفتاب — ہو سکے گا تب نہ کچھ یمراج[4] کا جور و عتاب
راستی پر ہوگا تب دنیا میں ہر اک شیخ و شاب — عابدوں کو ہو گی تب روشن ضمیری دستیاب
وصف اس ادھیاتم کے اب کچھ عیاں کرتا ہوں میں
جو سنا تھا میں نے شیو سے وہ بیاں کرتا ہوں میں (۱۴)

اس کی ہر تقریب میں معمور ہے ایسی صفت — دور کر دیتی ہے ہر دل سے جو داغِ معصیت
صدق دل سے پڑھ کے بھی گر کوئی چاہے مغفرت — مخلصی دُنیا سے حاصل ہو فلک پر سلطنت
اسکی تکریم و پرستش جس کو دل سے بھائے گی
دولتِ دارین اوسکے ہاتھ خود آجائے گی (۱۵)

جو سنے اسکو وہ ہو جائے ہم آغوشِ طرب — رہ نہ جائے پاپ کوئی دور ہو تکلیف سب
گر کوئی سجدہ کرے اسکو بہ تعظیم و ادب — دیوتا کا پائے وہ سُرلوک میں جا کر لقب
اس کو لکھ کر بھکت کو دے گا اگر کوئی بشر
ہر طرح راحت ملے گی اُسکو اے نورِ نظر (۱۶)

[1] शैलकन्या
[2] उमा
[3] बिराट
[4] यमराज

گر سنائے اِسکو مجلس میں کوئی روزِ سعید | کامرانی پر ہو بخت اور لائے پھل نخلِ اُمید
ہوں گے اِسکے فیض سے سب سننے والے مستفید | پھل بھی اُنکو گائتری(1) کے پاٹھ کا ہوگا مزید

(1) गायत्री

رام نومی برت میں پاٹھ اِسکا کرے جو جاگ کر
(۱۷)
پھر نہ بھوساگر کے بندھن میں پڑے تن تیاگ کر

موُن برت(2) لے کر پڑھے گا رام ہردے کا جو باب | ہوگی حاصل اُسکو اس دنیا میں عشرت بےحساب

(2) व्रत

تین دن میں دُور ہوگا برہمہ ہتّیا کا عذاب | دلمیں ہوگی جسکی خواہش ہوگی وہ شئے دستیاب

جو پڑھے گا اِس کو تلسی خواہ پیپل کے قریب
(۱۸)
وہ نہ جائے گا کبھی ویترنی(3) کے جل کے قریب

(3) वैतरनी

جانتے ہیں اِسکی مہما کو شری برکھکیتُ(4) ہی | دیدیا ہے جس نے اُسکا نصف گرجا جی کو بھی

(4) वृषकेतु

لطف سے اُنکے ہوئی ہے مجھ کو بھی کچھ آگہی | جس کے نارد آج تم مجھ سے ہوئے ہو ملتجی

جو سمجھ لے اِسکو اُس کا پاپ رہ جاتا نہیں
(۱۹)
جو پڑھے دُکھ پاس پھر اُس کے کوئی آتا نہیں

منتھ کے ویدوں کو شری رگھوبر نے جو آبِ حیات | دیدیا تھا لکشمن کو بہرِ فیضِ کائنات
رام گیتا نام سے روشن ہے وہ بحرِ صفات | ہو کے غوّاص اُسمیں ہوتے ہیں امر سب نیک ذات

دل سے جو اُس رام گیتا کو پڑھے اک ماہ تک
(۲۰)
دولتِ دنیا کی رہجائے نہ اُس کو چاہ تک

اُسکو مندر یا شوالے میں پڑھے کوئی اگر | پاس تلسی یا کہ پیپل کے پڑھے کوئی بشر
عابدوں کے روبرو اُس کو پڑھے گر اے پسر | مورتوں کو اُس کے حاصل مخلصی کا ہو ثمر

کون کر سکتا ہے مہما رام گیتا کی رقم
(۲۱)
ہے وہ بے شک وشنو(5) پدوی کے لئے بحرِ کرم

(5) विष्णु

جو پڑھے ادھیاتم رامائن کو دل سے باربار | ہو نہ پابندِ الم اُس کی کبھی پھر جانِ زار
روح کے سر سے مٹے آواگمن کا انتشار | ہو عروسِ انبساطِ سرمدی سے ہم کنار

کون سا ہے پاپ جو پاٹھ اس کا ہر سکتا نہیں
(۲۲)
کُل بیاں اوصاف اسکے میں تو کر سکتا نہیں

غزل

میری نظر میں تیری ہی جلوہ گری رہے
تیری ہی خاکِ پا مرے سر پہ دھری رہے

نکلے ہر ایک لمحہ زباں سے ترا ہی نام
دل تیری یاد سے نہ کوئی دم بری رہے

ہاتھوں سے کام ہو تو پرستش کا بس تری
تیری ہی بُو دماغ میں بھگوَن بھری رہے

گلزارِ حسن کے ترے اے نخلبندِ دہر
نظارۂ جمال میں بہرہ وری رہے

جاؤں جہاں ملے وہیں قدموں کی تیرے خاک
بس اک وہی سرشتِ تنِ عنصری رہے

اے رام دل کا میرے یہ ہے مُدّعا مدام
میں ہوں ترا غلام تری سروری رہے

سودا اُسی کا سر میں نرائن ہو رات دن
جس کے کرم سے شاخِ تمنّا ہری رہے

سوئیا

ایک سمے متھ کے چھوُن وِیدن دِیندیال پیوُش نکاریو
دِینھ سو بھراتہیں رام مہیش سوئی پُن پائیکے شیشہیں دھاریو
شمبھو سو دِینھ گریش کُماریہیں پائے بِرنچ سو منتر اوچاریو
پائیکے نارد سو بِدھِ سوں پُن گیتا کے نام سے لوک پرچاریو

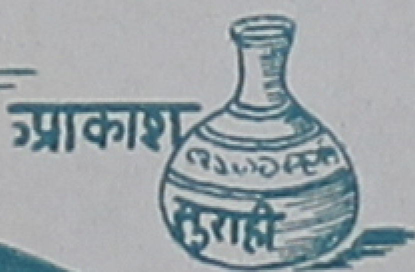
دوہا

رام کہیو جو لکھن سوں گرِجا سوں برکھکیتو
نارائن کلی ماں بھیو سوئی مُکتی کر ہیتو

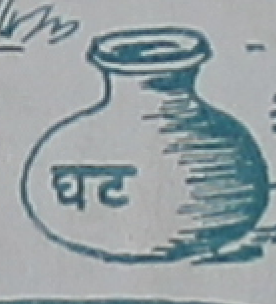
सवैया—एक समय मथि के चहुँ वेदन दीन-दयालु पियूष निकारेउ ।
दीन्ह सो भ्रातहिं राम महेश सोई पुनि पाइ के शीशहिं धारेउ ।
शंभु सो दीन्ह गिरीश-कुमारिहिं पाइ विरंचि सो मंत्र उचारेउ ।
पाइ के नारद सो विधि सों पुनि गीता के नाम से लोक प्रचारेउ ॥
दो०—राम कह्यो जो लखन सों, गिरिजा सों वृषकेतु ।
'नारायण' कलि मां भयउ, सोई मुक्ति कर हेतु ॥


श्री राम
बादल
आकाश


भिखारी
तम

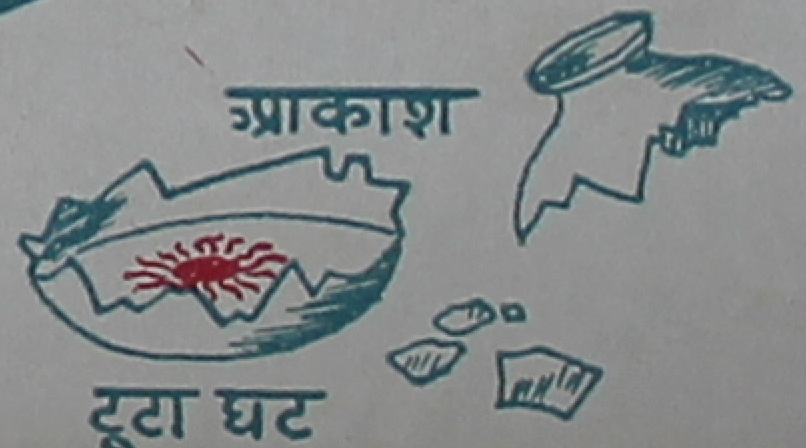

आकाश
सुराही


पनिहारी
रज


घट
आकाश
छलका पानी
सूर्य प्रतिबिम्ब


पंडित
सत्

आकाश प्रतिबिम्ब
अनादि सृष्टि प्रवाह
वासना सरित


आकाश
सूर्य प्रतिबिम्ब
टूटा घट

بال کانڈ

سرگ پہلا

رام ہِردے

ایک دن شیوجی تھے کیلاش میں جب تخت نشیں
دیوتا اُنکی عبادت میں تھے سب سر بہ زمیں
ہاتھ جوڑے ہوئے حاضر تھے وہاں عالمِ دیں
بائیں جانب تھیں مہاراج کی گِرِجا بھی وہیں
کرکے گرجا نے نمسکار یہ شیوجی سے کہا
آپ کے حکم کے پابند ہیں سب ارض و سما (۱)

آپ ہیں صاحبِ اعجاز و کراماتِ کمال
آپ سا اور نہیں آپ ہیں خود اپنی مثال
التجا آپ سے ہے میری یہ اے دینِ دیال
گیان اور بھگتی کا بتلایا تھا جس طور سے حال
جیسے وِگیان کا کچھ راز بتایا تھا مجھے
جس طرح آپ نے ویراگ سکھایا تھا مجھے (۲)

کیجیئے پھر وہ اُسی طور سے اے ناتھ بیاں
اور بتلائیے اوتار کا بھی رازِ نہاں
جس سے اس دہر میں پربرہمہ ہوا آکے عیاں
بیقراری کا مٹے سُنکے جسے نام و نشاں
دیجیئے گیان وہ جس سے نہ پھر آزار رہے
گلشنِ دل میں کھٹکتا نہ کوئی خار رہے (۳)

گو یہ وہ پاک ثمر ہے کہ جسے اہلِ کمال　　بھول کر بھی نہیں کرتے کبھی دینے کا خیال
تو بھی جو آپ کی خدمت میں ہو اے دینددیال　　کب مناسب ہے کہ رہ جائے وہ محرومِ نوال
سچ تو یہ ہے نظرِ لطف کے قابل ہوں میں
(۴) آپ دریائے کرامت ہیں تو ساحل ہوں میں

آپ ترکال[۱] کے درشی ہیں شُروں کے نایک　　گت ہے سَرو تر سدا آپ ہیں سُکھ کے دایک
آپ سروگیہ[۲] ہیں رگھوناتھ کے گُن کے گایک　　آپ پہ رہتے ہیں انکول سدا رگھونایک
جس سے اگیّان مٹے راہ وہ دکھلایئے آپ
(۵) حال جو کچھ بھی ہو سارا مجھے سمجھایئے آپ

یعنی وہ رام جو پر برہمہ ہے مایا سے پربل[۳]　　دھیان میں جس کے چلا جاتا ہے اگیّان سکل
ایک اک روم میں ہیں جسکے بھرے بھومنڈل　　سروویاپک[۴] وہی بھگونت سری کنت اکل
راجہ دشرتھ کا پسر شوہرِ متھلیش للی
(۶) کیرتی جسکی سدا آئی ہے دنیا میں چلی

جس پہ ہے ہفت اقالیم کا سب دار و مدار　　دیکھ کر جسکو ہوئے آپ بھی محوِ دیدار
جو دو رحمت کا کیا آپ نے جس کی اظہار　　وید کرتے ہیں بیاں دہر میں جس کا اوتار
عارف اک گوہرِ پُر نور بتاتا ہے جسے
(۷) نور سے اپنے ہی معمور بتاتا ہے جسے

لوگ کہتے ہیں وہی داور و غفار و قدیر　　یوں ہے مایا میں نہاں جیسے کسی دل میں ضمیر
سُن کے اوروں سے مگر حُسن کی اپنے تفسیر　　دین و دنیا میں چمکتا ہے وہ خورشیدِ منیر
تھا یہی ایک سبب رنج سفر پانے کا
(۸) علم اُس کو نہ تھا سیتا کے ہرے جانے کا

اس میں کیا راز ہے اے واقفِ اسرارِ نہاں　　کیجئے مجھ پہ کرم دور ہو جس سے یہ گماں
جس سے اگیّان کا باقی نہ رہے نام و نشاں　　ہنس کے شنکر نے کہا سُنکے یہ اسلوبِ بیاں
آفریں تجھ پہ تری عقل تری ذات پہ ہے
(۹) دل سے تحسین نکلتی تری ہر بات پہ ہے

(۱) त्रिकाल
(۲) सर्वज्ञ
(۳) प्रबल
(۴) सर्व-व्यापक

تیری باتوں سے عیاں صاف ہے وہ جذبۂ دل سامنے جسکے جہاں تاب ہے بے تاب و خجل
سر بسر نورِ عبادت سے ہے تو متوصّل تجھ میں ہے ماہ ریاضت کا منوّر کامل

تاب اب کچھ تجھے اُس نور کی دکھلاتا ہوں
(۱۰)
راز داں جس کا دو عالم میں نہیں پاتا ہوں

ہیں یہ وہ رام جیرت جنکے بتاتے ہیں پُوران ہے انہیں رام کی ویدوں میں بھی تعریف بیان
ہیں یہ پَر بَرہمہ الگ مایا سے آنند دھان ایک اَوِکار[1] اَنادی پُورُوشوتّم[2] بھگوان

(۱) अविकार
(۲) पुरुषोत्तम

جتنے بَرہمانڈ ہیں اُن سب کے ہیں آدھار یہی
(۱۱)
اپنا رکھتے ہیں ہر ایک جیو میں آکار یہی

چشمِ باطن سے یہ آتے ہیں فقط اُس کو نظر مل گیا نخلِ عبادت سے جسے اپنے ثمر
کو رباطن ہے مگر جس کو نہیں اِن کی خبر ہو گا کیا اُس کی تمنّا کا ثمریاب شجر

ان کا آغاز نہیں کوئی بھی انجام نہیں
(۱۲)
ہیں یہ بَرہمہ اِن پہ کسی عیب کا الزام نہیں

جس کا ہے پردۂ غفلت سے نہاں دل کا چراغ عیش و عشرت کی طرف جس کا ہے ہر وقت دماغ
جس کا ہے بادۂ پندار سے لبریز ایاغ ان میں رکھتا ہے سیہ مستی سے مایا کا وہ داغ

جیسے چکّر کوئی انسان اگر کھاتا ہے
(۱۳)
تو مکاں بھی اُسے گردش میں نظر آتا ہے

ویسے وہ لوگ بھی جنمیں ہے جہالت کا نشاں بے سبب کرتے ہیں پَر بَرہمہ میں مایا کا گماں
رازِ گرِ جا دہی کرتا ہوں میں اب تجھ پہ عیاں رام نے خود ہی کیا تھا جو لوکَن سُت سے بیاں

جانکی جی بھی تھیں موجود وہاں پیشِ نظر
(۱۴)
دینے والا ہے حقیقت میں جو مُکتی کا ثمر

جا کر اُس کلپ میں لنکا کو کیا جب تاراج قتلِ راوَن سے ملا بھگت بھبھیشن کو وہ راج
لوٹ کر آئے وطن ساتھ لئے اپنی سماج تاج پوشی کی ہوئی رسم ادا حسبِ رواج

دیکھ کر تب شری ہنومان کو جوڑے ہوئے ہاتھ
(۱۵)
جانکی جی سے مخاطب ہوئے یوں جانکی ناتھ

مجھ میں اور تجھ میں اچل بھکتی ہے اسکی پیاری — سبز ہے اسکی عبادت کی سدا پھلواری
خواہشوں سے ہے بری اسکی اطاعت ساری — ہے رواچشمۂ عرفاں ہو جو اس پر جاری

بات سُن کر یہ رماپت[1] کی رما جی نے کہا
چاہتی میں بھی تھی دوں اس کو دُرِ بیش بہا (۱۶)

کہہ کے یہ رام سے ہنومان سے تب فرمایا — پُتر دیتی ہوں تجھے گیان کا وہ سرمایا
پاس تک آنہ سکے گی کبھی جس سے مایا — چترِ ایزد کا رہے گا ترے سر پر سایا

روپ اصلی تجھے جب ان کا نظر آئے گا
خود بخود پردہ جو آنکھوں پہ ہے ہٹ جائے گا (۱۷)

سچدانند[2] ہیں یہ رام سناتن سُکھ کند — برہمہ عیبوں سے بری من کی رسائی سے بلند
سروویاپک نہیں مایا کا کچھ ان میں پیوند — مبدءِ نورِ مہ و مہر ہے ان کا مکھ چند

ہیں اگوچر[3] یہ اُپادھی سے الگ رہتے ہیں
ہیں یہی جن کو پرم آتما سب کہتے ہیں (۱۸)

ان کا پرتو ہے کہ سورج سے نکلتی ہے کرن — ہیں یہ ہے جن کے سبب چرخ پہ تاروں کی پھبن
یاد میں ان کی رہا کرتے ہیں بدھ وِشنو مگن — ہیں یہی جن سے لگی رہتی ہے شیوجی کی لگن

ان کی ہستی پہ ہے موقوف زمانہ کا وجود
اور وہ میں ہوں کہ جس سے ہے دو عالم کی نمود (۱۹)

منحصر مجھ پہ ہر اک چیز کا ہے نام ونشاں — میں ہی وہ شکتی ہوں کرتی ہے جو تکوینِ جہاں
مجھ سے پاتے ہیں زمانہ میں سبھی امن واماں — میں ہی بن جاتی ہوں پھر گلشنِ ہستی کو خزاں

کام گو مجھ سے ہی انجام ہر اک پاتا ہے
کورِ باطن کو وہ سب ان کا نظر آتا ہے (۲۰)

یعنی رگھوکُل میں شری رام کا لینا اوتار — دور کرنے کے لئے گلشنِ عالم کا غبار
راچھسی تاڑکا بدھ اور سُباہو سنگھار — راہ میں شاپ سے مُن پتنی اہلیا اودھار

توڑ کر شیو کی کماں بیاہ رچانا ان کا
اور پندارِ پرسرام مٹانا ان کا (۲۱)

(1) रमापति
(2) सच्चिदानन्द
(3) अगोचर

اپنے ہمراہ لئے مجھ کو اجودھیا آنا اور بارہ برس آرام یہاں فرمانا
بعدہٗ چودہ برس کے لئے بن کو جانا ان کے تیروں سے برآدھ الیسوں کا مکتی پانا
صورتِ آہو میں ماریچ کا مرنا بن میں
(۲۲) جانکی مایا کی دس شیش کا ہرنا بن میں

گدھ کی مکتی وہ گندھرب کی نفروں سے نجات بھیلنی شبری کی خوشنودی میں لینا سوغات
بعدہٗ کرنا اُسے بہرہ ورِ نیک صفات ملنا سگریو سے بالی شہ میموں کی ممات
جستجو میری پتا میرا لگانا اِن کا
(۲۳) پُل کا بندھ جانا اور اُس پار اُتر آنا ان کا

دُشٹ راون کو تماشائے عدم دکھلانا راج لنکا کا ببھیشن کو عطا فرمانا
نقلی سیتا کو گنہگار عبث ٹھہرانا ان کا پُشپک پہ مرے ساتھ اجودھیا آنا
سلطنت بیٹھ کے پھر تختِ اودھ پر کرنا
(۲۴) رحم و انصاف رعایا پہ برابر کرنا

اور سب کام بھی دنیا میں جو آتے ہیں نظر اُن سے ملتی ہے فقط میری ہی قدرت کی خبر
کرنے والا انھیں بتلاتا ہے اُن کا۔ وہ بشر جس کے مایا سے ہیں پوشیدہ دل و جان و جگر
اصل میں وصف سے ذات اِنکی بری رہتی ہے
(۲۵) اِن کی ہر چیز میں اک جلوہ گری رہتی ہے

جس طریقہ سے نہاں سنگ میں ہوتا ہے شرر دیکھنے میں نہیں آتا ہے کسی کو وہ نظر
ویسے جلوہ بھی ہر اک شے میں ہے ان کا مُضمر دیکھ سکتا نہیں اُس نُور کو ہر فرد بشر
دل پہ گر سنگِ ریاضت سے جلا ہو جائے
(۲۶) عکس مایا کا اُسی وقت ہوا ہو جائے

شاد ہو کر یہ کیا رام نے تب خود ارشاد گیان اپنا تجھے دیتا ہوں میں اے نیک نہاد
جس کے سُن لینے سے آجائیگی ہر دل کی مُراد جس سے رہجائے گا اگیان کا کوئی نہ فساد
کرتے شیو پاربتی سے بھی ہیں مذکور یہی
(۲۷) ظلمتِ قلب مٹانے کو ہے اک نُور یہی

رام ہردے

چوپائی - جِم اکاس ویاپت سنسارا سرو وِشو تِم مم وِستارا
سیما جاسُو نہ وید بکھانی اُوپما کھوج نہ پائی بانی
تین بھید جگ بدِت اکاسا سوپادِھک جو گھٹ گھٹ بھاسا
نرُپادِھک نبھ منڈل ماہیں مہاکاش سو دُوسر ناہیں
سوئی جل ماں پرت بمب کہائی سُنوہو پَون سُت مَن چِت لائی
جِم اکاس جگ تین پرکارا تِم مم روپ پرکاش پسارا
پرتھم بُدّھ اُوپہِت چیتن جو دوسرا وِکل پُورن برہمہ سو
تیسر چِدا بھاس جو اہئی تا کَر نام جیو شرُتی کہئی
جِم اکاس پرت بمب جلاشے تِم بُدّھِہِیں چیتن پرکاشے
ڈولے جل نہیں ڈول اکاسا تِم بُدّھی - چیتنیا بھاسا
بُدّھ بھید کرت جیو انیکا مایا بس سو رہت بِویکا
مم پرتِ بمب تاہی جب پرئی چیتن سم سو تیہی تب کرئی

राम-हृदय

चौ०—जिमि अकास व्यापत सन्सारा । सर्व विश्व तिमि मम विस्तारा ॥
सीमा जासु न वेद बखानी । उपमा खोजि न पाई बानी ॥
तीन भेद जग-विदित अकासा । सोपाधिक जो घट घट भासा ॥
निरुपाधिक नभ-मंडल माहीं । महाकाश सो दूसर नाहीं ॥
सोइ जल मां प्रतिबिम्ब कहाई । सुनहु पवन-सुत मन चित लाई ॥
जिमि अकास जग तीन प्रकारा । तिमि मम रूप-प्रकाश पसारा ॥
प्रथम बुद्धि उपहित चेतन जो । दूसर अविकल पूर्ण ब्रह्म सो ॥
तीसर चिदा-भास जो अहई । ताकर नाम जीव श्रुति कहई ॥
जिमि अकाश प्रतिबिम्ब जलाशै । तिमि बुद्धिहिं चैतन्य प्रकाशै ॥
डोले जल नहिं डोल अकासा । तिमि बुद्धी चैतन्याभासा ॥
बुद्धि-भेद-कृत जीव अनेका । माया-बस सो रहित विवेका ॥
मम प्रतिबिम्ब ताहि जब परई । चेतनसम सो तेहि तब करई ॥

اب تو ہیں گیان کہوں ہنومانا | یُگ پرکار جس وید بکھانا
ایک سبن بھرم گیان بتاوا | تیہی کر رُوپ سُنو ہو جو گاوا
اہم جنت سو مایا کارن | سوئی استّیہ آنند نوارن
دوسر آتم گیان بھرم بھنّا | ساکچھی اویکاری اوچھنّا
مایا ببش ہوئے اگیانا | نِج سرُوپ سو نہیں پہچانا
آتم گیان بن جائے نہ مایا | مِلہی سو سنّت کریں جب دایا
مِلیں سنّت شُبھ کرت کے باڑھے | ستّیہ سُمت سمتا سرم گاڑھے
جب مایا کرت بھید نسائی | تب سوئی چھنّ پُورن ہوئے جائی
جِم گھٹ کے ٹوٹے آکاسا | سوئی سکل نبھ منڈل بھاسا
تیسے ہی بدّھ موہ جب چھوٹے | مایا کرت بندھن تب ٹوٹے
ہوئے تتّومسی کیر پرکاشا | ایشور جیو بھید بھرم ناشا
مہاکاش سم مل مم رُوپا | جیو پاؤ نِج سہج سرُوپا
آلس موہ وِشے مد روشا | مایا کرت یہ پانچو دوشا

अब तोहिं ज्ञान कहउं हनुमाना । युग प्रकार जस वेद बखाना ॥
एक सबन भ्रम-ज्ञान बतावा । तेहि कर रूप सुनहु जो गावा ॥
अहम्-जनित सो माया कारन । सोइ असत्य आनन्दनिवारन ॥
दूसर आत्म-ज्ञान भ्रम-भिन्ना । साक्षी अविकारी अविछिन्ना ॥
माया-विवश होय अज्ञाना । निज सरूप सो नहिं पहिचाना ॥
आत्मज्ञान बिनु जाइ न माया । मिलहि सो सन्त करहिं जब दाया ॥
मिलहिं सन्त शुभ-कृति के बाढ़े । सत्य सुमति समता स्रम गाढ़े ॥
जब मापा-कृत भेद नसाई । तब सोइ छिन्न पूर्ण हुइ जाई ॥
जिमि घट के टूटे आकासा । सोई सकल नभ-मंडल भासा ॥
तैसेहि बुद्धि-मोह जब छूटै । माया-कृत-बंधन तब टूटै ॥
होइ तत्त्वमसि केर प्रकाशा । ईश्वर जीव भेद-भ्रम नाशा ॥
महाकाश-सम मिलि मम रूपा । जीव पाव निजि सहज सरूपा ॥
आलस मोह विषय मद रोषा । माया-कृत यह पांचौ दोषा ॥

اِنہیں سُجن جب من تے ٹارے تب مم گیان رُوپ ہِئے دھارے

دوہا - تتّو گیان یہ بھگت کہاں دایک گتی نِروان
بھول ابھگتن پرت کبھوں کیجئے ناہیں بکھان

بولے برکھکیتُ اُماجی سے بیاں کرکے یہ گیان اس سے مٹ جاتا ہے پندار کا وہم اور گمان
غور گر اس پہ کریگا کوئی پڑھ کر انسان کرودھ رہجائیگا باقی نہ تو پھر موہ نہ مان

تتّو مسی[1] واکیہ کا راز اس سے عیاں ہوتا ہے
وا اسی سے درِ اسرارِ جہاں ہوتا ہے (۲۸)

ہے یہ وہ گیان بہت رُتبہ ہے عالی جس کا یہ وہ ہے نور کہ پرتو ہے جلالی جس کا
یہ صدف وہ ہے گُہر ہے مُتلالی جس کا یہ وہ ہے بحر کہ ہے آبِ زُلالی جس کا

یہ چمن وہ ہے خزاں آ نہیں سکتی جس کو
یہ وہ ریحاں ہے زمیں پا نہیں سکتی جس کو (۲۹)

اس سے رہتی نہیں کچھ آرزوِ جاہ و حشم وہم رہتا نہیں دل میں نہ تو رہتا ہے بھرم
بھول کر پاس تک آتا نہیں افلاس کا غم دور ہوتے ہیں مرض آبِ بقا ہوتا ہے سَم

اس سے ہر وقت نکلتی ہے طرب خیز نسیم
مشک و عنبر سے بھی بڑھ کر ہے کہیں اس کی شمیم (۳۰)

رام نے اس کا پُون سُت کو کیا تھا اُپدیش آتم گیان[2] ایک یہی ہے یہی وگیان وِشیش[3]
اس کو پڑھنے تو نہ رہجائے کوئی موہ کلیش اس کو سُن لے تو ملے وصلِ حقیقی ہمیش

نظرِ نورِ حقیقی کی جسے تاب نہیں
وہ کبھی مستحق گوہرِ نایاب نہیں (۳۱)

(۱) तत्त्वमसि वाक्य
(२) आत्मज्ञान
(३) विज्ञान विशेष

इनहिं सुजन जब मन ते टारै । तब मम ज्ञान रूप हिय धारै ॥
दो०—तत्त्व-ज्ञान यह भक्त कंह, दायक गतिनिर्वान ।
भूलि अभक्तन प्रति कबहुं, कीजै नाहिं बखान ॥

مخمّس

دیدۂ دل میں میرے ترا نُور ہو لمحہ بھر تیرا جلوہ نہ مستور ہو
دم بہ دم لب پہ تیرا ہی مذکور ہو سر سے سودا نہ تیرا کبھی دُور ہو
موت ہو گر نہ یہ تجھ کو منظور ہو

بیکسی چھا رہی ہے مرے حال پر شورِ بختی کا قبضہ ہے اقبال پر
سب ہیں باندھے کمر میرے اذلال پر مجھ کو خود شرم ہے اپنے اعمال پر
مجھ سا کوئی بھی یارب نہ رنجور ہو

ہے گھری ہر طرف سے عذابوں میں جاں سوجھ پڑتی نہیں کوئی شکلِ اماں
کر رہا ہوں میں فریاد و آہ و فغاں جُز ترے کس سے اپنی کہوں داستاں
کون ہے تجھ سا جو فیض گنجور ہو

عقل سے جہل جائے یہ دشوار ہے روح کی اپنی بنیاد پندار ہے
نفس کا ہر نفس ایک طُومار ہے دخلِ عرفاں ہو یہ فکر بیکار ہے
جبکہ دل جہل و نخوت سے معمور ہو

دور کر دے نشاں خواہش و آز کا سوچ انجام کا دے نہ آغاز کا
ایسا جلوہ دکھا اپنے انداز کا دل کو محرم بنا عشق کے راز کا
تا کہ یہ سارے عیبوں سے مبرور ہو

دل کو دولت کی کوئی تمنّا نہیں کچھ بھی راہِ شریعت کی پروا نہیں
شوق پورا ہوا اب شوق اپنا نہیں مغفرت کا بھی کوئی تقاضا نہیں
دید سے تیرے لیکن نہ مہجور ہو

مال دے مُملکت دے نہ املاک دے اپنی خاکِ کفِ پا کی پوشاک دے
عیب سے جو بری ہو وہ ادراک دے مجھ کو نارائن ایسا دلِ پاک دے
یاد میں صِرف تیری جو مسرور ہو

سوئیا - ویاپ اکاس رہیو سگرو جگ ماں جِم جان پَرنتُ نہ جائی
چھائے پرکاش رہیو تم وِشو کے جیون ماں نہیں دیت دکھائی
گیان کو بھانو اُووے جب ہیں جگ موہ نِشا تم دُور پرائی
گوچر ہوئے سو رُوپ انُوپ یہی شُرتی گیان کو سار بتائی

دوہا - یہ اَتی گُپت چرِتر شُچی سب پاپن کر شودھ
بھکتی سہِت جو پاٹھ کر پاؤ سو آتم بودھ

سرگ دوسرا

رام کے اوتار کا سبب

سُن کے اس گیان کو گرجا نے بہت ہو کے مگن — جوڑ کر ہاتھ کہا شیو سے کہ اے کام دہن[1]
پا کے وِگیان کی نکہت یہ مرے دل کا چمن — بن گیا غیرتِ فردوسِ بریں اب ہمہ تن
ہو گیا آج سپھل تھا جو منورتھ دل کا
آپ کے بارِ ریاضت کا جو پایا چھلکا (۱)

اِٹ اَگیان کا ہو گا مرے دل میں پھیرا — حل کیا آپ نے یہ عُقدۂ لاحل میرا
اُٹھ گیا وہم و گماں کا مرے دل سے ڈیرا — مٹ گیا گیان سے اَگیان مرا بہتیرا
آرزو دل کی ہے اب میرے یہی دینِدیال
داستان مختصراً یہ جو کہی دیندیال (۲)

[1] काम-दहन

सवैया—व्यापि अकाश रह्यो सगरो जग मां जिमि जान परन्तु न जाई।
छाय प्रकाश रह्यो तिमि विश्व के जीवन मां नहिं देत दिखाई।
ज्ञान को भानु उअइ जबहीं जग-मोह-निशा-तम दूर पराई।
गोचर होय सो रूप अनूप यही श्रुति ज्ञान को सार बताई।।
दो०—यह अति-गुप्त चरित्र शुचि, सब पापन कर शोध।
भक्ति-सहित जो पाठ कर, पाव सो आतम-बोध।।

جس کے ہر لفظ سے مِلتا ہے ہمیں آبِ حیات ہوگئی پا کے جسے رُوح مری گنجِ نکات
کیجئے اب وہ بیاں مجھ سے مفصّل حالات دور ہوں سُن کے جنھیں سارے جہاں کے آفات

دیکھ کر خواہشِ دل شیوؔ نے یہ تب فرمایا
(۳)
پوچھنے پر ترے سب حال مجھے یاد آیا

رام جی نے ہی کیا جس کا تھا مجھ سے اظہار مثل امرت کے ہے جو بہرِ شفائے بیمار
جس پہ ہے دولتِ دارین کا سب دارمدار جو دکھا دیتا ہے آفاق میں جنّت کی بہار

اب زباں پر مری مضمون وہ سب آتا ہے
(۴)
دل کی خواہش کو جو بر مثلِ فسوں لاتا ہے

تختِ لنکا پہ جو راوَن کا پڑا سبز قدم گڑ گیا جور و تعدّی کا زمانہ میں عَلَم
دیوتاؤں پہ لگے ہونے بہت ظلم و ستم راج نیتی ہوئی معدوم ہوا دھرم بھی کم

پارسا دہر میں جب موردِ بیداد ہوئے
(۵)
ہر طرح بانیٔ ایذا ستم ایجاد ہوئے

یوں پڑا بار کا دیتوں کے زمیں پر جو اثر اور آیا نہ سوا اس کے کوئی چارہ نظر
دیوتاؤں کو لئے ساتھ بصد چاک جگر اُس نے دُکھ جا کے بِدھاتا سے کہا رو رو کر

سُن کے فریاد چتُرمُکھ نے یہ تب فرمایا
(۶)
جانتا ہوں میں جو بَردان ہے اُس نے پایا

اُسکی طاقت پہ ہے راوَن کا یہ سب ظلم و عتاب زعم پر اُسکے ہی ڈھاتا ہے وہ تکلیف و عذاب
دیوتاؤں کا مگر بس ہے نہ کچھ اُنکی ہے تاب ہے روا وِشنوؔ سے ہم عرض کریں چل کے شتاب

کہہ کے یہ بہرِ علاجِ مرضِ رنج و محن
(۷)
چل دیئے ساتھ لئے اپنے اُنھیں بحرِ لبَن

جا کے وِشنوؔ کی وہاں برہمانے کی حمد و سپاس عام ہے لُطف کہا سب کا ہے یکساں تجھے پاس
رحم کی رہتی ہے تیرے دلِ مایوس کو آس فیض کی تیرے ہے ہر نخلِ تمنّا میں مٹھاس

گیان کا روپ ہے اور بھکتی کا آدھار ہے تو
(۸)
ہر طرح اُس کا جو تیرا ہے مددگار ہے تو

دیوتاؤں کو بھی تو دیتا ہے دیتوں سے امان بوجھ دنیا کا ہٹانے کو ہے تو شکتی جہان
ہے مجسّم پرماتند تو ہی خلق کی جان ایک تو ہی ہے فقط بھکت کا رکھتا ہے جو مان

ہو گیا چاک جگر ظلم کے مارے بھگوان
ہیں ترے دامنِ رحمت کے سہارے بھگوان (۹)

سن کے فریاد یہ اُن کی جو تھی دکھ درد بھری آسماں پر ہوئے مشرق میں نمودار ہری
بڑھ کے تھی مہرِ منوّر سے کہیں جلوہ گری ہفت کشور کی تھی چہرہ سے عیاں تاجوری

نور سے زیوروں کی تاب سوا ہوتی تھی
ٹھہرتی تھی نہ نظر اتنی ضیا ہوتی تھی (۱۰)

دیکھا برہما نے فقط وہ بھی بصد دشواری مسکراہٹ تھی عیاں شکل پہ پیاری پیاری
جسم نیلم سا بھری خوبیاں جس میں ساری کوستبھ[1] من کی چمک ہار سے جس کے ہاری

چاروں ہاتھوں میں گدا چکر پدم سنکھ عیاں
اُنکے اوصاف ملک کرتے تھے ہر سو سے بیاں (۱۱)

تھی وہ زنّار طلائی بھی جو مقبولِ بدن چھینتی قوسِ قزح کی تھی وہ گردوں سے پھبن
دولتِ حسن تھا تن پر تھا جو پٹ پیت برن بھگوتی لچھمی تھیں اور بسودھا بھی تھیں جلوہ فگن

صبحِ امید کے خورشید کی دیکھی جو یہ تاب
استتی کرکے کیا یوں اُنھیں برہما نے خطاب (۱۲)

استتی - جے بھگونت اننت گناکر جیتِ سکل جگ سوامی
جے بھو بھار ہرن بھونیشر تو پد کمل نمامی
جے پد پدم منن ہئے جوہت تجت وبھو جیہی لاگی
سوئی پد نلن نمو جن نرکھے پاوہیں سگت وراگی

(1) कौस्तुभ मणि

स्तुति

जय भगवन्त अनन्त गुणाकर जयति सकल-जग-स्वामी ।
जय भव-भार-हरन भुवनेश्वर तव पद-कमल नमामी ॥
जे पद पदुम मुनिन हिय जोहत तजत विभव जेहि लागी ।
सोइ पद-नलिन नमो जिन निरखे पावहिं सुगति विरागी ॥

جے جگدیش جاسو وِشُو مایا پالت رچت وِناشت
تیہی مایا دُکھ دوش رہت تم گھٹ گھٹ یدپی پرکاشت
جو پھل لہت بھکت شُچ چِت تے تو نِرمل یش گائی
سو پھل بِمُکھ ملِن مَن کوٹِن دان کیئے نہیں پائی
جے چرناربند اُور دھیاوَت مُنی گن نت لَو لائے
تے پد کنج آج اِن نَینَن نِرکھ اَمت سُکھ پائے
چِتّ شُدّھ دُکھ دور کیو پربھو بہت دِنَن پر دایا
نارایَن تو کر کملن کر رہے شیش نت چھایا
دوہا - سُن کرونا ندھِ بِدھِ وِنے بچن کہیو مُسکائے
کا چاہت موہیں سو کہو۔ میں تَس کروں اُپائے

حُکم برہما نے یہ پایا تو بصد عجز و نیاز جوڑ کر ہاتھ کہا اُن سے کہ اے واقفِ راز
بیکسوں کو ہے سدا تیری ہی امداد پہ ناز دیوتاؤں کا محافظ ہے تو اے بندہ نواز

ہے ترا فضل جو تو ہم پہ کرم کرتا ہے
دُور بدکیش کا سب ظلم و ستم کرتا ہے (۱۳)

जय जगदीश जासु विश्व माया पालत रचत विनाशत।
तेहि माया- दुख-दोष रहित तुम घट घट यदपि प्रकाशत ॥
जो फल लहत भक्त शुचिचित ते तव निर्मल यशगाई।
सो फल विमुख मलिन मन कोटिन्ह दान किए नहिं पाई ॥
जे चरणारबिन्द उर ध्यावत मुनिगण नित लव लाए।
ते पद-कंज आज इन नैनन निरखि अमित सुख पाए ॥
चित्त शुद्ध दुख दूर कियो प्रभु बहुत दिनन पर दाया।
'नारायन' तव कर-कमलन कर रहै शीश नित छाया ॥
दो० –सुनि करुणानिधि विधिविनय, बचन कह्यो मुस्काय।
का चाहत मोहिं सो कहहु, मैं तस करउं उपाय ॥

ظلم سے ہو کے ستم گار کے آزردہ و پست — لے کے فریاد ترے در پہ ہیں آئے سر دست
یعنی راون پسرِ بشروا اور سبطِ پولست — دے کے راجوں کو مہاراجوں کو میداں میں شکست
حکمراں تخت پہ لنکا کے ہوا ہے جب سے
(۱۴)
دیوتا دکھ میں ہیں مظلوم زمیں ہے تب سے

لوکپال[1] اسکی ہی خدمت میں ہیں مصروف سدا — اُسکے ہی حکم میں ہیں اگن برن ابر ہوا
مہر و مہ چرخ پہ ہیں اُس کی رضا کے جویا — ہیں اُسی کے درِ دولت کے کوبیر آندر گدا
عابدوں زاہدوں پر ظلم و ستم ڈھاتا ہے
(۱۵)
جب پرستش میں تری وہ اُنھیں پاجاتا ہے

دل پہ اکبار پڑا اُس کی ریاضت کا اثر — میں نے اور شیو نے دیا تھا اُسے خوش ہو کے یہ بر
مار اگر تجھ کو سکے کوئی بھی تو صرف بشر — خرس و میموں سے بھی واجب ہے کہ ہو تجھکو حذر
اُس دعا نے یہ دکھایا ہے اثر آج اُسے
(۱۶)
سر کو دیتے ہیں جھکا دیکھ کے یم آج اُسے

دیوتاؤں کی یہی عرض ہے اب تجھ سے ہری — لے کے اوتار اُنھیں کر دے اس آفت سے بری
قتل راون ہو تو رہ جائے نہ بیداد گری — آئی مشرق سے صدا تب یہ تشفی سے بھری
جانتا ہوں میں جو وہ ظلم و ستم کرتا ہے
(۱۷)
جیسے رشیوں کو گرفتارِ الم کرتا ہے

تپ سے کشیپ[2] کے اَدِتی[3] کے جو ہوا خوش اِکبار — پاس جا کر یہ کیا میں نے تھا اُن سے اظہار
آرزو کچھ ہو اگر دل میں تو اے نیک شعار — مانگ لو مجھ کو نہیں کچھ بھی تمھیں دینے میں عار
تب کہا مجھ سے اُنھوں نے تھا کہ اے کانِ کرم
(۱۸)
دیکھنا چاہتے ہیں آپ کی ہم شانِ کرم

التجا ہے یہ قبول آپ اِسے فرمائیں — ہم زمانے میں پسر آپ کے ایسا پائیں
داغ فرقت کا نہ پھر آپ مجھے دکھلائیں — یعنی خود آپ مرے رشتۂ جاں ہو جائیں
آج کل ہیں وہ اجودھیا میں شہنشاہِ اودھ
(۱۹)
مہر دشرتھ ہیں تو کوشلیا جی ہیں ماہِ اودھ

[1] लोकपाल
[2] कश्यप
[3] अदिति

جلوہ گر ہونگا مع انشوں[1] کے میں جاکے وہیں ہوگا وعدہ وہ وفا ہوگی سُبکدوش زمیں
یوگ مایا مری شکتی[2] ہے جو عالم میں مکیں ہوگی متھلا میں جنک جی کے یہاں جلوہ گزیں

کہہ کے یہ ہوگئے غائب وہیں نظروں سے ہری
(۲۰)
دیوتاؤں سے یہ تب بات چترمکھ نے کہی

رام کے نام سے رگھوراج میں دشرتھ کے یہاں عہدِ سابق کے وفا کرنے کو ہونگے وہ عیاں
دور دُکھ درد کا کر دینگے تمھارے بھی نشاں اب جو کرنا تمھیں لازم ہے وہ کرتا ہوں بیاں

گلشنِ دہر میں کچھ روز کرو جاکے قیام
(۲۱)
وانروں[3] ریچھوں کے قالب میں پئے طاعتِ رام

اُس طرف کہہ کے یہ برہما تو گئے اپنے وطن خرس و میموں کی ہوئے شکلوں میں یہ جلوہ فگن
ایک سے ایک تھے بڑھ کر وہ قوی کوہ شکن جن سے ہلتی تھی زمیں خوف میں تھا چرخِ کہن

آکے دنیا میں بسے رحمتِ باری کے لئے
(۲۲)
رام کی یاد تھی ایّام گزاری کے لئے

غزل

بڑھایا جب شہِ راون نے دنیا بھر میں شر اپنا نہ دیکھا دیوتاؤں نے بھی تنگ آکر گذر اپنا
گئے فریاد لے کر پاس برہما کے بصد کلفت کہا رو کر زمیں نے اُن سے حالِ پُر خطر اپنا
وہاں سے آخرش مل کر گئے سب چھیر[4] ساگر کو بِدھاتا کو بھی جب آیا نہ کوئی بس نظر اپنا
اُنھوں نے کی دعا جاکر وہاں باگریہ و زاری کہا اب فضل تو ہی ہم پہ کر جگدیشور اپنا
صدا آئی کہ دشرتھ نے ریاضت کے عوض مجھسے کہا تھا مجھ کو ہونے کے لئے نورِ نظر اپنا
اُدھر بردان کو پورا کروں گا دہر میں جاکر اِدھر نخلِ ارادت ہوگا یہ بھی بارور اپنا
کہا برہما نے تب سب دیوتوں سے شکلِ میموں میں کرو جاکر زمیں پر وقت راحت سے بسر اپنا

کریگا جلد تم پر فضل اپنا اب وہ نارائن
سمجھتا ہے جسے دنیا میں ہر فردِ بشر اپنا

[1] अंशों
[2] शक्ति
[3] वानरों
[4] छीरसागर

سوئیا۔ نشٹ بھئے سب ہی شُبھ مارگ بھار بڑھیو دھرنی اکُلائی
ہوئیکے سبھیت گئے بدھ لوک سبے سُر گو تن بھومی بنائی
جائے سبے پُن چھیر سمُدر برنچ سمیت پرشست سنائی
دھیر دھرو دھرنی سُر سدّھ بھئی نبھ بانی مہا سُکھدائی

دوہا۔ دشرتھ کے گرہ پرکٹ ہوئے کریہوں میں سب کام
راون بدھ نشچر دلن مہی سُر مُنی ابھرام

سرگ تیسرا

رام جنم اور بال چرتر

راجہ دشرتھ پسر اج کے جو تھی زیرِ قدم
اب اجودّھیا کا بھی کرتا ہوں میں کچھ حال رقم
باغِ دل جنکا نہ تھا گلشنِ فردوس سے کم
جملہ اسباب تھے راحت کے جنھیں جگ میں بہم
تھا نہ طاقت میں کوئی دہر میں ثانی جن کا
نام مشہور زمانہ میں تھا دانی جن کا (۱)

رعیت اور دھرم پہ رہتی تھی سدا جن کی نگاہ
تھی جنھیں اپنی رعایا کی دل اور جان سے چاہ
کبر و نخوت کی نہ رکھتے تھے کبھی سر پہ کلاہ
نورِ الطاف تھا چہرہ پہ عیاں صورتِ ماہ
مال و دولت سے تھا معمور خزانہ جن کا
حکم لاتے تھے بجا اہلِ زمانہ جن کا (۲)

सवैया—नष्ट भये सब ही शुभ मारग भार बढ़्यो धरनी अकुलाई ।
होइ के सभीत गए विधि-लोक सबै सुर गो-तन भूमि बनाई ।
जाइ सबै पुनि छीर-समुद्र विरंचि-समेत प्रशस्ति सुनाई ।
धीर धरो धरणी सुर सिद्ध भई नभवाणि महासुखदाई ॥

दो०—दशरथ के गृह प्रकट होइ, करिहौं मैं सब काम ।
रावन-बध निशिचर-दलन, महि-सुर-मुनि-अभिराम ॥

دشمنوں کا نہ تھا جن کو کبھی کچھ خوف و خطر — استراحت میں ہوا کرتے تھے دن رات بسر
سبز و شاداب تھا ہر باغِ تمنّا کا شجر — رنج کچھ تھا تو یہی تھا کہ نہ تھا نورِ نظر
اور دل میں نہ کوئی حرص و ہوا تھی اُنکے
لیکن اس درد کی بس میں نہ دوا تھی اُنکے (۳)

خانۂ مرشدِ کامل میں بصد حسرت و یاس — جاکر اک روز بہت عجز سے کی اُنکی سپاس
راجہ دشرتھ نے کہا اُن سے یہ تب ہو کے اُداس — آپ ہی ہیں مرے اس قصرِ مسرّت کی اساس
آپ کے لطف سے ہر چیز بہم ہے مجھ کو
آپ کے فضل سے فکر اب نہ تو غم ہے مجھ کو (۴)

آپ کی مجھ پہ عنایت ہے یہ مُنِ ناتھ کہ آج — اس جہاں میں نہ رہا میں کسی شئے کا محتاج
اک فقط رنج اگر ہے تو یہی ہے کہ یہ راج — ہونے والا ہے مرے بعد ہی بے صاحبِ تاج
آپ کی فرطِ نوازش سے مگر دور نہیں
ہو مرے دل سے جو یہ رنج بھی کافور کہیں (۵)

پیرِ کامل نے کہا سُن کے یہ افسانۂ غم — جانے والی ہے یہ تشویش بھی اب سوئے عدم
ہوں گے جب چار پسر صاحبِ اقبال و حشم — جن کے آگے ہیں سدا سجدہ کُناں ہفت خیم
جیسے ہو شرنگ[1] رکھیشر کو بُلا لو جلدی
یگیہ کے واسطے سامان منگا لو جلدی (۶)

(حال شرنگ رشی)

کہا بسسٹ سے دشرتھ نے سُن کے یہ گفتار — کہ اے نسیمِ ریاضِ تصوّف و اسرار
برنگِ ابرِ گہر بار آپ کا ہے کرم — بسانِ مہرِ درخشاں ہے گیان لیل و نہار
ہیں کون شرنگ رشی نام یہ ہوا کیوں کر — ہیں کس کے نورِ نظر اور کیا ہیں اُنکے شعار
سُنی یہ شہ کی جو تقریر پیرِ دانا نے — تو ہو کے شاد حقیقت کا یوں کیا اظہار
ببھانڈک[2] ہیں رکھیشر جہاں میں اک مشہور — کہ جن کا جامِ عبادت ہے پریم سے سرشار
نہیں ہیں کچھ وہ تپوبل میں کم بدھاتا سے — عیاں ہیں قادرِ مطلق کے اُن پہ سب اسرار
اُنھیں کے کشتِ ریاضت کے ہیں یہ پاک ثمر — اُنھیں کے گلشنِ طاعت کے ہیں یہ بادِ بہار

(1) शृङ्ग ऋषीश्वर
(2) विभाण्डक

بیان تم سے میں کرتا ہوں اب وہ حال تمام ۔۔ کہ جس طرح ہوا شرنگی کا دہر میں اوتار
لگا کے یاد میں پر برہمہ کی اکھنڈ[۱] سمادھ ۔۔ ببھانڈک نے کیا تپ بہت دنوں اکبار
نظر پڑی اُسی اثنا میں اُربسی جو اُنھیں ۔۔ زمینِ دل پہ ہوا تخمِ عشق کا اظہار
ٹپک کے رہ گیا اُس حوض میں وہ قطرۂ پاک ۔۔ کہ جس میں محوِ عبادت تھے وہ خجستہ شعار
اُسی کو پی گئی پانی کے ساتھ اک ہرنی ۔۔ حمل کے جس سے ہوئے اُسمیں سب عیاں آثار
اب اُس غزالہ کا کہتا ہوں تم سے حال ہی کچھ ۔۔ ہوئے شکم سے عیاں اُسکے کیوں مُنیش کمار
تھی دیو کنّیا وہ پہلے کسی خطا پہ مگر ۔۔ دعائے بد اُسے برہما نے دی تھی یہ اکبار
کہ جا کے جگ میں مرگی ہو کے کر بسر اوقات ۔۔ جنے گی جب تو رشی پتر ہوگا تب نستار[۲]
اُدھر تھی قدرتِ عالی ادھر تھا تخمِ رشی ۔۔ کہ جس سبب سے یہ پایا تھا اُسکے نطفہ قرار
رہے وہ بس اُسی صحرا میں بعدِ پیدائش ۔۔ تھے سر میں سینگ کے ہر دو طرف عیاں آثار
اسی سبب سے پڑا نام اُن کا شرنگ رشی ۔۔ وہ محو رہتے تھے یادِ ہری میں لیل و نہار
علاوہ اپنے پدر کے بہ شکلِ انسانی ۔۔ نظر پڑا نہ تھا اُن کو کوئی بشر زنہار
اُنھیں دنوں میں شہِ روم پاد نے اکدن ۔۔ بتایا تھا کوئی ناقص برہمنوں کا وچار
اُسی سے شاپ دیا تھا برہمنوں نے اُنھیں ۔۔ کہ چشمِ قومِ برہمن میں ہو ذلیل و خوار
نہ ہوگی راج میں بارش ترے مزید بریں ۔۔ کہ غم سے جس کے رعایا بھی ہوگی زار و نزار
برہمنوں کی سُنی بد دعا یہ شاہ نے جب ۔۔ تو سر جُھکا کے ہوا ملتمس کہ اے ابرار
تمھارا سایۂ رحمت ہے وادیٔ ایمن ۔۔ تمھارے عفو کا دنیا میں گرم ہے بازار
ہو جس طریقہ سے بارش وہ کیجئے ترکیب ۔۔ ہے آپ لوگوں کے ہاتھوں میں دارو بیمار
کلام سُن کے یہ راجہ کا دردمندی سے ۔۔ یہ بولے سوچ کے کچھ اُس سے صاحبِ زُنّار
جزائے خیر سے اپنے اگر تو باز رہے ۔۔ تو اِندر کو بھی نہ بارش سے ہو ذرا انکار
یہ سُن کے بحرِ تفکّر میں غوطہ زن وہ ہوا ۔۔ وفورِ غم کے سبب آنسوؤں کے بندھ گئے تار
جو دیکھا رنج یہ اک مہرشی نے فرمایا ۔۔ کہ ایک شکل ہے کرتا ہوں تیرے گوش گذار
کہ آئیں شرنگ رشی سلطنت میں تیری اگر ۔۔ خدنگِ ناز سے حوروں کے ہو کے دل افگار
تو ابرِ فضل سے ایشور کے جلد ہو بارش ۔۔ ہر ایک خطۂ زمیں کا ہو صورتِ گلزار

[1] अखंड समाधि
[2] निस्तार

رہے نہ دوش ترا اور نہ دُکھ رعایا کا
چھپا دے نیّرِ طالع بھی کوکبِ اِدبار

سخن یہ روح فزا سُن کے فرطِ عشرت سے
برہمنوں کو دیئے شاہ نے دُر و دینار

پھر آ کے تختِ حکومت پر اپنے بعد ازاں
بُلا کے نیز وزیروں کو برسرِ دربار

کہا یہ شہ نے کہ ترکیب ہو کوئی ایسی
کہ جس سے شرنگ رشی کا ہو سلطنت میں گذار

مشیر کاروں نے تب عرض کی یہ شہ کے حضور
کہ ہوں زنانِ خوش اندازِ مملکت تیار

وہ لائیں جا کے کسی طور سے یہاں اُن کو
ادا و غمزہ و شوخی دکھا دکھا کے ہزار

یہ حکم پا کے ہوئیں اپسرائیں جب پابوس
تو ہاتھ جوڑ کے اُن میں سے بولی اک عیّار

ہے حکم آپ کا منظور جان و دل سے ہمیں
نگاہِ لطف پہ ہیں ہم دل اور جاں سے نثار

سجا کے بعد ازاں ایک کشتیٔ رنگیں
لگا کے اُس میں کئی قسم کے نئے اشجار

الاپتے ہوئے سب راگ اور راگنیاں
بجا کے چنگ و نفیری مردنگ اور ستار

چلائی کشتی سوئے خانۂ شرنگ رشی
بہ ناز و عشوۂ و انداز قابلِ دیدار

قریب اُن کی کُٹی کے ہوئیں وہ جا کے مقیم
کیا گلوں سے پھر آراستہ وہ قُرب و جوار

بشکلِ مرد تب اُنمیں سے ایک غنچہ دہن
عیاں لبوں پہ تھی جس کے تبسُّم اظہار

فدا تھی چشمِ غزالیں پہ نرگسِ شہلا
خرامِ کبک دری کا جواب تھی رفتار

مہیّا کر کے سب اشیائے خوش مزہ و لطیف
سجا کے تھال میں بھی طرح طرح کے اثمار

قریب جا کے ہوئی ملتمس وہ یوں اُن سے
کہ آپ ہیں مہِ کامل درِیں زمانۂ تار

ہیں آپ ملکِ ریاضت میں شہرۂ آفاق
ہیں آپ نخلِ عبادت کے برگ آپ ہی بار

بِبھانڈک ہیں کہاں آپ کے پتا اس وقت
خدیوِ کشورِ عرفاں ہیں جو بزرگ تبار

یہ کہئے اب ہیں گذرتے تو دن بہ آسائش
خلل رساں تو نہیں زُہد میں کوئی بدکار

پری رُخوں کی تو یہ رہگذر نہیں ہے زمیں
ہری بھری تو ہے اس سرزمیں کی پیداوار

یہ آرزو تھی کریں آپ کی قدمبوسی
ہے کھینچ لائی یہاں مجھ کو خواہشِ دیدار

جواب میں یہ رشی شرنگ نے کہا اُس سے
جو دیکھا روئے منوّر پہ جلوۂ کرتار

ہوا جو آپ کا دیدار ہے یہ بہرہ وری
زہے نصیب نصیبہ مرا ہوا بیدار

بچھا کے بعد ازاں رِشی نے ایک کُش آسن
بٹھا کر اُن کو کیا اُن سے تب یہ استفسار

ہے کس کا گلشنِ دل جس کے نونہال ہیں آپ — ہیں جس کے آپ گلِ تر وہ کون ہے گلزار

یہ سوچ کر کہ کہیں رازِ دل نہ کھل جائے — جواب میں یہ پس از غور بولی وہ مکّار

ہر ایک شہر ہے میرے وطن کا رشکِ چمن — ہیں کانِ لعل و زر و سیم سارے سنگ و عقار

نہیں ہے دور یہاں سے بہت وہ فرشِ زمیں — ہے اُسکا فاصلہ اس جا سے میل بست و چہار

ہمارا دھرم ہے چھونے نہ دیں گے اپنا قدم — نہیں روا ہمیں کرنا کسی سے کچھ تکرار

بس اک یہی ہے مرے دل کی آرزو اسدم — ہوں آپ سے میں ہم آغوش تو ہو مجھ کو قرار

جواب میں یہ رشی نے تب اُس سے فرمایا — قبول کیجیے کرتا ہوں پیش جو اثمار

یہ کہہ کے اُس کو دیئے آنولہ جھنبیری۔ تل — ہنگوٹ[1] مولی کے کیلا کے خوش مزہ آچار

ذرا بھی قدر نہ کی اُن پھلوں کی اُس نے مگر — نگاہِ نفرت و ذم سے ہوئی وہ شکر گذار

اور اُن کے نذر کیے میوہ ہائے خوش لذّت — دیئے وہ تب جو نہ دیکھے تھے پان پھول افطار

لگا کے تب اُنھیں سینہ سے اپنے وہ گلرو — لپٹ لپٹ کے لگی کرتے اُن سے بوس و کنار

ہر ایک طرح کیا عشق میں اُنھیں مفتوں — بچھا کے بعد ازاں دامِ زلفِ عنبر سار

یہ خوف کھا کے بھانڈک کہیں نہ آجائیں — بہ عذرِ نار پرستی ہوئی وہاں سے فرار

اِدھر شرنگی بھی جانے کے بعد اُس بُت کے — تپِ جدائی سے ڈوبے بہ لُجّۂ افکار

رِبھانڈک اسی اثنا میں آگئے اُس جا — نکلتے عشق کے شرنگی کے دل سے جب تھے شرار

پدر نے دیکھی جو فرزند کی یہ حالتِ غیر — تو اُن سے پوچھا بہ حیرت کہ اے نکو کردار

ہوا ہے کیا تجھے اور کیوں ہے تیرا حال زبوں — بنی ہے شکل بھی کیوں آج صورتِ میخوار

پڑا خلل تو نہیں روز کے فرائض میں — گذر کسی کا ہوا تو نہ تھا پئے اضرار

سنی پدر کی جو شفقت سے یہ بھری تقریر — کیا شرنگی نے تب واقعہ کا یوں اظہار

سناؤں آپ کو کیا موجبِ پریشانی — کہ ہو گئی ہے مجھے اپنی زندگی دشوار

یہاں پر آئے تھے ناگاہ ایک برہمہ رشی — اُنھیں کے بادۂ الفت کا ہے ہنوز خمار

نمایاں اُن کے تھے چہرہ سے انبساط و سرور — تھے رشکِ برگِ گُلِ سُرخ وہ لبِ گلنار

تھی چندر مکھ پہ ہنسی اُن کے دل لُبھانے کو — بنا لیا ہے مجھے جس نے مرغِ آتش خوار

وہ آنکھیں اُن کی تھیں گویا کھلے ہوئے تھے کمل — بندھے تھے رشتۂ زرّیں سے گیسوِ خمدار

[1] हिंगोट

تھا پیت بستر بدن پر تھی سونے کی کردھن
پڑے تھے دونوں کلائی میں دو طلائی سوار

جو دل لُبھالے وہ شیریں کلام تھا اُن کا
گلے میں بیش بہا موتیوں کا تھا اک ہار

چمک وہ دانتوں کی نظروں میں ہے ابھی باقی
ہوئے ہیں دل پہ مرے نقش اُنکے نقش و نگار

لپٹ لپٹ کے کیا ہر طرح سے پیار مجھے
عیاں تھا ہر دو طرف چھاتیوں کا قدرے اُبھار

مرے دیئے ہوئے پھل پھول مُول کچھ نہ لئے
نہ میرے چیر بسن کا ہی کچھ کیا ستکار[1]

عوض میں اُنکے دیئے اپنے پھول پھل مجھ کو
مری زبان کو توصیف جن کی ہے دشوار

گئے ہیں کہہ کے اگن ہوتر[2] کے لئے مجھ سے
بنا کے میرے دلِ زار کو وہ اپنا شکار

بتائیے مجھے ہے کونسا وہ تپ ایسا
ملا ہے جس کے سبب سے یہ اُنکو عزّ و وقار

یہی ہے خواہشِ دل اب کہ کچھ دنوں کے لئے
اُنھیں کے پاس رہوں ہو اگر نہ کچھ انکار

نگاہِ دل سے کیا تب بِبھانڈک نے نظر
تو ہو گیا اُنھیں معلوم موجبِ آزار

کہا پسر سے کہ ہوتا ہے یہ مجھے معلوم
گذر ہوا تھا کسی دیو کا سوئے کہسار

عیاں ہے اُنکی شجاعت - دلیری - ہمدردی
وجاہت اور شرارت اور اُن کے بد اطوار

ہے اُن کا کام عبادت میں رخنہ اندازی
دغا ہے اُن کی ہر اک چال ہیں پئے آزار

نہیں روا ہے رہے اُنکے ساتھ وہ ہرگز
کیا ہو جس نے تپو بل سے اپنے من کا سُدھار

خلاف دھرم کے ہے کوئی گر نہ قدر کرے
ہمارے پھول پھلوں کا کرے جو اِستحقار

ہمیں بھی چاہیئے صحبت سے اُنکی بس پرہیز
ہمیں بھی اُسکی نہیں کوئی چیز ہے درکار

گئے وہ لینے کو پھل پھول دوسرے دن جب
بُجھا کے آبِ ریاضت سے اخگرِ شربار

تو جاکے پہونچی وہ پھر شوخ دلرُبا اُس جا
جہاں یہ تھے وہ رشی پُتر کر کے سب شرنگار

خیال کچھ نہ نصیحت کا رہ گیا دِل میں
ملے لپٹ کے ہوئیں جبکہ اُس سے آنکھیں چار

کہا یہ بعدہٗ اُس سے شرنگی نے جب تک
یہاں پھر آئیں پتا بن سے لیکے پھل آہار

یہ آرزو ہے اِس اثنا میں چل کے ہم بھی ذرا
تمھارے باغِ بہشتی کی دیکھ آئیں بہار

یہ بات سُن کے ہوئی اپنے دل میں وہ مسرور
مگر نہ لب پہ مسرّت کا کچھ کیا اظہار

گئی وہ لیکے وہاں اُنکو اپنے ساتھ جہاں
لگائی پہلے سے تھی خوشنما گلوں کی قطار

بہانا کرکے دکھلانے کا اپنا تپ مسکن
بٹھایا کشتی پہ لے جاکے اُن کو آخر کار

(۱) सत्कार
(۲) अग्निहोत्र

دکھاکے غنج و دلال اپنا کر لیا شیدا ہوئی نہ کچھ اُنھیں محسوس ناؤ کی رفتار
وہ لیکے پہونچی وہاں دم کے دم میں کشتی کو کہ جس مقام پہ تھے رومپاد کے اسوار
خبر جو شہ نے یہ پائی کہ آئے شرنگ رشی تو جاکے پاؤں پہ رکھ دی بہ عاجزی دستار
پڑا زمین پہ جس وقت اُن کا پاک قدم ہوئی وہ بارشِ آبِ حیات سے گلزار
نصیب جاگ اُٹھے ہوکے رومپاد نے خوش لُٹایا زر کہ نہ باقی بچا کوئی نادار
محلسرا میں ازاں بعد اُن کو لے جاکر بیاہی دخترِ خود شانتا بہ عزّ و وقار
تب اس خیال سے قہر و غضب میں آکے کہیں بِبھانڈک نہ جلادیں ہمارے شہر و دیار
بُلاکے اُس نے کسانوں سے یہ کیا ارشاد کہ کچھ دنوں کو کرو جاکے رہگذر پہ قرار
اور آکے پوچھیں بِبھانڈک اگر یہ تم سے کہیں کہ کس کا ملک ہے اور کس کے ہیں یہ سب جاندار
تو عاجزی سے یہ کہنا تم اُن سے جوڑ کے ہاتھ ہیں آپ کے ہی یہ نورِ نظر کے سب امصار
ادھر کا حال تو کچھ ہو چکا بیاں تم سے بِبھانڈک کی سُنو اب ہوئی جو حالتِ زار
پلٹ کر آئے تو پایا نہ جب پسر کو وہاں خدنگِ رنج و الم ہو گیا جگر کے پار
لگاکے دھیان جو دیکھا تو ہو گیا معلوم کئے ہوئے کا ہوا رومپاد کے اظہار
غضب سے آنکھیں ہوئیں لال تیوریاں بدلیں ہوئے روانہ جب آیا نہ اُن کے دل کو قرار
تلاش کرتے ہوئے انگراج میں ہر سُو بہ طیش جانبِ چمپا نگر ہوئے سیّار
بہ وجہ کسلِ مسافات و نیز بہرِ طعام مقیم ہوکے کیا راہ میں یہ استفسار
ہے کون ملک یہ اور ہے یہ سلطنت کس کی رعایا شاد ہیں اور جس کے ہیں غنی شقدار
تو دست بستہ یہ گوالوں نے عرض کی اُن سے ہے آپ کے ہی پسر کے یہ لطف کا اظہار
سُنی یہ بات تو تسکیں ہوئی ذرا اُن کو کیا اُنھوں نے وہاں ایک رات استقرار
کیا تواضع نے جادو کا کام وہ دل پر کہ نشّۂ قہر کا سر سے ہوا سب اُن کے فرار
گئے وہ بعدہٗ اُس جا مثالِ بادِ سحر جہاں پہ شاہ کا چمپا نگر میں تھا دربار
ملا جو شاہ کو یہ نقد مُدعا دِل کا لُٹایا لعل و گہر ہو گیا ہر اک زردار
ہر ایک طرح مُدارات سے ہوئے خوشنود زنِ پسر نظر آئی پھر اُن کو خوش کردار
بِبھانڈک نے کیا تب پسر سے یہ ارشاد کہ چند روز کرو تم یہاں قیام و قرار

مُراد دل کی بر آجائے شاہ کی جس دم   زنخلِ باغِ حیاتت شود چو برخوردار
تو کرکے ترکِ جہاں کے تمام عیش و خوشی   ہے تم پہ فرض کرو وان پرست[1] کے آچار   वानप्रस्थ[1]
روانہ جب ہوئے کہہ کر یہ اُن سے برہمہ رشی   تو دست بستہ کیا شہ نے اُن سے استغفار
کہا یہ مُلک یہ دولت یہ جاہ و تاج و سریر   یہاں کی ساری رعایا تمام قصر و حصار
ہیں آپ ہی کی نوازش سے سب نصیب مجھے   زہے نصیب ہوا آپ کا مجھے دیدار
ہو سر پہ دستِ مبارک کا آپ کے سایہ   یہ آرزو ہے بس اے شجرۂ مُراد برار
دعائیں دے کے ہوئے شاہ کو وہ تب رخصت   اِدھر شرنگ رشی ہو کے حکم سے لاچار
رہے بہ خانۂ فرماں روا بہ عیش و نشاط   وہاں گرہست[2] کے کچھ روز تک کئے بیوہار   गृहस्थ[2]
حصولِ مطلبِ دل تب ہوا اُنھیں آخر   پسر سے ہو گئی آباد یعنی اُن کی کنار
تو شانتا کو لئے ساتھ اپنے شرنگ رشی   رہے قریبِ پدر اپنے جا کے نیک شعار
اگست مُن کی ہے سیوا میں جیسے لوپا مُدرا   فلک پہ روہنی جیوں چاند کی ہے خدمتگار
اُسی طریقہ سے صحرا میں شانتا بھی سدا   بس ایک خدمتِ شوہر ہی میں ہے لیل و نہار
بیان کر کے یہ قصّہ کہا بسسٹ نے تب   کہ ہو قبولِ تمھیں یگیہ کا اگر ہنجار

نکالو شکل کوئی آئیں جس سے شرنگ رشی
تو دورِ دل کا تمھارے ہو جلد تر آزار

(حال شرنگی رکھیشر تمام شد)

حکمِ دلخواہ یہ مُرشد سے جب اپنے پایا   چلدئے جلد اُنھیں لانے کو رگھوکل رایا
لا کے شرنگی کو بہ تعظیمِ اتم بٹھلایا   جوڑ کر ہاتھ جو مطلب تھا وہ سب بتلایا
دی دعا رِشی نے کہ مطلب ترا بر آئے گا
دل میں ہے جس کی تمنّا وہی مل جائے گا   (۷)

تب بسسٹ اور وہ مُرتاض جو تھے ماہرِ فن   اُن کو تعظیم سے بلوا کے کیا شہ نے ہوَن
کھیر اک طشتِ طلائی میں لئے آگ سا تن   پیش کی آ کے اگن دیو نے کہہ کر یہ بچن
دیوتاؤں کی بنائی ہوئی لو کھیر ہے یہ
آرزو جس سے بر آئے گی وہ تدبیر ہے یہ   (۸)

داغِ حسرت کا رہے گا نہ کوئی دل میں نشاں ہوگا پر برہمہ تمہارا بسرِ رشتۂ جاں
کھلکے یہ ہو گئے نظروں سے اگنی دیو نہاں بولے تب شرنگ رشی اُنسے کہ اے شاہِ جہاں

رانیوں کو اِسے تو جا کے کھلادے فی الفور
(۹) اس سے ہی نخلِ تمنّا میں ترے آئے گا بور

حکم دشرتھ نے سنا یہ تو بہ تعظیم و ادب چھو کے قدموں کو بسشٹ اور رشی شرنگ کے تب
نصف دی جا کے وہ کوشلیا کو از روئے طرب بھر دیا نصف سے کیکئی کا تب دستِ طلب

آرزو لے کے سمترا جو وہاں پر آئی
(۱۰) نصف دونوں سے اُسے کھیر وہ تب دلوائی

بارور کھا کے ہوئی کھیر ہر اک پٹ رانی گلشنِ دل کی وہ باقی نہ رہی ویرانی
دیکھ کر روئے منوّر کی قمر تابانی ہو گیا شرم کے مارے وہیں پانی پانی

روئے پُر نور کہاں اور کہاں تابِ قلم
(۱۱) کر نہیں سکتے بیاں اُس کو سب اربابِ قلم

بعد نو ماہ کے ایشور نے وہ دن دکھلایا شاہ کے نخلِ مرامات میں جب پھل آیا
چیت کی نومی تھی خوشوقت سماں تھا چھایا کرک[1] تھی لگن اور ابھجت[2] کا پڑا تھا سایا

دوپہر وقت شبِ ماہ تھی دن تھا منگل
(۱۲) جب ہوا عقدۂ مقصد شہِ کوشل کا یہ حل

قصرِ کوشلیا میں جب آ کے ہوئے جلوہ فگن بشو کرتار۔ جگنّا تھ۔ جگت بھار ہرن
مند مسکان۔ تھا ایٹ پیت برن زیبِ بدن چو بھجی روپ۔ کمل نین تھی کنڈل کی پھبن

لاکھوں سورج سے بھی تھی بڑھ کے مکٹ کی شوبھا
(۱۳) چھب یہ مکھ کنج کی ماتا کا مدھپ[3] من لوبھا

زائچہ اُن کے اب اوتار کا کرتا ہوں رقم آ کے جب عرصۂ ہستی میں پڑا اُن کا قدم
ماہ[1] اور مشتری[2] سرطاں[3] میں تھے دونوں بہم راہو کا خانۂ خوشہ[4] میں تھا سکّہ اُس دم

خوبیٔ وقت کہ میزاں[5] میں پڑا جا کے زحل[6]
(۱۴) پڑ گیا جا کے تھا اُس وقت مکر میں منگل

(1) कर्क
(2) अभिजित
(3) मधुप

(1) چندرماں - (2) برہسپت
(3) کرک - (4) کنیاں
(5) تلا - (6) سنیچر

(1) शुक्र (2) केतु (3) मीन

سورج - میکھ

برکھ - بدھ

شُکر[1] اور کیتُ[2] ہر اِک مِین[3] میں تھے خانہ پذیر — خُور بھی بُرجِ حمل میں تھا دکھاتا تاثیر

خانۂ ثَور میں اُس وقت تھا سیّارۂ تیز — مختصر یہ کہ ستارہ تھا ہر اک اپنی نظیر

شادمانی ہوئی حیرت بھی کچھ آئی اُن کو

(۱۵)

اَستُتی گا کے یہ ماتا نے سنائی اُن کو

اَستُتی

سَب دیوَن کے تُم دیو پَربھو جگ کارَن داس اُبارَن کو

جگدیش اَننت نروتّم ہو تُم گیان وِشیش پرچارَن کو

تُم موہ مدادِ سے دُور سدا تُم میں نہیں لیش وِکارَن کو

مَم گربھ سے آئے کے جَنم لیو نِج داسَن کے بھَے ٹارَن کو

سب وِشو میں یدّپی چھائے رہیو دھر رُوپ اَنیک پرکارَن کو

مَن مندر میں نِج داسَن کے بِہرو تُم موہ بِدارَن کو

شِیو شارَد شیش نہ جان سکے نہیں اَنت مِلیو چترانَن کو

کِم آیو ہیے مَم باس ہیے جیہی بھانُ مہی گِر کانَن کو

بھَوساگر گھور ترنگَن تے نِت چاہت پار ہوں جاوَن کو

اُترات کداچِت ڈُوبت ہوں نہیں کواُو ہے پار لگاوَن کو

स्तुति

सब देवन के तुम देव प्रभो जग-कारण दास-उबारन को ।
जगदीश अनन्त नरोत्तम हो तुम ज्ञान-विशेष प्रचारन को ॥
तुम मोह मदादि से दूर सदा तुम में नहिं लेश विकारन को ।
मम गर्भ से आय के जन्म लियो निज दासन के भय टारन को ॥
सब विश्व में यद्यपि छाय रहेउ धरि रूप अनेक प्रकारन को ।
मन-मंदिर में निज दासन के बिहरो तुम मोह विदारन को ॥
शिव शारद शेष न जानि सके नहिं अन्त मिल्यो चतुरानन को ।
किमि आयो हिये मम वास हिये जेहि भानु मही गिरि कानन को ॥
भवसागर घोर तरंगन ते नित चाहत पार हौं जावन को ।
उतरात कदाचित डूबत हौं नहिं कोउ है पार लगावन को ॥

چہُوں اور مہا تم چھائے رہیو کہُوں کھوج مِلیو نہیں ناوَن کو
اب تارَن کو بھو بارِدھِ تے موہیں پوت مِلیو اِن پاوَن کو
بَر دیجئے ناتھ دیانِدھِ سو نِت پریم رہے پَد پاوَن کو
مُکھ چندر کو باس رہے ہئے میں تم روپ مَدادِ نشاوَن کو
دھرِ بال سروپ انوپ رہو مَم گود پرمود بڑھاوَن کو
رچو لوک اَتھاہ سمُدّر پہ سیت چرتر پوِتر سُہاوَن کو

دوہا۔ ایوَمستُ کہی ماتُ سَن دیکھ گیان کی دھار
مند مند مُسکان سوں بولے شوبھاگار

خوش ہوا تجھ سے ترا دیکھ کے میں حسنِ طلب — خواہشیں دل میں ہیں جو کچھ ترے بر آئینگی سب
گیان ہو گا مرا تجھ کو نہ کبھی ہو گا تعب — جنم لینے کے بتا دوں تجھے اسباب میں اب
ظلم راوَن کا جو دنیا کے لئے بار ہوا
قیدِ آزار میں ہر عابد و دیندار ہوا (۱۶)

نشیچروں کے نہ ہوئی بار کی حامل جو زمیں — شیش بھی ہو گئے اُس پاپ سے جب وقت غمیں
تب دلا کر اُنھیں اُس غم سے رہائی کا یقیں — مجھ سے برہما نے کہا تھا کہ میں ہوں جلوہ گزیں
میں نے اُس وقت یہ بردان دیا تھا اُن کو
وعدہ اُس غم سے چھڑانے کا کیا تھا اُن کو (۱۷)

चहुँ ओर महा तम छाय रहयो कहुँ खोज मिल्यो नहिं नावन को ।
अब तारन को भव-वारिधि ते मोहिं पोत मिल्यो इन पाँवन को ॥
वर दीजिये नाथ दयानिधि सो नित प्रेम रहै पद पावन को ।
मुखचन्द्र को वास रहै हिय में तमरूप मदादि नशावन को ॥
धरि बालस्वरूप अनूप रहौ मम गोद प्रमोद बढ़ावन को ।
रचो लोक-अथाह-समुद्र पे सेतु चरित्र पवित्र सुहावन को ॥

दो०—एवमस्तु कहि मातु सन, देखि ज्ञान की धार ।
मन्द मन्द मुसकान सों, बोले शोभागार ॥

دہر کو گلشنِ بے خار بنانے کے لئے زاہد و عابد و عارف کو بچانے کے لئے
قیدِ آزار سے خلقت کو چھڑانے کے لئے شاپ نارد کا بھی سچ کر کے دکھانے کے لئے

جو مرا عہد تھا کر کے اُسے منظورِ نظر
(۱۸) جسم انساں میں ہوا آ کے ترا نورِ نظر

دل سے گر کوئی تری کی ہوئی اُستتی کو مُدام خود پڑھے یا کہ سُنے دُور ہوں اُسکے آلام
لے سکیگا وہ زباں سے دمِ آخر مرا نام پائے گا میری نوازش سے وہ مُکتی انعام

ہو گئے دے کے یہ بردان وہیں بال سرُوپ
(۱۹) بھومی دُکھ دَرد دَلَن۔ دیت نکندن سُر بھُوپ

اُن کا بچّوں کی طرح دیکھ کے رونا ماتا گود میں لے کے اُنھیں پتر کا کر کے ناتا
دیکھ کر جسم وہ اُن کا جو تھا سب کو بھاتا چھبِ سَرِت[1] روپ کمل نین بہت سُکھ داتا

بولی کچھ جوشِ مسرّت سے نہ دل بھر آیا
(۲۰) نخلِ حسرت ثمرِ نقد یہ گویا لایا

پا کے رونے کی صدا دوڑ کے آئیں داسی دیکھنے کے لئے وہ رُوپ سہج پر کاسی
سب مگن مَن میں ہوئیں دیکھ کے سُکھ کی راسی خوش ہوئے پا کے سماچار یہ سب پُر باسی

ہونے از بس لگی ہر سمت ہر اک جا شادی
(۲۱) دیوتا دینے لگے آ کے مبارکبادی

راجہ دشرتھ کو ہوئی جیوں ہی ولادت کی خبر پریم کی لہر اُٹھی قُلزُمِ دل کے اندر
جذبۂ شوق میں ہمراہ گُرُو کو لے کر زچّہ خانہ میں گئے خود پئے دیدارِ پسر

دیکھ کر اپنے مہِ نو کی وہ پیاری صورت
(۲۲) دل کے پردہ پہ نگاہوں سے اُتاری صورت

تب ادا کر کے وہ رسمیں ہیں جو ویدوں میں رقم دان راجہ نے دیئے کسوت و دینار و درم
بے نواؤں کے لئے کھول کے پھر بابِ کرم حسبِ خواہش کئے ہر طرح کے سامان بہم

کیکئی کا بھی اُدھر نخلِ تمنّائے دلی
(۲۳) لایا پھل اُس کو مرادِ دلِ ناشاد ملی

[1] छबिसरित

بھر گئی رانی سُمترا کی بھی آغوشِ اُمید — پا کے دو نورِ نظر تھے جو مثالِ خورشید
اب بتاتا ہوں میں گر جاتمھیں اوقاتِ سعید — آ کے اس دہر میں جس وقت ہوئے تھے وہ پدید

نخل کیکئی کا جس وقت ثمر لایا تھا
دہر میں ماہِ منور کا سماں چھایا تھا (۲۴)

تھی وہی چیت کی نومی تھی لگی مین لگن — پوشیہ[1] نچھتر[2] تھا نکلی نہ تھی سورج کی کرن
شکر[3] تھا لگن میں اور میکھ[4] تھا سورج کا وطن — بُدھ[5] تھا برکھ[6] میں تو کیا کیتُ[7] نے تھا دھن[8] کو گرہن[9]

راہو[1] تھا برج دو[2] پیکر میں تو برجیس[3] و قمر[4]
برج سرطان[5] میں ہر ایک دکھاتا تھا اثر (۲۵)

جب کہ تھا خانۂ میزاں[6] میں زحل[7] جلوہ گزیں — نیک ساعت تھی کہ مریخ[8] مکر[10] میں تھا مکیں
چشمۂ بخششِ ایزد سے تھی شاداب زمیں — شاد و خرسند رعایا تھی نہ تھا کوئی حزیں

طشتِ زرّیں و طلائی میں بھرے لعل و گہر
نذر راجوں نے کیے شاہِ اودھ کو لا کر (۲۶)

شادی و جشن کی ہر سمت ہوئی جلوہ گری — آ گئی در پہ عروسِ برکت بن کے پری
شہ کے ہر شاخِ تمنا میں ہوئی باروری — گود جس وقت سُمترا کی تواماں سے بھری

چیت کی تھی وہ ایکادشی[11] تھی لگی کرک لگن
ماہ اشلیکھا[12] میں جب آ کے ہوا جلوہ فگن (۲۷)

تھے ستاروں نے بُروج اپنے وہی سب پائے — جو جگت پت کے جنم لگن میں ہیں دکھلائے
سِدّھ مُن دیوتا سب آ کے نگر میں چھائے — دیکھ کر دھن کو اودھپت کے دھند[13] للچائے

چار پھل شاہ نے جب نخل میں پائے اپنے
جوشِ بہجت سے نہ جامہ میں سمائے اپنے (۲۸)

تھے طرب خیز کہیں کوس کہیں شہنائی — راگ اور رنگ کہیں پر کہیں بزم آرائی
تھی دکانوں کی سجاوٹ میں کہیں زیبائی — وید پڑھتے تھے برہمن بھی کہیں سُکھدائی

در و دیواروں کو منقوش بناتا تھا کوئی
اپنی تقدیر پہ پھولا نہ سماتا تھا کوئی (۲۹)

(1) पुष्य (2) नक्षत्र (3) शुक्र
(4) मेष (5) बुध (6) वृष
(7) केतु (8) धन (9) ग्रहण
۱ راہو - ۲ متھن - ۳ برہسپت - ۴ چاند
۵ کرک - ۶ تلا - ۷ سنیچر - ۸ منگل
(10) मकर
(11) एकादश
(12) श्लेखा
(13) धनद

پُر تکلف تھی کہیں انجمنِ حور و پری شاہ کی شاہ بہاراں سے ہوئی ہمعصری
سیم و زر ملک و مکاں پوشِشِ کمخواب وزری دان دیں دور ہوئی شہر سے دریوزہ گری
جو ملا جس کو وہیں اُس نے اُسے دے ڈالا
(۳۰) رہ گیا کوئی بھی محتاج نہ لینے والا

ساعتِ نیک ہوئی جب تو ہوا نام کرن بولے گورو دیو بسسٹ آکے یہ دشرتھ سے بچن
کوشلیا پُتر یہ چھب دھام سُکھد شیام بدن جس کا مُنن لوگ کیا کرتے ہیں ہر وقت مَنَن[1] — मनन[1]
سرو[2] ویاپک ہے جو۔ ہے جس سے ظہورِ ہستی — सर्वव्यापक[2]
(۳۱) رام نام اس کا ہے۔ اس سے ہے سرورِ ہستی

پرورش سارے زمانہ کی جو کرتا ہے مُدام کیکئی کا ہے پسر اس کا بھرت لال ہے نام
سر پہ ہے بارِ گراں جس کے زمانہ کا تمام مارنے کو ہے جو دشمن کے بہ رنگِ صمصام
دونوں فرزند سُمترا کے ہیں یہ سیم بدن
(۳۲) نام رکھتا ہوں میں ان کے لکھن اور شتروگھن

دی تھی کوشلیا نے جو کھیر ہوئے اُس سے لکھن تھی جو کیکئی نے دی اُس سے ہوئے شتروگھن
اُنس کی اپنے رفاقت میں ہوئے دونوں مگن منگل اور مود سے پَرِپُور[3] ہوا راج بھون — परिपूर[3]
رفتہ رفتہ وہ بڑھے شکلِ قمر دنیا میں
(۳۳) کبک ساں خوش ہوا ہر فرد بشر دنیا میں

رام نے طفلی میں زیور جو کئے زیب بدن اُن کا یوں کرتے ہیں گر جا سے بیاں کام دہن
برگِ پیپل سا طلائی تھا جبیں پر بھوشن[4] تابشِ حسن سے تھا جس کے خجل دُرِّ عدن — भूषण[4]
ہار ہیروں کا بہار اپنی جو دکھلاتا تھا
(۳۴) کوندنا چرخ پہ بجلی کا بھی چھپ جاتا تھا

جا بجا ہار میں تھے ناخنِ حارث ڈالے چشمِ بدبیں سے بچانے کو تھے گویا بھالے
نور کنڈل کا بڑھاتے تھے دو بالا بالے چرخ پر جیسے نمایاں ہوں قمر کے ہالے
کردھنی خوب تھی سونے کی کمر میں ڈالی
(۳۵) دل کو جھنکار تھی نوپُر کی لُبھانے والی

خوشنما رتن جڑے باہوں میں اُنکے جوشن — گوہری دُرج میں دنداں صفتِ دُرِّ عدن
دلربائی کے لئے شکل یہ تھی مند ہنسن — تشنہ لب عاشقِ مضطر کے لیے چاہِ ذقن
چل کے چال اپنی جب آنگن میں وہ دکھلاتے تھے
باپ ماں دل میں مگن دیکھ کے ہو جاتے تھے (۳۶)

راجہ دشرتھ جو بُلاتے تھے انھیں بہرِ طعام — عام بچّوں کی طرح کھیل سے آتے نہ تھے رام
کرتے پانے کی ہیں کوشش جنھیں یوگیش تمام — دھیان میں جس کے رہا کرتے ہیں شیو جی بھی مدام
مان کر آج اُسی برہمہ سے اپنا ناتا
دوڑتی پھرتی پکڑنے کو ہے اُس کو ماتا (۳۷)

اس طرح بال چرت رام جی دکھلاتے تھے — گرد آلود وہ کبھی ہنس کے خود آجاتے تھے
راجہ دشرتھ انھیں آغوش میں بٹھلاتے تھے — ہاتھ سے اپنے کھلا کر انھیں خود کھاتے تھے
حاجتیں سارے زمانہ کی جو بر لاتا ہے
پریم کے ہاتھ سے خوش ہو کے وہی کھاتا ہے (۳۸)

تھا ہر اک ماہ یہ طرزِ عمل کوشلیا — دیتی سو بھاگنیوں[1] کو تھیں وہ ملبوس و غذا
رہتی مصروف تھیں وہ رام کی سیوا میں سدا — خانہ داری کے امورات سے کچھ کام نہ تھا
حال یہ طرفہ میں اک دن کا رقم کرتا ہوں
جو کہا ماں سے اُسے ضبطِ قلم کرتا ہوں (۳۹)

بے طرح بھوک ستاتی ہے مجھے سُن مائی — کچھ نہ کچھ کھانے کو دے دودھ گھی بالائی
تھی جو اُس روز کسی کام سے وہ گھبرائی — کی نہ اُس بات کی ماتا نے کوئی شنوائی
مضطرب طفل مزاجی سے ہوئے رگھونندن
کر دیئے چُور وہیں دودھ گھی کے برتن (۴۰)

بھائیوں کو بھی دیا رام نے کچھ خود کھایا — لے کے کچھ ہاتھوں میں آنگن میں اُسے چھترایا
حال ماتا نے یہ بچوں کا جو اپنے پایا — مُسکرائیں وہ پکڑنے کے لئے دوڑایا
اُس کو آتی ہوئی دیکھا تو یہ چاروں بھاگے
لغزشِ پا سے اُدھر بڑھ نہ سکی وہ آگے (۴۱)

[1] सौभागिनियां

وصل میں برہمہ کے جس طور سے ہے کٹھنائی — زحمتیں ہوتی ہیں مایا کی بہت دُکھدائی
کھیل کر کھیل وہ جو بھکت کو ہوں سُکھدائی — آج ماتا کو دکھاتے ہیں وہی رگھورائی

آخرش دوڑ کے ماتا نے جو پکڑا اُن کو
ڈر کے مارے وہیں طفلی سے دیا رام نے رو (۴۲)

مامتا ماں کی بڑھی پریم سے دل بھر آیا — ہو کے خوش گود میں اپنی اُنھیں تب بٹھلایا
جال ہے سارے جگت کے لئے جس کی مایا — پریم کے بس ہے وہی آج چرا چر رایا

چاروں فرزند بڑھانے کے لئے پریم پرمود[1]
روز دکھلاتے تھے ماتاؤں کو یوں بال بنود[2] (۴۳)

کچھ دنوں بعد جو کچھ اور بڑھے راج کمار — کی ادا آگے گورو دیو نے رسمِ زنّار
وید وِدّیا میں ہر اک طور سے ہو کر ہشیار — بعدہٗ دیکھی دھنر وید[3] کی چاروں نے بہار

جاننے والے ہر اک شے کے بنانے والے
نیرِّ علم جہالت کے مٹانے والے (۴۴)

مصدرِ عقل و خرد مخزنِ جاہ و اقبال — معدنِ فہم و ہنر منبعِ الطاف و نوال
علم کو جس کے کبھی آ نہیں سکتا ہے زوال — دے جو تعلیم اُسے کس کی بھلا ہے یہ مجال

تھا یہ معمول کہ ہر صبح وہ فرخندہ شیم
پہلے ماتاؤں کے اور باپ کے چھوتے تھے قدم (۴۵)

کر کے نت کرموں کو تب لے کے کماں صبح و شام — صید کے واسطے جنگل کو رواں ہوتے تھے رام
مار کر صید جو تھے باعثِ آزارِ عوام — باپ کے پیشِ نظر کرتے تھے فرخ فرجام

لطف سے وقت بسر اپنا کیا کرتے تھے
منصبی فرض بھی جو کچھ تھا ادا کرتے تھے (۴۶)

غزل

مژدہ ہے اودھ کو یہ نسیم سحری کا — ہے بادِ بہاری کو محل خوش خبری کا
آئے پئے تہنیتِ شہ شاہِ بہاراں — پایا ہے ثمر آج جو راحت جگری کا

(۱) प्रमोद
(۲) बालविनोद
(۳) धनुर्वेद

ہیں رقص میں وہ اُنکے لبوں پر ہے تبسّم
پہنے ہوئے گلہائے چمن جامہ زری کا

ہیں فرطِ مسرّت سے نوا سنج عنادل
طاؤس کا ہے رقص کہیں کبک دری کا

خنداں ہے ہر اک شکل یہاں صورتِ غنچہ
چرچا بھی کسی جا پہ نہیں نوحہ گری کا

جس جا پہ ہو خود جلوہ فگن جلوہ مجسّم
اُس جا کی ہو کس طور بیاں جلوہ گری کا

کہتے ہیں سبھی شاہ سے ہو تم کو مبارک
اختر فلکِ بخت پہ یہ بہرہ وری کا

خوش ہو کے دیا اُس کو وہی جس نے جو چاہا
موقع ہے نراین یہی دریوزہ گری کا

ہے جوش پہ بحرِ کرمِ شاہِ اودھ آج
مِل جائے گا نقشِ کفِ پا تجھ کو ہری کا

سوئیا
بھوپت کے سُت چار بھئے سُکھ سندھُ مہا چھبی کھانی سُہائی
دیت نچھاور چیر بچتّر بھوشن سُندر دھینو منگائی
منگل مود اُچھاہ بھریو نگری سگری اَتی ہرش جنائی
شوبھا کے دھام بھئے جہاں رام سکے کو اُو کیسے چھٹا تیہی گائی

دوہا -
ہرش ونت سب چراچر کریں اپسرا گان
پائے دشرتھ چار سُت منگل مود ندھان
رام بھرت لچھمن سُبھگ رِپُوسودن وِکھیات
گو گج بسودھا آبھرن دیت دان پِتو مات

सवैया—भूपति के सुत चारि भए सुख-सिंधु महा-छबि-खानि सुहाई।
देत निछावर चीर विचित्र विभूषण सुन्दर धेनु मंगाई।
मंगल मोद उछाह भरयो नगरी सगरी अति हर्ष जनाई।
शोभा के धाम भए जहं राम सकै कोउ कैसे छटा तेहि गाई॥

दो०—हर्षवंत सब चरअचर, करहिं अप्सरा गान।
पाए दशरथ चारि सुत, मंगल मोद निधान॥
राम भरत लछिमन सुभग, रिपुसूदन विख्यात।
गो-गज-वसुधा-आभरण, देत दान पितु-मात॥

سرگ چوتھا

تاڑکا بدھ

کرکے اِس طور بیاں رام کے کچھ بال چرتر جن کے سننے سے ہو ہر اک دلِ ناپاک پوِتر
کہتے بر کھیت اُما سے ہیں کتھا اب وہ پچتر لے گئے مانگ اُنھیں جیسے رِشی وِشوامتر[1]
جنم کا راز یہ روشن جو ہوا مُن بر پر
آکے پہونچے وہ شہنشاہِ اودھ کے در پر (۱)

جب ہوا آنے کا رشی راج کے معلوم یہ حال لے کے دشرتھ گئے مرشد کو پئے استقبال
تخت پر لاکے بٹھایا اُنھیں باعزّ کمال جوڑ کر ہاتھ کیا بعد ازاں اُن سے سوال
کہئے کیا حکم ہے تکلیف جو فرمائی ہے
یا مری حسرتِ دیدار بُلا لائی ہے (۲)

پھل سے درشن کے ملا آپ کے مجھ کو آنند پایۂ بخت بلندی سے ہوا اور بلند
سُن کے دشرتھ کے اِن الفاظ کو ہو کر خُرسند وِشوامتر لگے کہنے پس از لمحۂ چند
اسٹمی خواہ اماوش کبھی جب آتی ہے
یا کوئی ساعتِ نیک اور جو ہو جاتی ہے (۳)

مورتوں کے لئے کرتا ہوں ہون کا آغاز ہوتے ماریچ و سُباہ آکے ہیں رخنہ انداز
اس لئے آپ سے ہے عرض یہ اے بندہ نواز صحبتِ رام و لکھن سے مجھے کیجے ممتاز
پوچھئے جاکے جو مُرشد کو بھی کچھ عار نہ ہو
قتلِ کُفّار ہو عُبّاد کو آزار نہ ہو (۴)

سُن کے تقریر یہ تھا جس میں نہاں حسنِ طلب فکر و تشویش سے تبدیل ہوئے عیش و طرب
ہو گئی دل میں تپش خشک ہوئے چہرہ و لب جاکے خلوت میں یہ مُرشد سے کہا شاہ نے تب
کہئے کس طور ہوں اب دونوں مُرادیں حاصل
قول پورا ہو نہ ویراں ہو مگر خانۂ دِل (۵)

[1] विश्वामित्र

عہدِ پیری میں ثمر تم سے تمھارے مجھ کو راحتِ دل یہ ملے۔ ہیں یہ دُلارے مجھ کو
گو کہ چاروں پسر آنکھوں کے ہیں تارے مجھ کو لیکن ان سب میں بہت رام ہیں پیارے مجھ کو
ہیں عصا یہ نہیں دینا ہے گوارا اِن کا
میری قوّت ہے ضعیفی میں سہارا اِن کا (۶)

تب کہا مُرشدِ دانا نے کہ اے نیک رہبر ہو کے تم پریم کے بس جس کو سمجھتے ہو پسر
خوف کچھ بھی نہیں یہ رام ہیں بے خوف و خطر وِشْو[1] کے روپ ہیں پر برہمہ یہی ہیں ایشور
ذاتِ کامل ہیں کسی کے بھی یہ محتاج نہیں
بہرِ پیکار انھیں حاجتِ افواج نہیں (۷)

اب میں کرتا ہوں بیاں تم سے وہ اسرارِ نہاں ہو گئے جن سے زمانہ میں یہ خود آج عیاں
رِشیوں اور مُنیوں کے جب دیت ہوئے دشمنِ جاں دیوتا آ گئے عاجز نہ ملی اُن کو اماں
خود ہی فرمایا تھا اوتار ہمارا ہوگا
نام گُم دہر سے اِن دیتوں کا سارا ہوگا (۸)

کہہ کے کچھ حال یہ دیتوں کے ستم کا تم سے اب بیاں کرتا ہوں میں عہدِ کرم کا تم سے
یعنی وہ قول جو تھا پہلے جنم کا تم سے جس سے خورشید یہ رگھوبنش میں چمکا تم سے
تم پر جاپت تھے کشپ نام سے مشہورِ جہاں
دیوتوں کی اَدِتی نام سے کوشلیا تھیں ماں (۹)

کی تھی تم دونوں نے جب سخت ریاضت بن میں پایا بردان تھا بھگوان سے جو تھے پن میں
پورا کرنے کا اُسی عہد کو اپنے من میں کر کے قصد آئے ہیں یہ آج بشر کے تن میں
شیش کے انش لکھن وِشْو کے آدھا ہیں یہ
چکر اور سنکھ کے رپوہن بھرت اوتار ہیں یہ (۱۰)

یوگ مایا شری لچھمی بھی جنک آج کے گھر رونق افروز ہوئیں نام سے سیتا کے اُدھر
مصلحت ہے مری دانست میں کوشک سے اگر سیکھ لیں جنگ کے یہ جا کے کمالات و ہنر
جا کے کر دیں کے ستمگاروں کو مغلوب یہی
ہوگا شادی کا بھی ان چاروں کی اسلوب یہی (۱۱)

[1] विश्व

دیوتاؤں کا یہی راز ہے اے شاہِ زمن   ناروا ہے اِسے ہر شخص پہ کرنا روشن
ہوگئی بات عیاں ساری سُنے جب یہ سخن   غوطہ زن بحرِ مسرّت میں ہوئے ہو کے مگن
رام و لچھمن کو شہنشاہ نے تب بُلوایا
دیکھ کر کوشکِ دانا کی طرف فرمایا   (۱۲)

کچھ دنوں بن میں کرو جا کے اطاعت اِنکی   جس طرح سے بھی ہو پوری ہو عبادت انکی
میری راحت ہے وہ اب جسمیں ہے راحت اِنکی   چشم ساں تن ہے مرا روحِ بصارت اِنکی
خوش ہوئے رام و لکھن حکم پِتا کا پا کر
اور لی ماؤں سے بھی اپنی اجازت جا کر   (۱۳)

لے کے تب تیر و کماں ترکش و شمشیر و تبر   دست بستہ ہوئے پھر آ کے کھڑے دونوں پسر
غنچہ دل لب پہ سکوں اُنکی تھی قدموں پہ نظر   تھا یہ مطلب کہ عطا ہو ہمیں اب حکمِ سفر
اُن کو سینہ سے لگا کر شہِ دشرتھ بولے
لیجئے دونوں یہ ہیں رتن مرے انمولے   (۱۴)

اُن کو پا کر ہوئے خوش ہو گئے آسودہ مُنیش   ہو چرنجیو یہ مُن راج نے دی اُن کو آشیش[1]
گر کے پیروں پہ شہنشاہِ اودھ کے جگدیش   ساتھ مُن بَر کے چلے اُن کی مٹانے تشویش
جا کے کچھ دور بٹھا کر اُنھیں تب پریم سے پاس
رِشی نے وِدّیائیں وہ دیں جن سے لگے بھوک نہ پیاس   (۱۵)

اِتی بَلا اور بَلا نام کی دونوں وِدّیا   دیوتوں نے تھیں ریاضت سے جو کیں مُن کو عطا
ضعف ہوتا ہی نہ تھا جن سے بدن میں پیدا   تن میں آتی تھی توانائی تو چہرہ پہ ضیا
بعدہ ناؤ پہ گنگا سے گئے پار اُتر
تاڑکا بن میں ہوا تینوں کا تب جا کے گذر   (۱۶)

یاد کرتے ہوئے ماں باپ کا وہ پیار دُلار   دیکھتے جاتے تھے ہر چار طرف بن کی بہار
گادھی سُت[2] نے یہ کیا رام کے تب گوشگذار   تاڑکا نام کی رہتی ہے اِسی جا بدکار
ہے وہ اک شہرۂ آفاق جفا کاری میں
اپنا ثانی نہیں رکھتی ہے ستمگاری میں   (۱۷)

[1] अशीष
[2] गाधिसुत

ظُلم سے اُس کے ہے کمُھلایا ہر اک غنچۂ دل
عابدوں کی بھی عبادت میں وہ ہوتی ہے مُخل
مارئیے اُس کو تو ہو دل کی تمنّا حاصل
قتل ایسوں کا نہیں جُرم سمجھتے عاقل

سُن کے یہ بات چڑھایا جو کماں پر چِلّا
(۱۸)
خشمگیں ہو گئی سُن کر وہ ستمگار صدا

سامنے آ کے پھر اِس زور سے نعرہ مارا
گونج اُٹھا شور سے اکبار گی جنگل سارا
حملہ آور ہوئی ان دونوں پہ وہ مکّارا
جوڑ کر تیر اُسے رام نے تب للکارا

ایک ہی تیر نے بس کر دیئے ٹکڑے تن کے
(۱۹)
خون کی نہر بہی جسم سے دھارا بن کے

روح تب تن سے جدا ہو کے بصد جاہ و جلال
یچھنی[1] روپ میں پیوست ہوئی مثلِ خیال
شاپ تھا مُن کا اُسے جس سے تھا دیتونکا سا حال
مُخلصی رام نے دی دور کیا اُس کا ملال

پھر کے تب رام کے گِرد اُس نے کیا اُنکو پرنام
(۲۰)
حُکم سے اُن کے وہ ہنستی ہوئی پہونچی سُر دھام

پھول خوش ہو کے ملائک نے وہیں برسائے
دونوں رام اور لکھن رشیوں کے دل کو بھائے
عقدۂ فکر کھلا پریم کے آنسو آئے
منتر ہتھیاروں کے کوشک نے اُنھیں بتلائے

داغِ دل دور ہوا مُن کی پریشانی کا
(۲۱)
ہو گیا دل میں یقیں سختی کی آسانی کا

غزل

ہوئی تمنّائے دل جو حاصل شہِ اودھ کا نصیب چمکا
خوشی کی نوبت لگی جو بجنے نشان باقی رہا نہ غم کا
سُنا جو کوشک نے اُن کا آنا سوئے اودھ وہ ہوئے روانا
سُنایا دشرتھ کو عابدانا تمام قصّہ غم و الم کا
جو دیکھا رگھوبر کا روئے انور دعا یہ آئی وہیں لبوں پر
کہ ہو ضیا بخشِ ہفت کشور یہ مہر اقبال اور کرم کا

[1] यच्छिणी

نہ بارِ خاطر ہو گر جدائی تو دُشمنوں سے ملے رہائی
ملے گی آفاق میں بڑائی کریں گے انصاف یہ ستم کا
ہوئے پدر سے وہ دونوں رخصت تو دی یہ اُنکو دعائے برکت
رہو سدا ہمرکابِ عشرت چھپے نہ سورج کبھی حشم کا
خدنگِ دل دوز ایسا مارا کہ کھا کے غش گر پڑی خود آرا
ہوا جگر اُس کا پارا پارا دکھایا رستہ اُسے عدم کا
شریر پاکر وہ پچّھنی کا گئی اُسی وقت سوئے جنّت
مٹایا رگھوبر نے شاپ اُس کا تو پاپ کاٹا جنم جنم کا
یہ رنج و راحت کے سب خزاین بدی و نیکی کے سب قراین
رہیں نہ باقی کبھی نرائن جو نقش دل پر ہو اُس قدم کا

سوئیا۔ یاچت بھوپ کِشور ہیں کوشک بھوپت بھے کر جور کے ٹھاڑھے
بولن چاہے نریش نہ بول سکے کچھو اشرو بلوچن باڑھے
پریم اِتے سُت کو اُت بھے مُنی راج کو پران پریو اَتی گاڑھے
لوچن دینھ یتھا بدھِ اندھیں لیت پرنت سوئی اب کاڑھے

دوہا۔ تب بسشٹ بہو بھانت سوں کیو بدھ اُپدیش
کہی رہسیہ رگھوناتھ کر میٹیو موہ کلیش
ہرکھیو نرپ گُورو بچن سُن سونپیو راجکمار
ہتی تاڑکا راہ میں کینھ تاسو اُدّھار

सवैया—याचत भूप-किशोरहिं कौशिक भूपति भे कर जोरि के ठाढ़े ।
बोलन चाहे नरेश न बोलि सके कछु अश्रु विलोचन बाढ़े ।
प्रेम इतै सुत को उत भय मुनिराज को प्रान परयो अति गाढ़े ।
लोचन दीन्ह यथा विधि अन्धहिं लेत परन्तु सोई अब काढ़े ॥

दो०——तब वशिष्ठ बहु भाँति सों, कियो विविध उपदेश ।
कहि रहस्य रघुनाथ कर, मेटयो मोह-कलेश ॥
हरष्यो नृप गुरु वचन सुनि, सौंप्यो राजकुमार ।
हती ताड़का राह में, कीन्ह तासु उद्धार ॥

سرگ پانچواں

اہلیا اُدّھار

بَن کے نظّاروں سے خوش ہوتے ہوئے لچھمن و رام ساتھ رِشی راج کے پہونچے بہ درِ خانۂ کام
مثلِ گلزار تھا دیکھا تو وہ دلچسپ مقام اک عجب منظرِ دلکش تھا پسندیدۂ عام
ہر کیاری چمنِ خُلد کا دم بھرتی تھی
دور سب کسلِ مسافت کو صبا کرتی تھی (۱)

موسمِ گُل نے بنایا تھا وہیں اپنا مکاں جا بجا صانعِ قدرت کے کرشمے تھے عیاں
ناز و انداز سے چلتی تھی نسیمِ بُستاں نہ نکلتی تھی کسی برگ سے بھی بوئے خزاں
آ کر اُس روز وہیں رام نے کی رات بسر
دوسری صبح سِدھ آشرم[1] پہ ہوا اُن کا گذر (۲)

یہ وہ استھان تھا رہتے تھے جہاں گادھی سُوَن پارساؤں کو عبادت کے لئے تھا یہی بَن
استراحت کو تھا رِشیوں کی یہ پاکیزہ چمن یہ جگہ وہ تھی جہاں کرتے تھے مُن لوگ مَنَن
عابدوں نے وہیں کوشک سے اجازت پا کر
کی ہر اک طور سے دونوں کی تواضع آ کر (۳)

صبحِ مشرق میں نظر جب شہِ خاور آیا تب مہامُن سے مہاراج نے یہ فرمایا
سرکشوں کو مجھے دکھلائیے کر کے دایا کون ہوتا ہے عبادت میں مُخل مُن رایا
آپ بے خوف ہوں مشغولِ عبادت مُن ناتھ
جس طرح ہوگا کرونگا میں حفاظت مُن ناتھ (۴)

بات سُن کر یہ کیا جیوں ہی ہَوَن کا آغاز ہوئے ماریچ و سُباہو وہیں رخنہ انداز
لحم و خوں پھینک کے تب کر کے بدن اپنا دراز جھپٹے یوں بھائیوں پر جیسے کسی مرغ پہ باز
حملہ آور جو شری رام نے پایا اُن کو
اپنے دو تیروں کا آماج بنایا اُن کو (۵)

(1) सिद्धाश्रम

جاکے ماریچ پہ ناوک نے دکھایا یہ اثر دم کے دم میں وہ گرا جاکے سمندر کے اِدھر
خوف کے مارے کچھ اس زور سے آیا چکّر جا بجا آنے لگے رام و لکھن اُس کو نظر
آتشی تیر اُدھر جاکے سُباہو کو لگا
گر پڑا گر کے جلا جل کے وہیں خاک ہوا (۶)

قتل لچھمن نے کیا فوج عدو کو جھٹ پٹ جس طرح فصل کو کر دیتا ہے پالا چوپٹ
سر پہ مُنیوں کے جو اب تک تھی مصیبت گئی ہٹ کارخانے گئے سب ظلم کے یک لخت پلٹ
دی دعا رِشی نے انھیں کر کے بڑائی کُل کی
دیوتا کرنے لگے چرخ سے بارش گُل کی (۷)

اُس طرف شبد سے جے جے کے تھا بھرپور گگن اس طرف ہوتے تھے مُن لوگ بہت دل میں مگن
سِدّھ جن کرتے تھے ایشوریہ[1] کا اُن کے برنن گود میں اپنی بٹھا کر انھیں تب گادھی سُون
ڈوبے چھب سِندھُ میں جب دل میں اُٹھی پریم ترنگ
حد خوشی کی نہ رہی دیکھا جو مُکھ چندر کا رنگ (۸)

کی ہر اک طور سے تب دونوں کی خاطرداری شاد مُن لوگ ہوئے دُور ہوئی دُشواری
تین دن اُن کو سُنا کر وہ کتھائیں ساری جو کہ ہیں مدرسۂ دیں میں ابھی تک جاری
چوتھے دن رام سے مُن بَر نے یہ ارشاد کیا
ہے دھنش یگیہ جنک نے ہے ہمیں یاد کیا (۹)

پوچھا ہے یگیہ وہ کیسا یہ کریں آپ بیاں کون کرتا ہے اُسے کس لئے ہوتا ہے کہاں
بولے مُن راج کہ متھلا میں ہے شیوجی کی کماں یگیہ کا اُس کے ہی ساماں ہے جنک جی کے یہاں
چل کے خود دیکھ لو تم اُسکو بتانا کیا ہے
ہوگا معلوم وہیں اُس کا فسانا کیا ہے (۱۰)

پہونچے تب رام و لکھن دونوں کے ہمراہ شتاب ساحلِ گنگ پہ ہوتا ہے جہاں دور عذاب
پھر کمل نین نے کوشک سے کہا کر کے خطاب کس کا مسکن ہے یہ نزدیک گُلوں سے شاداب
نہر صاف اِس چمنستاں میں نظر آتی ہے
پھول اور پھل سے ہر اک شاخ جھکی جاتی ہے (۱۱)

[1] ऐश्वर्य

نام کیا اس کا ہے بتلائیے اے بحرِ کرم　　ہیں زمانہ کے سب آرام اِسی جا پہ بہم
چلتی اٹھلا کے نسیمِ سحری ہے ہر دم　　دیکھ پڑتا نہیں کوئی بھی مگر نقشِ قدم
وہ جسے کھیل ہے سنسار کی ساری رچنا
آج حیرت ہے لگی اُس کو یہ پیاری رچنا　　(۱۲)

بولے کوشک کہ کسی وقت یہ شاداب زمیں　　باغِ جنت سے بھی تھی بڑھ کے طرب خیز کہیں
بلبلوں سے تھی بھری تھے یہیں اک عالِمِ دیں　　عابد و زاہد و عارف ہمہ دان و ہمہ بیں
تھے وہ اقلیمِ عبادت میں شہنشاہِ عباد
حکمراں ملک[1] زہادت میں رہا کرتے تھے شاد　　(۱۳)

پاک دل پاک روش نام تھا اُن کا گوتم　　بھول کر رکھتے نہ تھے نفس پرستی میں قدم
ہو کے خوش اُن سے چترمکھ نے بہ اندازِ کرم　　دختر اپنی اُنھیں بیاہی تھی بصد جاہ و حشم
گلشنِ حسن تھا یکتائے زمانا جس کا
رشکِ شمشادِ ارم تھا قدِ رعنا جس کا　　(۱۴)

نرگسی چشم سے نرگس بھی تھی پانی پانی　　ماہ کی عارضِ پُرنور میں تھی تابانی
شکل میں اپنا نہ رکھتی تھی جہاں میں ثانی　　حسن وہ دیکھ کے ہوتی تھی جسے حیرانی
دیکھی اک دن جو بہارِ چمنِ حسنِ بدن
اندر بھی بھول گیا اپنی شچی[2] اپنا وطن　　(۱۵)

جب ہوا دل پہ بہت حسنِ اہلیا کا اثر　　فکر سے آئی یہ تب وصل کی تدبیر نظر
گوتم اک روز سمجھ کر کہ ہوا وقتِ سحر　　جب نہانے کو گئے اندر نے تب آ کے اِدھر
شکل گوتم ہی کے ہم شکل بنائی اپنی
راہ ملنے کی تب اُس ماہ سے پائی اپنی　　(۱۶)

وصل کے بعد گیا تھا نہ ابھی دور کہیں　　لوٹ کر آ گئے گوتم اسی عرصہ میں وہیں
صورت اپنی سی جو دیکھی تو ہوئے چیں بہ جبیں　　پوچھا تو کون ہے انداز ہیں کیوں بر سرِ کیں
کیا تھا آنے کا سبب گر نہ بتائے گا ابھی
شاپ دیدونگا میں تو جان سے جائیگا ابھی　　(۱۷)

[1] गौतम
[2] शची

خوف سے کانپ کے تب اُس نے دیا مُن کو جواب — اندر ہے نام ملا ہے مجھے سُرپت کا خطاب
نشۂ عشقِ اہلیا سے میں ہو کر بے تاب — بے خودی تھی کہ ہوا مُرتکبِ کارِ عذاب
ہوں سزاوارِ سزا فعل سے نادم ہوں میں
(۱۸)
کیجئے مجھ پہ کرم آپ کا خادم ہوں میں

ہوں شرن آپ کی واجب ہے عنایت کی نظر — رحم ہو مجھ پہ ہے ورنہ مری دُشوار بسر
اندر کہہ کر یہ گرا قدموں پہ با دیدۂ تر — بددُعا طیش میں مُن آ کے یہ لائے لب پر
لے کے آیا تھا ہوس جس کی تو اے عہر شعار
(۱۹)
جسمِ ناپاک پہ تیرے وہ نمایاں ہوں ہزار

شاپ یہ اندر کو دے کر جو بڑھے گوتم پاک — سامنے آئی نظر اُن کو اہلیا غم ناک
اشک تھے آنکھوں میں تھی شکل پہ اُڑتی ہوئی خاک — خوف سے لرزہ۔ ندامت سے تھا سینہ صد چاک
تابِ غصہ نہ رہی نام کو مُن کے تن میں
(۲۰)
بولے تو سنگ کی مانند پڑی رہ بَن میں

کچھ نہ کھانے سے غرض ہو گی نہ پینے کی طلب — دھوپ بارش کی تکالیف تو سہ روز و شب
دھیان ہر آن ہو وہ باعثِ آرام و طرب — جس سے کٹ جائیں ترے پاپ مٹیں رنج و تعب
کوئی طائر بھی نہ مارے گا یہاں آج سے پر
(۲۱)
بھول کر بھی کسی جاندار کا ہو گا نہ گذر

جب ہزاروں برس اس طور سے کٹ جائیں گے — پاپ سنتاپ ہرن رام یہاں آئیں گے
داستاں ساری یہ کوشک انھیں بتلائیں گے — اُن کے آتے ہی بُرے دن یہ نہ رہ پائینگے
اُن کی بھکتی سے تو سب پاپوں سے نیاری ہو گی
(۲۲)
ہونگے ہم پھر ترے اور پھر تو ہماری ہو گی

بددعا دے کے گئے رشی تو ہمالہ کو اُدھر — شاپ نے اپنا دکھایا یہ اہلیا پہ اثر
ہو گئی گر کے یکایک وہ وہیں مثلِ حجر — دیکھئے وہ ہی شلا ہے یہ جو آتی ہے نظر
ہے یہی دخترِ برہما زنِ گوتم ہے یہی
(۲۳)
مُنتظر آپ کے دیدار کی ہر دم ہے یہی

چشمِ رحمت ہو اگر اس پہ تو یہ تر جائے   ساغرِ دل مئے عشرت سے ابھی بھر جائے
پاپ سب دور ہوں سنتاپ سراسر جائے   خاکِ پا آپ کی اُڑ کر اگر اس پہ جائے

چھُو کے پیروں سے کیا رام نے تب اُسکو پرنام
اور کہا ہوں شہِ دشرتھ کا پسر نام ہے رام (۲۴)

خاکِ پا رام کی لگتے ہی شِلا دور ہوئی   رونق افروز وہ مثلِ مہِ پُر نور ہوئی
روزِ روشن سے مُبدّل شبِ دیجور ہوئی   کلفتیں مٹ گئیں سب پاپ سے مغفور ہوئی

جلوۂ رام جو اُس دم نظر آیا تھا اُسے
یوں مہادیو نے گرجا سے بتایا تھا اُسے (۲۵)

ریشمی تھا تنِ پاکیزہ پہ پٹ پیت برن   ابرِ زرّیں کی ہو جس طور سے گردوں پہ پھبن
چار بھُج چکر گدا سنکھ پدم جلوہ فگن   رشکِ گلبرگ تھے لب صورتِ غنچہ تھا دہن

مند مُسکان تھی چہرہ پہ عیاں من ہاری
تھی چھٹا چندر کی مُکھ چندر پہ اُنکے واری (۲۶)

اُن کے سینہ پہ بھی شری بتس[1] کا تھا نور عیاں   نیل من کی سی چمک جسم پہ تھی جلوہ کناں
برق کا تابشِ زنّار میں ہوتا تھا گماں   پدکمل دونوں تھے بھگتوں کیلئے راحتِ جاں

ہو گیا جنم سپھل رام کا دیدار ہوا
خوابِ غم رہ نہ گیا بخت بھی بیدار ہوا (۲۷)

گر پڑی اُنکے قدم پر وہ ہوئے اشک رواں   یاد آیا اُسے گوتم نے کیا تھا جو بیاں
تب سمجھ کر وہ اُنھیں خالق و آرامِ جہاں   پھول پھل لائی پرستش کے لئے اُن کی وہاں

خوش ہوئی کر کے ہر اک طور سے پوجا اُن کی
اُستُتی کرنے لگی تب یہ اہلیا اُن کی (۲۸)

اُستُتی ۔ جے جے اسُراری جن ہنکاری جیتِ جیت بھگوانا
بھکتن سُکھ کاری نرتن دھاری رہت موہ مد مانا

[1] श्रीवत्स

स्तुति   जय जय असुरारी जनहितकारी जयति जयति भगवाना ।
भक्तनसुखकारी नर-तनु-धारी रहित मोह-मद-माना ॥

جے جگت نواسی گھٹ گھٹ باسی اتی شے کرپا ندھانا
برہما شیو شارد کووِد نارد کرت سدا گن گانا
شوبھا گن کھانی شیش نہ جانی مہما نگم پورانا
پہرے بن مالا بھجا بشالا کر سوہت دھنُ بانا
پد پدُم پراگا لہی دُکھ بھاگا جنم سپھل میں مانا
جے جے شری کنتا آدی نہ انتا بدھِ مہیش نہیں جانا
برہما دی مہیشا روپ وِشیشا پالت رچت وِناشت
ست رج تم کارن بھو بھے ہارن تینہوں لوک پرکاشت
جیہی پد نکھ پاون بہی سُہاون سُرسری کل مل ہارنی
مم شیش دھری جگدیش ہری تیہی دُھورِ کلیش نوارنی
دینہیو رِشی شاپا بھا پرِتاپا دارُن بپت اُٹھائی
اب سو میں جانا ہت کر مانا دیکھیوں چھٹا سُہائی
میں ادھم کُناری تم اگھ ہاری چرن شرن تو آئی
نج بھکتی سہاونی شیو من بھاونی دیجے موہیں رگھورائی

जय जगत-निवासी घट-घट-वासी अतिशय कृपा-निधाना ।
ब्रह्मा शिव शारद कोविद नारद करत सदा गुणगाना ।।
शोभा-गुण-खानी शेष न जानी महिमा निगम पुराना ।
पहिरे वनमाला भुजा विशाला कर सोहत धनु बाना ।।
पद-पदुम-परागा लहि दुख भागा जन्म सफल मैं माना ।
जय जय श्रीकन्ता आदि न अन्ता विधि महेश नहिं जाना ।।
ब्रह्मादि महेशा रूप विशेषा पालत रचत विनाशत ।
सत-रज-तम-कारण भव-भय हारण तीनहुं लोक प्रकाशत ।।
जेहि पद-नख पावन बही सुहावनि सुरसरि कलिमलहारिणि ।
मम शीश धरी जगदीश हरी तेहि धूरि कलेश निवारिणि ।।
दीन्हेउ ऋषि शापा भा परितापा दारुण त्रिपति उठाई ।
अब सो मैं जाना हित करि माना देखेंउ छटा सुहाई ।।
मैं अधम कुनारी तुम अघहारी चरणशरण तव आई ।
निज भक्ति सुहावनि शिव-मन-भावनि दीजै मोंहि रघुराई ।।

دوہا۔ بھگتی سہت جو پاٹھ کرِ یہ استتی من لائے
مکت پاپ سنتاپ سوں ہوئے برہمہ پد پائے
بانجھ سُنے جو پتر ہت اَتی اُتم سُت ہوئے
وِبھچاری گتی پاوئی وشے بھوگ سب کھوئے

غزل

جہاں میں ہر جگہ جلوہ ہے اُسکی خوش ادائی کا
زمانہ بھر میں چرچا ہے اُسی کی کبریائی کا
کروڑوں چاند سورج سے بھی بڑھ کر نور ہے اسمیں
مہ و خورشید کو ہے ناز در پہ جبہہ سائی کا
بڑھایا دروپدی کا چیر دھرو کو دی اچل پدوی
مٹا دارِ درپایا بپر[1] نے پھل آشنائی کا
وہ چاہے جسکو بخشے دم کے دم میں تاجِ شاہانہ
بٹھا دے گروہ چاہے شاہ کو جامہ گدائی کا
مٹادے نقشِ ہستی کا اشارہ سے اگر چاہے
ارادہ کیا عدو اُس سے کرے جنگ آزمائی کا
شِلا کو نازنیں کی شکل دی تارا اہلیا کو
مٹایا دل سے نقشِ کالجحر مُن کی جدائی کا
جواب بھی جاگ اُٹھے سوتے سے نارائن تو بہتر ہے
ملے گا پھر نہ عقبیٰ کے لئے موقع کمائی کا

سوئیا۔ پگ دھورِ سوں دِوّیہ شریر لہیو رِشی کی رمنی کرجورِ کہی
مگ جات ہو تات پیادہیں جو نہیں مارگ ایک پکھان رہی
ہت کینہ مہا رشی شاپ دیو پد پنکج لوچن لاہو لہی
مم شاپ مٹیو دکھ دوش کٹیو مُن بات کہی جو بھئی سو سہی

[1] विप्र

दो०—भक्ति सहित जो पाठ कर, यह अस्तुति मन लाय ।
मुक्त पाप संताप सों, होय ब्रह्मपद पाय ।।
बांझ सुनै जो पुत्रहित, अति उत्तम सुत होय ।
व्यभिचारी मति पावई, विषय-भोग सब खोय ।।

सवैया—पग धूरि सों दिव्य शरीर लह्यो ऋषि की रमणी कर जोरि कही ।
मग जात हो तात पयादहिं जो नहिं मारग एक पषान रही ।।
हित कीन्ह महा ऋषि शाप दियो पदपंकज लोचन लाहु लही ।
मम शाप मिट्यो दुख दोष कट्यो मुनि बात कही जो भई सो सही ।।

دوہا - بلی کے ہت جن پگن تے ناپیو تینہوں لوک
تن کی رج مم شر پرے مٹے شاپ دکھ شوک
بھکتی انوپم پائے کے پہونچی پتی کے دھام
نارائین دھکار توہیں جو نہ بھجسِ اس رام

سرگ چھٹواں

رام سیتا بیاہ

اِس طرح دیکھے اہلیا کو سُگت[1] دینِدیال — ساتھ کوشک کے بڑھے آگے وہ فرخندہ خصال
دیکھ کر روئے منوّر کی تجلّیِٔ جمال — بخت واقبال ہوئے دونوں رفاقت سے نہال
رام نے جاکے لبِ گنگ جو کی ناؤ طلب
جوڑ کر ہاتھ کہا اُن سے یہ ملّاح نے تب (۱)

حیرت انگیز اثر آپ کی لیلاؤں میں ہے — فرق کیا پتھروں اور کاٹھ کی ان ناؤں میں ہے
بات پہلے ہی سے مشہور یہ کُل گاؤں میں ہے — حُسنِ تکوینِ بشر آپ کے ان پاؤں میں ہے
دیتے پتھر کو ہیں جیون یہ سجیون ہو کر
کیسے پریوار کو پالوں گا میں نَو کا کھو کر (۲)

گر دپڑ جائے گی پیروں کی اگر اس پہ کہیں — اک پری بن کے یہ اُڑ جائیگی ہے مجھ کو یقیں
پرورش کے لئے کُل کی مرے بر روئے زمیں — اک سوا اس کے کوئی اور سہارا ہی نہیں
پیٹ پریوار کا میرے یہی بھر دیتی ہے
بال بچّوں کو اگر ہے تو یہی کھیتی ہے (۳)

[1] सुगति

दो०—बलि के हित जिन पगन ते, नापेउ तीनहुं लोक ।
तिन की रज मम शिर परे, मिटे शाप-दुख-शोक ॥
भक्ति अनूपम पाइ के, पहुँची पति के धाम ।
'नारायण' धिकार तोंहि, जो न भजसि अस राम ॥

پار جانا ہی اگر آپ کو ہے مدّ نظر دیجئے حکم لگن میں ابھی لاؤں جاکر
آزمائش کے لئے پاؤں کو دھوکر رگھوبر دیکھ تو لوں میں کہ کیا کاٹھ یہ ہوتا ہے اثر
یہ تو پتھر سے بھی اے رام جی ہلکی ہونگی
(۴)
خوف ہے اُڑ نہ کہیں جائیں ہماری ڈونگی

خوش بہت سنکے یہ تقریر ہوئے رگھورائی اور اجازت اُسے کہہ کر یہ عطا فرمائی
دور جس طور سے ہو چشمۂ دل کی کائی کر وہی جس سے مٹے وہم ترا دکھدائی
حکم یہ رام سے ملّاح نے جس دم پایا
(۵)
بھر کے پانی سے لگن کاٹھ کا فوراً لایا

پار اجداد کئے پہلے جو دھوئے وہ چرن بعدہٗ دور کیا اپنا ہر اک رنج و محن
لے گیا کشتی پہ پھر اپنی بٹھا کر آسن پار اُن کو جو ہیں بھوسندھ اگم پار کرن
تھی ایکادش وہ سُدی کوار کی جس صبح کو رام
(۶)
پہونچے متھلا میں کیا مُنیوں کے نزدیک قیام

پائی جس دم پسرِ گادھی کے آنے کی خبر نذر کے واسطے پھل پھول لئے لعل و گہر
اپنے ہمراہ شتانند کو بھی لے جاکر دھر دیا قدموں پہ مُنی ور کے جنک راج نے سر
دیکھ کر بھائیوں کے چہرۂ نورانی کو
(۷)
کر سکے ضبط نہ وہ جذبۂ روحانی کو

بولے کیا نام ہیں کس کے ہیں یہ دونوں فرزند روئے انور سے عیاں جن کے ہے اقبال بلند
دونوں نارائن و نر تن میں ہیں گویا پابند جن کے دیدار سے حاصل ہے مجھے برہمانند[1]
بات متھلیش کی سُن کر یہ پسندیدہ و خوب
(۸)
بولے کوشک کہ یہ ہیں سارے جہاں کے محبوب

آئے ہیں شکلوں میں انسان کی لے کر اوتار راجہ دشرتھ کے ہیں مشہورِ جہاں راجکمار
ہیں یہ رام اور یہ لکھن دونوں ہیں میرے غمخوار مانگ لایا ہوں انھیں بہرِ سزائے کفّار
تاڑکا کو فقط اک تیر سے مارا جس نے
(۹)
ہر لیا آتے ہی دُکھ درد ہمارا جس نے

(۱) ब्रह्मानन्द

دے کے ماریچ و سُباہو کو مع فوج شکست | تاڑ امُن پتنی کو تھی جو کہ شِلا میں پیوست
کر کے بیدادگروں کو یہ ہر اک طور سے پست | دیکھنے آئے ہیں اب یگیہ یہاں پر سرِ دست

دیکھ کر شیو کی کماں آپ جو دکھلائیں گے
ساتھ میرے یہ اجودھیا کو پلٹ جائیں گے (۱۰)

سُن کے کوشک کی یہ تقریر ہوا خوش دلِ زار | لے گئے ساتھ جنک تب اُنھیں اپنے دربار
رام و لچھمن کی مُدارات بہ صد عزّ و وقار | کر کے منتری کو بُلا کر یہ کیا تب اظہار

اس جگہ جلد وہ شیو جی کا دھنش منگوا دو
چکرورتی کے پسر ہیں یہ انھیں دکھلا دو (۱۱)

حکم منتری یہ گیا پا کے جو فی الفور اُدھر | بولے کوشک سے جنک آج جھکائے ہوئے سر
کھینچنے کو اِسے انسان و ملک شکلِ بشر | آئے تو کچھ نہ ملا اُن کو بجز یاس مگر

زور دار ایک سے اک آئے تو دنیا بھر کے
ہل نہ پایا یہ مگر پھر گئے طاقت کر کے (۱۲)

ہو گیا ہے مرا یہ عہد زمانہ میں عیاں | اپنی طاقت سے اٹھائیگا جو شیو جی کی کماں
چھتری بپر[1] گدا گر ہو کہ ہو شاہِ جہاں | بیاہ دوں گا اُسے سیتا کو نہیں اس میں گماں

تاب اٹھانے کی اسے کوئی مگر لا نہ سکا
فخر و اعزاز یہ دنیا میں کوئی پا نہ سکا (۱۳)

یہ کماں وہ ہے اُٹھانے کو جسے ایک ہی بار | زور شاہانِ زمانہ نے کیا تھا ناچار
ہل سکی تھی نہ ذرا اپنی جگہ سے زنہار | جس طرح ہل نہ سکے جز وزمیں ہو کے پچار

تھی خبر کیا مجھے یہ عہد غضب ڈھائے گا
کوئی شنکر کے دھنش کو نہ اُٹھا پائے گا (۱۴)

ہوتی اس بات کی پہلے سے اگر مجھ کو خبر | ہو گئے تاب و توانائی سے محروم بشر
عہد کرتا نہ میں یہ آج نہ ہوتا مضطر | اور پاتا نہ پشیمانی و غیرت کا ثمر

حیف تقدیر یہ لے کر کوئی آیا ہی نہیں
زوج سیتا کا تو برہما نے بنایا ہی نہیں (۱۵)

[1] विप्र

لا کے منتری نے اسی عرصہ میں وہ قوسِ گراں کھینچ لائے تھے ہزاروں جسے اُس جا پہ جواں
رام کے پیشِ نظر کر کے کیا حال بیاں جیسے خوش ہو کے عطا کی تھی وہ شیوجی نے کماں
اُس کو اک روز تھا سیتا نے ہٹایا جیسے
عہد شادی کا تھا یہ دل میں سمایا جیسے (۱۶)

تب کئے رام سے اِسطور یہ کوشک نے کلام کھینچ دو اس کو تو مل جائے جنک جی کو مرام
جانکی اور سُنینا[1] کی ہو تکلیف تمام فخر و اِعزاز کا حاصل ہو تمھیں بھی انعام
دیکھ کر ہار گئے راوَن و بانا اِس کو
اور ہلا پائے نہ دنیا کے توانا اِس کو (۱۷)

حکم پا کر یہ اُٹھے رام بصد جاہ و جلال اُنکے چہرہ سے نمایاں نہ طرب تھا نہ ملال
کر کے محسوس جو سیتا کی تھا تشویش کا حال دل میں اک بار کیا اپنے گُورُو جی کا خیال
جا کے نزدیک ابھی صرف اُٹھائی تھی کماں
کھینچ کر زہ نہ جھکائی نہ چڑھائی تھی کماں (۱۸)

یک بیک ہاتھ کے لگتے ہی کماں ٹوٹ گئی تھی جو فکرِ دلِ مغموم جنک چھوٹ گئی
یاس راجاؤں کی اُمید کا گھر لوٹ گئی اُن کی تقدیر تھا ارمان جنھیں پھوٹ گئی
جس طرح آئے تھے مُنھ لیکے سِدھارے اپنا
نُور کھو دیتے ہیں جیوں صبح کو تارے اپنا (۱۹)

دستِ نازک سے گری ٹوٹ کے جسوقت کماں اسقدر شور ہوا گونج اُٹھا سارا جہاں
ہفت اقلیم ہلے چرخ پہ آیا طوفاں چاند سورج کے بھی گھوڑوں کی گئی چھوٹ عناں
جاگ اُٹھے اپنی سمادھی سے جو تھے گوشہ نشیں
اپنے پیروں سے وہیں داب لی لچھمن نے زمیں (۲۰)

جلوہ گر ہو کے تب آکاش پہ برہم و شیو مہیش پھول برسانے لگے اُنپہ بہ ہمخواہ ِ خویش
شُہرہ گردوں پہ نگاڑوں کا تھا جے رام رمیش جس طرف سنئے صدا آتی تھی جے جے اودھیش
شاہِ متھلا کی کوئی حدِ مسرت نہ رہی
خواہشیں ساری بر آئیں کوئی حسرت نہ رہی (۲۱)

[1] सुनैना

پریم اور پریت سے سینہ سے لگایا اُن کو　　گود میں فرطِ محبت سے بٹھایا اُن کو
سربسر مردمکِ چشم بنایا اُن کو　　روپ جو دل میں تھا وہ اب نظر آیا اُن کو
رانیوں نے یہ خبر پا کے خوشی کے مارے
(۲۲)
دیدیئے دان میں محتاجوں کو زیور سارے

کرکے تب جانکی ماتا کا سراپا شرنگار　　زیوروں کی بھی دکھا کر تنِ زیبا یہ بہار
جشن کا راگ سناتے ہوئے سوئے دربار　　لے چلیں سکھیاں اُنھیں کرنے کو لوکک[1] بیوہار
مند مُسکان تھی۔ ہاتھوں میں طلائی مالا
(۲۳)
ماہ ساں جسم وہ سانچے میں تھا گویا ڈھالا

دیکھ کر مہر نما رام کے چہرہ کا جلال　　دل ہی دل میں ہوئیں سیتاجی بہت اپنے نہال
مُدعا اپنا ہوا شرم سے آنکھوں کو محال　　گا کے سکھیوں نے کہا اُنسے کہ ڈالو جیمال
دونوں ہاتھوں سے رماجی نے اُٹھائی مالا
(۲۴)
رام کی گردنِ زیبا میں پنھائی مالا

دیکھ کر نیچی نگاہوں سے وہ راجیو[2] چرن　　شکل آنکھوں میں تھی جنکی تھی لگی جن سے لگن
جانکی جی نے یہ چاہا اُنھیں چھولیں کہ معًا　　آگیا یاد اُنھیں رِشی پتنی کا آکاش گمن
کچھ تو اس وہم سے کچھ شرم سے مجبور ہوئیں
(۲۵)
حال سکھیوں نے جو دیکھا یہ تو مسرور ہوئیں

ہوچکے ختم رسوم اور فرائض جس دم　　جانکی جی چلیں ایواں کو مگر سُست قدم
ویاس جی کرتے ہیں یوں اُنکی وجاہت کو رقم　　سیکڑوں چاند تھے گویا تنِ اقدس پہ بہم
یا یہ کہیئے کہ تھیں خود حسن سراپا سیتا
(۲۶)
سربسر نور تھیں یا نور کا سانچا سیتا

جاکے کوشک سے کہی تب شہ متھلا نے یہ بات　　اے کہ سرچشمۂ اکرام و سراجِ ظلمات
چشمِ رحمت سے فقط آپ کی اے نیک صفات　　مل گیا آج مجھے یہ ثمرِ نخلِ حیات
بھیج کر دوت قبول آپ اگر فرمائیں
(۲۷)
شاہ کو ہم مع بارات یہیں بلوائیں

[1] लौकिक व्यवहार
[2] राजीवचरण

لکھ کے پیغامِ مسرّت کا وہیں پر نامہ — بعد ازاں کر کے بہ اعزاز رقم سر نامہ
قاصدِ چست و سبک گام کو دے کر نامہ — بھیجا متھلا سے اودھ راج کو خوش خط نامہ
نامہ بر لے کے چلا نامۂ عشرت جس دم
(۲۸)
بادِ صرصر ہوئی غیرت سے مثالِ شبنم

جب سنا یہ کہ جنک پور سے قاصد آیا — شاہ نے بر سرِ دربار اُسے بلوایا
سُن کے خوش رام کا اعزاز ہوئے رگھورایا — اُن کو گویا یہ مسرّت کا ملا سرمایا
لے کے اُس نامۂ عشرت کو خود آگے بڑھ کر
(۲۹)
راج دربار میں دشرتھ نے سنایا پڑھ کر

دے کے تب حکم کہ بارات کی ہو تیاری — ساتھ چترنگنی[1] سینا بھی چلے گی ساری
آمدِ جشن میں دیواروں پہ ہو گُل کاری — جوئے بخشش بھی غریبوں کیلئے ہو جاری
جا کے رنواس میں پھر پڑھ کے سنایا نامہ
(۳۰)
شتروہن اور بھرت کو بھی دکھایا نامہ

رانیوں کو یہ ملی بیاہ کی جس وقت خبر — دان بُلوا کے غریبوں کو دیئے لعل و گہر
جسطرف سنئے تھی آواز بدھائی کی اُدھر — رشکِ فردوس تھے سب جتنے اجودھیا میں تھے گھر
باجے بجتے تھے اور آنند کی سرسائی تھی
(۳۱)
نغمۂ شور کی ہر سمت صدا چھائی تھی

ہو گئی بات زمانہ میں یہ فوراً مشہور — بیاہ سے رگھوبر و سیتا کے ہوئے سب مسرور
جا کے تب عرض یہ کی شاہ نے مُن بر کے حضور — آپ ہی کی یہ عنایات و کرم کا ہے ظہور
دن بدھاتا نے جو یہ آج دکھایا مجھ کو
(۳۲)
شیو مہاراج نے اعزاز دلایا مجھ کو

پیرِ مُرشد نے کہا سُنکے یہ دشرتھ کے کلام — نیک کرموں کا تمھیں اپنے ملا ہے انعام
بھیج کر اب یہی لازم ہے کہ جلدی سے پیام — لیکے بارات کو متھلا میں کریں چل کے قیام
دل میں خوش ہو گئے یہ حُکم گورو کا پا کر
(۳۳)
خود ہی پیغامِ خوشی راجوں کو لکھا جا کر

(1) चतुरंगिनी से

سج کے بارات ادھر ہو گئی فوراً تیار راجگاں آئے اجودّھیا کے تھے جو با جگذار
کرکے گورُ دیو کو اور رشیوں کو تب رتھ پہ سوار رانیوں کو لئے ہمراہ بصد عزّ و وقار
چل دیئے شاہِ اودھ کہہ کے شری سِدّھ گنیش
(۳۴) آئے سب نیک شگوں اُنکو اُسی دم درپیش

بائیں جانب نظر آئی اُنھیں سبزک کی قطار کھیت میں دہنی طرف زاغ دکھاتا تھا بہار
ہر بشر کو ہوا مچھلی کا دہی کا دیدار سامنے گائیں ملیں کرتے ہوئے بچھڑوں کو پیار
صف ملی دہنی طرف پھر اُنھیں مرگوں کی کھڑی
(۳۵) ہر طرف چھیم[1] کی دیتی تھی صدا چھیم کری[2]

الغرض نیک شگوں پا کے یہ بارات چلی بادِ عشرت سے کھِلی شہ کی تمنّا کی کلی
جھول یوں ہاتھیوں پہ ہوتی تھی معلوم بھلی جس طرح ابر میں سورج کی کرن ہو نکلی
ناچ راکب کہیں رہواروں کا دکھلاتے تھے
(۳۶) رامشی نغمۂ دلچسپ کہیں گاتے تھے

پہلے اونٹوں کی تھی جن پر تھے لدے طبل۔قطار کوہ تن ہاتھیوں کی اُنکے ہی پیچھے تھی بہار
پھر پیادہ تھے لئے ہاتھ میں اپنے تلوار تب براتی تھے وہ سب جو تھے مراکب پہ سوار
تھے کہار اُس میں جو فینس کو اُٹھانے والے
(۳۷) تیز بڑھ کر وہ ہوا سے بھی تھے جانے والے

اُس طرف جب یہ ملا چلنے کا بارات کے حال جا بجا بھیجے جنک راج نے پکوانوں کے تھال
ندّی اور نالے وہ جن پر سے گذرنا تھا محال اُن پہ پُل ہو گئے تعمیر بہ تعجیلِ کمال
صاف سڑکیں ہوئیں راہیں نئی تعمیر ہوئیں
(۳۸) استراحت کے لئے اُن میں تدابیر ہوئیں

لے گئے سب کو جنک راج یہ تو قیر وہاں بڑھ کے سُرلوک سے بنوایا تھا جنواس جہاں
حال کس طور سے ہو اُس کی سجاوٹ کا بیاں پُرتکلّف تھا ہم عیش پئے پیر و جواں
جس کو جس شے کی تمنّا تھی وہی پاتا تھا
(۳۹) دیوتاؤں کا بھی من دیکھ کے للچاتا تھا

[1] छेम
[2] छेमकरी

آکے دشرتھ سے بغل گیر ہوئے گادھِ سُوَن دوڑ کر باپ کے قدموں پہ گرے رام و لکھن
پا کر اُن کو ہوئے یوں دل میں اودھ راج مگن جیسے نادار کوئی پائے جو انمول رتن
چشمِ نابینا کو مِل جائے بصارت جیسے
جسمِ بے جاں کو ملے روح کی نعمت جیسے (۴۰)

رکھ کے رام اور لکھن قدموں پہ گورُو دیو کے سر جا کے ماتاؤں کے قدموں پہ جُھکے نورِ نظر
گود میں لے کے اُنھیں پیار سے با دیدۂ تر لعل و زر ماؤں نے بیٹوں پہ کیئے نیوچھاور
تب ملے شترو دمن اور بھرت جی سے گلے
مِل کے احباب و اقارب سے وہ ایواں کو چلے (۴۱)

قصر تھا جس میں شہنشاہِ اودھ کا رنواس وِشو کرما نے بنایا تھا ہر اک اُسمیں سُپاس
دیکھ کر اُس میں جو موجود تھے سب بھوگ بلاس دیوتا بھول گئے اپنا وطن اِندر نواس
تھا ہر اک رخت مسرّت سے وہ معمور محل
صنعتِ صانعِ قُدرت سے تھا پُر نُور محل (۴۲)

مخملی فرش خیاباں پہ بچھا تھا نایاب جا بجا تھی در و دیوار پہ الماس کی تاب
خُلد کو بھی تھا ہر اک چیز سے اُس جا کی حجاب خوبیاں ایسی تھیں جس میں کہ نہ تھا جن کا جواب
تھا یہی قصر ہوئے جس میں شری رام مقیم
رِدّھیاں[1] جس میں تھیں سب لیکے سرانجام مقیم (۴۳)

دیکھ کر جوشِ کوشل[2] کی ہوئی مہمانی عین حیرت میں تھی عقل و خردِ انسانی
بات جو راز کی تھی وہ نہ کسی نے جانی سب نے متھلیش ہی کی اس میں بڑائی مانی
جانکی جی کی کرامات جو مرقوم ہوئیں
اک سوا رام کسی کو بھی نہ معلوم ہوئیں (۴۴)

اس قدر سب کی جنک راج نے کی پہونائی بھول کر یاد کسی کو نہ مکاں کی آئی
دلربا طرزِ تواضع جو وہاں کی پائی بن گیا جوشِ محبت سے ہر اک شیدائی
بیاہ کے پہلے یوں ہی ہفتوں وہ بارات رہی
اِک نئے طور سے روز اُس کی مدارات رہی (۴۵)

(1) ऋद्धियाँ
(2) कौशल

رہ گیا دہر میں جس وقت نہ بارش کا نشاں آیا اگہن کے مہینہ کا طرب خیز سماں
کر کے سامان ہر اک بیاہ کا تب اپنے یہاں جا کے دشرتھ سے جنک جی یہ ہوئے عرض رساں
ساعتِ نیک ہے اب حکم اگر مل جائے
بیاہ کی رسمیں ہوں سج بیاہ کی محفل جائے (۴۶)

الغرض شاہِ اجودھیا کو بہ اخلاص و ادب چاروں شہزادوں کو اور جتنی تھی بارات وہ سب
کُل گورو اور رکھیشر کا تھا جن جن کا لقب لیگئے ساتھ جنک جی اُنھیں تعظیم سے تب
ہاتھی گھوڑے پہ تو رتھ پر نظر آتا تھا کوئی
بیاہ تھا رام کا پھولا نہ سماتا تھا کوئی (۴۷)

مالکِ عرش و زمیں کا تھا یہ الطاف و کرم خلقتِ ارض و سما آکے ہوئی در پہ بہم
تھا ہجوم اتنا۔ تھی خالی نہ زمیں ایک قدم دوارپو جا کی تھی تیاری بصد جاہ و حشم
بھائیوں کی جوڑی کی در پہ سواری آ کر
آرتی اُن کی سُنینا نے اُتاری آ کر (۴۸)

خوش ہوئیں دیکھ کے خوش دامنیں چاروں داماد آئی گویا کہ بہ اکبارگی سب اُن کی مراد
لے گئے تب اُنھیں متھلیش وہاں با دلِ شاد تھا جہاں بیاہ کا منڈپ جو تھا خوبی میں زیاد
خوشنما ہیروں سے مرصوع ستوں تھے جسکے
تارِ زر نور میں پروین سے فزوں تھے جسکے (۴۹)

برہمن وید وہاں پڑھتے تھے سب ایک طرف دیوتا بیٹھے تھے دیدار طلب ایک طرف
تھی کھڑی ساری رعایا بہ ادب ایک طرف عورتیں نغمہ سرا تھیں بہ طرب ایک طرف
کرتی تھیں گان مدُھر راگ سے انو راگ کے راگ
شیام کلیان۔ بلاول۔ کبھی کھماچ۔ بہاگ (۵۰)

بیٹھنے کے لئے تب دے کے رتن سنگھاسن کُل پروہت نے جنک جی نے بہت ہو کے مگن
راج گورو دیو بسشٹ اور مُنی گادھی سُوَن دائیں بائیں جو شری رام کے تھے جلوہ فگن
دھو کے پیر اُن کے جنک راج نے پابوسی کی
شکل وہ رہ نہ گئی کُلفت و مایوسی کی (۵۱)

رام کے تب قدم پاک جنک نے دھو کر پریم سے اُس چرنودک[1] کو لیا رکھ سر پر
پا کے جن پد کملوں کو کبھی چترانن وہر طرفۃ العین کو بھی پھیر نہیں سکتے نظر
تر گئی دھول سے جن پاؤں کے ناری مُن کی
بھکت تفسیر کیا کرتے ہیں جن کے گُن کی (۵۲)

جن سے جگ پاونی سُرسر کا ہوا جگ میں ظہور دھیاں میں جن کے سدا پاتے ہیں جو گیش سُرور
دیکھ کر گرد اُنھیں پاؤں کی کرتے ہوئے دُور ہر بشر کرتا تھا خوش بختی کا اُن کی مذکور
پنچمی تتھی[2] - تھا برہسپت کا دن اور مین لگن
اُوترا[3] چاند کا تھا مہر کا عقرب مسکن (۵۳)

وید منتروں سے بدھاتا نے بصد دانائی جب کرایا شہ متھلا سے ہون سکھدائی
آہوتی اگنی نے خود آکے وہاں پر پائی کُل میں جو رسم تھی سورج نے وہ سب بتلائی
دیوتا آئے تھے سب ذکر ہو کس کا کس کا
بہرہ ور ہونے کو مقسوم تھا جس کا جس کا (۵۴)

تب بُلا کر شری سیتا کو جنک جی نے وہاں بیاہ کی رسمیں وہ کرتے ہیں جنھیں وید بیاں
کی ادا ساتھ سُنینا کے ہر اک بادل و جاں بے نواؤں کو ملے سیم و زر و لعل و جُماں
پاس متھلیش کے بیٹھی تھیں سُنینا ایسی
جلوہ گر شیل کے ہمراہ ہوں مینا جیسی (۵۵)

کر کمل جانکی کے ہاتھ پر اپنے رکھ کر اچھت اور جل سے دیا ہاتھ یہ رگھوناتھ کے دھر
کر چکے رسم جنک پانی گرہن[4] کی جو اِدھر کرکے سامان اُدھر مُنیوں نے پھیری بھانور
رام نے دستِ مبارک سے تب اپنے سیندُور
لے کے کی مانگ شری جانکی جی کی پُر نُور (۵۶)

لا کے تب سکھیوں نے کہبر[5] کی بھی کی رسم ادا سُرشتی جانکی کو رام کو گر راج سُتا
کور کو ہاتھ میں دے کر بصد انداز و حیا اُن کو سکھلاتی ظرافت سے تھیں اطوارِ وفا
دیکھ کر اُن کا جُگل[6] رُوپ اَمت سُکھ راسی
جنم کا پاتے تھے پھل اپنے جنک پُر باسی (۵۷)

[1] चरणोदक
[2] तिथि
[3] उत्तरा
[4] पाणिग्रहण
[5] कोहबर
[6] जुगलरूप

رام و سیتا کے اِدھر بیاہ کا تھا جو اسلوب بھائیوں کی تھی اُدھر ویسی ہی شادی مرغوب
مانڈوی نام سے کُشّ کیت کی تھی دخترِ خوب شاہِ متھلا نے کیا اُسکو بھرت سے منسوب
اُور مِلا اپنی کماری کو لکھن سے بیاہا
اور شُرتی[1] کیرتی کو شترودمن سے بیاہا (۵۸)

جس طرح سِندھو نے لچھمی کا دیا وشنو کو دان دے کے گرجا کو کیا شیل نے شیو کا سنمان
جانکی رام کو دی جان کے اُن کو بھگوان اور کیا حال تب اسطور جنک جی نے بیان
بارش اک بار نگر میں جو نہیں ہوتی تھی
یگیہ کرنے کے لئے میں نے زمیں جوتی تھی (۵۹)

پھال[2] کے پڑتے ہی دھرتی پہ ہمارے ہل کی دامنِ ارض سے یہ شکلِ منوّر جھلکی
طرفہ تر نذر ملی مجھ کو جو یہ بھوتل[3] کی تاب رُکنے کی رہی مجھ میں نہ پھر اک پل کی
دوڑ کر گود میں بس اس کو اُٹھایا میں نے
اپنی اولاد اسے گھر لاکے بنایا میں نے (۶۰)

چونکہ اُس حصۂ قلبہ کو سبھی اہلِ شعور نام سے کہتے ہیں سیتا کے جہاں میں مذکور
تھی یہی وجہ کہ جس وجہ سے یہ چشمۂ نور ہوگئی نام سے سیتا کے جہاں میں مشہور
ایک دن گوشۂ خلوت مجھے جب بھایا تھا
آکے نارد نے مرے پاس یہ فرمایا تھا (۶۱)

مژدۂ روح فزا تجھ کو بتا دوں راجن یعنی وہ راز مٹے جس سے ہر اک فکر و محن
مارنے کے لئے دیتوں کو رماجی کے رمن اور دکھانے کے لئے دھرم کا دنیا میں چلن
رام بن کر پسرِ شاہِ اودھ آئے ہیں
اپنے انشوں کو بھی ہمراہ وہیں لائے ہیں (۶۲)

ہے یہ سیتا اُنھیں پرَبرَہمہ کی راجن مایا خوش نصیبی سے جسے تُو نے زمیں سے پایا
تجھ کو لازم ہے بہر حال کہ یہ سرمایا نذر کر اُن کو اُنھیں نے ہے اسے اپنایا
لکشمی ہے یہ اِدھر ہیں وہ اُدھر لکشمی ناتھ
لکشمی عام ہے ناموں میں بہت خوب ہے ساتھ (۶۳)

[1] श्रुति कीर्ति
[2] फाल
[3] भूतल

دے گئے تھے یہ نصیحت مجھے نارد جب سے | میں نے سمجھا تھا انھیں وشنو کی ماہابت سے
بیاہ کی فکر تھی ہر دم مجھے بڑھ کر سب سے | مانگتا تھا سحر و شام دعا یہ رب سے
ہو دیا تیری تو سب کام مرے بن جائیں
خود ہی تشریف مرے گھر پہ سیا بر لائیں (۶۴)

ایک دن جبکہ مرا تھا اسی تشویش میں دل | یہ کماں یاد پڑی مجھ کو جو تھی کوہ خجل
تھی اُماپتی کی کسی اور سے سکتی نہ تھی ہل | ترپرا[۱] سُر کی جو یکبار بنی تھی قاتل
مورتوں کو مرے شیوجی نے جو دے ڈالی تھی
تھی گراں اتنی کسی نے نہ کبھی ٹالی تھی (۶۵)

کر لیا ہم نے اُسی دن سے یہ پیمانِ اہم | اپنی طاقت سے کماں شیو کی یہ کر دیگا جو خم
کوئی انساں کہ مَلک رُتبہ میں عالی ہو کہ کم | جانکی اپنی یہ دیدیں گے اُسے بیاہ میں ہم
آئے سُن کر یہ سبھی۔ کچھ بھی کسی کی نہ چلی
اتنی بھاری تھی کہ تل بھر بھی نہ ٹالے سے ٹلی (۶۶)

دیوتا عرش سے آئے تھے جو کر کے آہنگ | اپنی دکھلاتے ہوئے قالبِ انساں میں اُمنگ
دیکھ کر وہ بھی یہ شنکر کی کماں صورتِ سنگ | ہوئے نادم نہ رہا پاس سے چہرہ کا وہ رنگ
راجگاں لوٹ گئے شرم کے مارے سارے
دل کے دل میں رہے ارمان ہمارے سارے (۶۷)

آپ کا لطف ہوا مجھ پہ یہ مُن راج عجیب | آگئے آپ کے ہمراہ یہ خود میرے قریب
مُدعا دل کا مرے آج ہوا مجھ کو نصیب | شور بختی کی کٹی رات اُٹھے جاگ نصیب
دیکھ کر بائیں طرف سیتا کو رگھورائی کی
کہہ کے یہ دونوں کے قدموں پہ جبیں سائی کی (۶۸)

آپ ہی کی یہ دیا ہے کہ جو بدھ وشنو۔ مہیش | سرجتے پالتے کرتے ہیں وِناشن اودھیش
بلی ہوئے آپ کے اکرام سے پاتال نریش | آپ نے دُور اہلیا کا کیا پاپ کلیش
آپ کے پدکملوں کا جسے دھیان آتا ہے
پار بے خدشہ وہ بھوسندھ سے ہو جاتا ہے (۶۹)

[۱] त्रिपुरासुर

دیوتا آپ ہی کے گُن کا کیا کرتے ہیں گان ‏ آپکی بھکتی سے ہو جاتے ہیں بھگت آپ سمان
شوک دُکھ تم آپ مٹانے کو ہیں اُن کے بلوان ‏ رام جی کرتے ہیں جو آپ کے اوصاف بیان

آرزو ہے یہ مری آپ جو بر لائیں تو خوب
پد کمل آپ کے دل میں مرے بس جائیں تو خوب (۷۰)

شارد اور شیش بھی لیکر جو ہزاروں اوتار ‏ خوش نصیبی کا مری آپ کے گُن کا اظہار
کلپ[1] سو لاکھ تک اکساتھ کریں لیل و نہار ‏ تو بھی ہے مجھ کو یقیں پیش نہ پائیں زنہار

ہر طرح آپ نے دی ہے یہ بڑائی مجھ کو
مل گئی قیدِ تعلق سے رہائی مجھ کو (۷۱)

زندگی کا ثمر اپنی جو جنک جی کو ملا ‏ سو کروڑ اشرفی دیں لعل دیئے بیش بہا
مرکب اک لاکھ تھے پیدل تھے کہیں اُن سے سوا ‏ رتھ ہزاروں دیئے ہاتھی دیئے اُن کو صدہا

چار سو داسیاں متھلیش نے دیں سیتا کو
دیں بہت پالکیاں گائیں زمیں سیتا کو (۷۲)

گورو بسشٹ و بھرت و لکشمن و شترودمن ‏ بام دیو آتری شہنشاہِ اودھ گادھی سُوَن
کر کے ہر اک کا جنک جی نے وہاں پر پوجن ‏ دی رضا اپنی پئے واپسی سوئے وطن

رام و سیتا سے ملے تن کی خبر بھول گئے
گیان و یراگ کے سادھن کے ہنر بھول گئے (۷۳)

مائیں روتی ہوئی سیتا سے ملیں خوب گلے ‏ دھرم کے اُنکے دیئے اُن کو کچھ اُپدیش بھلے
ہر زباں سے یہی الفاظ دعا کے نکلے ‏ عیش میں باغِ حیات انکا سدا پھولے پھلے

دھرم جو اُنکا تھا سکھیوں نے سکھایا اُن کو
طرزِ خدمت کا بزرگوں کی بتایا اُن کو (۷۴)

جس کے پتی برت کا ہے مشہور جہاں میں آچار ‏ پتی کی سیوا ہی فقط ہے جسے اپنا سنگار
یوگ مایا وہی رچتی ہے جو سارا اسنسار ‏ آج سکھلاتی ہیں سکھیاں اُسے کولِک بیوہار

سارے پریوار کو اور سکھیوں کو جب بھینٹ چکی
سیتا پھر ماں کی طرف فرطِ محبت سے جھکی (۷۵)

[1] कल्प

صورتِ غم نظر آتا تھا وہ ایوانِ بریں　　لوگ سب سوزِ جدائی سے تھے مغموم و حزیں
دیکھ کر قصر کو ہوتا تھا یہ اُس وقت یقیں　　اُس میں گویا ہیں مجسّم قلق و رنج مکیں
ماؤں نے اپنے کلیجے سے لگایا اُن کو
دے کے تسکین محافوں میں بٹھایا اُن کو　　(۷۶)

کر کے پرچھن[1] دُر و دینار کئے نیوچھاور　　تب چلیں پالکیاں چھوڑ کے ایوان کا در
تھا یہ اخلاص و محبت کا اَوَدھ پت کے اثر　　دور تک ساتھ گئے اُن کے جنک چھوڑ کے گھر
بارہا سُن کے یہ مِنّت کہ کشش کہ پھر ئیے گھر کو
آئے پھر رکھ کے اودھ پت کے قدم پر سر کو　　(۷۷)

گھر کی جانب جو کیا شاہِ اَوَدھ نے آہنگ　　طبل و نقارہ و شہنائی و قرنا و مردنگ
زور سے بجتے ہوئے سُنکے سبھی ہو گئے دنگ　　تو جوانوں کے اُٹھی سُن کے انھیں دلمیں اُمنگ
عرش سے باجوں کی پیہم جو صدا آتی تھی
اُن سے ٹکراتی تھی دل لوگوں کے دہلاتی تھی　　(۷۸)

غزل

ساقی شرابِ عشقِ حقیقت مشام دے　　جس میں ترا سُرور بھرا ہو وہ جام دے
جاتے ہیں آج سوئے جنک پُور رام جی　　خلقت کو اُن کی شادی کا بڑھ کر پیام دے
سیتا کا سوچ اور سُنینا کا دُکھ مٹا　　خواہش جنک کو جس کی ہے تو وہ مرام دے
توڑی کمان شیو کی تھی جس دستِ ناز سے　　سایہ میں تا ابد ہمیں اُس کے قیام دے
چھونے کو جانکی جی جنھیں بڑھ کے رُک گئیں　　اُن پد کمل کا دھیان مجھے صبح و شام دے
ماتائیں دیکھ کر اُنھیں دیتی تھیں یہ دعا　　یارب جہاں میں عیش تو اِن کو مدام دے
ناراین آرزو ہے یہی اپنی روز و شب
مقبول ہو جو تجھ کو مجھے وہ کلام دے

سہرا

کچھ عجب ہے سرِ نوشاہ پہ آنِ سہرا　　تاب کس کی ہے کرے کون بیانِ سہرا
ساتھ میں گوہر و الماس کے تارِ زر سے　　پھول گوندھے جو گئے بن گئے جانِ سہرا

[1] परछन

ہر کلی جانِ تبسّم ہے کھلی جاتی ہے ہنس کے دکھلاتے ہیں گُل حسنِ نہانِ سہرا
ہے گُلِ عدن کی اور دُرِّ عدن کی تزئین ہے یہی باعثِ افزونی شانِ سہرا
سِلکِ گوہر کی فلک پر ہے ثریّا تمثیل ماہ ساں روئے مُنوّر ہے میانِ سہرا
تہنیت کے لئے فردوس سے آئے ہیں مَلک دیکھ کر فرقِ مُبارک پہ نشانِ سہرا
ہو نرائن پہ بھی تیرا کرم اے کانِ کرم
سالکوں میں ہو درخشاں وہ بسانِ سہرا

مبارک بادی

یہ شُبھ دن شبھ گھڑی آئی مبارک ہو مبارک ہو یہ عیش و جشنِ لاثانی مبارک ہو مبارک ہو
مبارک ہو بصد شوکت برات آئی اجودھیا سے شہِ کوشل کی مہمانی مبارک ہو مبارک ہو
مبارک ہو تنِ اقدس پہ پوشش زرد جامہ کی یہ سہرا سر پہ نورانی مبارک ہو مبارک ہو
مبارک شاہ متھلا کو ختن ہو رام سا پانا زرافشانی دُرافشانی مبارک ہو مبارک ہو
مبارک راجہ دشرتھ کو ثمر اپنی ریاضت کا کمالِ جذبِ روحانی مبارک ہو مبارک ہو
مبارک جانکی جی کو ہوں رگھوبر اور رگھوبر کو سیا چھبِ رُوپ گُن کھانی مبارک ہو مبارک ہو
مبارک دیوتوں کو ہو خوشی میں پھول برسانا یہ رحمت اُن پہ رضوانی مبارک ہو مبارک ہو
مبارک ظلِّ دستِ لطفِ ایزد اُنکے ہو سر پر رہیں خوش راجہ اور رانی مبارک ہو مبارک ہو
مبارک تجھ کو نارائن عروسی کے تصدق میں
عطا و فضلِ رحمانی مبارک ہو مبارک ہو

سوئیا

سانورو سُندر راجکُمار کماری سیا چھب رُوپ مئی
ہَرش بھیو سبہیں ارو دمپت کی منسا بِدھِ پورِ دئی

सवैया—सांवरो सुन्दर राजकुमार कुमारि सिया छबि-रूप-मई ।
हर्ष भयो सबहीं अरु दम्पति की मनसा बिधि पूरि दई ॥

برکھہ پرشوں دکھاوت دیون پنتھ سُہاون راہ بھئی
پانڑی گہیو کر میں کرُ نا کر بھومی سُتا گہی بانھ لئی
دوہا- مُد منگل دایک بِبدھ سیا رام کر بیاہ
ناراین گاوت لہت آنند اُمنگ اُچھاہ

سرگ ساتواں

پرسرام جی سے ملاقات

کچھ بیاں بیاہ کا اس طور پہ کر کے احوال | حال آگے کا بیاں کرتے ہیں اب واقفِ حال
ہمرہِ فوج وحشم صاحبِ اقبال وجلال | گھر کو جاتے تھے نہ تھی فکر نہ تھا کوئی ملال

تین یوجن[1] نکل آئے وہ جنک پور سے جب
اپنے مُرشد سے کہا شاہِ اودھنے بہ ادب (۱)

راز داں آپ ہیں اور آپ ہی آگاہِ مآل | آپ ہیں مُظہرِ خاطرِ ہر عاصی و ضال
جانتے آپ ہیں سب ماضی ومستقبل وحال | آپ کے بدر کو ہو ہی نہیں سکتا ہے زوال

کیا سبب ہے کہ نظر میری جدھر جاتی ہے
رنج وکربت کا مُرقّع مجھے دکھلاتی ہے (۲)

سُن کے مُن بر یہ اودھ راج کے معقول کلام | بولے ہنس کر کہ نہیں خوف کا کوئی ہے مقام
دیتے ہیں گو یہ شگوں سب کسی دہشت کا پیام | ہے یقیں مجھ کو مگر نیک ہی ہوگا انجام

گھوم کر تم کو ہرن دیکھو جو یہ جاتے ہیں
ان سے آثار نظر مجھ کو بھلے آتے ہیں (۳)

[1] योजन

वर्षि प्रसून दिखावत देवन पन्थ सोहावनि राह भई।
पाणि गह्यो कर में करुणाकरि भूमि सुता गहि बांह लई॥
दो०—मुद-मंगल-दायक विविध, सिया राम कर व्याह।
'नारायन' गावत लहत, आनँद-उमँग-उछाह॥

ختم کر بھی نہ ابھی پائے تھے اتنی گفتار دفعتاً ہو گئی جب تیز ہوا کی رفتار
پڑ کر آنکھوں میں ہوا موجبِ آزار غبار آگیا سامنے تاریکی کا عالم اک بار
بعد دم بھر کے وہ ظلمت کا اثر دور ہوا
سامنے جلوہ فگن پیکرِ پُر نور ہوا (۴)

غور سے پھر جو کیا شاہِ اودھ نے دیدار سامنے اپنے یہ دیکھا کہ ہیں جمدگن کُمار[1]
شکل پر قہر و غضب کے تھے ہویدا آثار تن پہ تھی برق نما جن کے نمایاں زنّار
ماہِ نو قشقۂ سیما میں نظر آتا تھا
پرتوِ مہر لٹیں دیکھ کے شرماتا تھا (۵)

जमदग्नि-कुमार [1]

تھی چمکتی ہوئی اک ہاتھ میں مضبوط کماں دوسرے ہاتھ میں اُنکے تھا تبر دشمنِ جاں
روبرو دیکھ کر اس طور اُنھیں شاہِ جہاں کانپنے ڈر سے لگے اُنکے گئی تاب و تواں
دھیان تعظیم کا دل میں نہ مُدارا کا رہا
دیجئے مجھ کو اماں فقرہ یہ اک مُنھ سے کہا (۶)

گر کے پیروں پہ ہوئے اُنکے جو کچھ ہوش بجا عرض یوں کرنے لگے اُن سے کہ ہو عفو خطا
کیجئے رحم مرے حال پہ اے بحرِ سخا اور مرے نورِ نظر پر نظرِ لطف و عطا
لائے خاطر میں وہ دشرتھ کی نہ یہ بات اپنی
رام سے بولے دکھا رن میں کرامات اپنی (۷)

چھتری ورنہ ہیں جتنے ترے ہمراہ یہاں مار کر ان کا مٹا دوں گا زمانہ سے نشاں
تمکنت ہے تجھے کس بات پہ کر مجھسے بیاں کیا ملا توڑ جو دی تو نے وہ دیرینہ کماں
کچھ بھی شنکر کے دھنش کا نہ ہوا پاس تجھے
دل میں آیا نہ تبر کا بھی مرے باس تجھے (۸)

خشم آلودہ پرسرام کے سُن کر یہ کلام مسکراتے ہوئے یوں اُن سے مخاطب ہوئے رام
جُرم میرا ہے بنیں آپ نہ یوں قاتلِ عام لیجئے آپ کے قدموں پہ ہے یہ فرقِ غلام
کہئے کیا حکم ہے لاؤں بسر و چشم بجا
آپ کے چہرۂ انور پہ نہیں خشم بجا (۹)

پہونچے جس وقت سخن رام کے یہ بر سرِ گوش — اک بیک اُن کی طبیعت میں بڑھا اور بھی جوش
بولے تو بادۂ پندار سے ہو کر مدہوش — مجھ پہ رکھتا ہے مری رعب بھری شکل کا دوش
کرکے توہین مری مجھ سے نہیں ڈرتا ہے
(۱۰)
دمِ غلامی کا مری طنز سے تو بھرتا ہے

نامِ نامی سے مرے ہو کے جہاں میں مشہور — آج اسطور سے مجھ کو ہی دکھاتا ہے غرور
جنگ کر مجھ سے کہ ہو دل کا ترے دور فتور — ہنس کے تب اُن سے لکھن بولے کہ اے نیک شعور
میں نے توڑی تو کمانیں کئی بالاپن میں
(۱۱)
لیکن آیا نہ کبھی آپ کے غصہ من میں

ایسی تھی کیا وہ کماں آپ کے دل کو بھائی — جس کا غم اتنا ہے آتے ہیں نظر سودائی
بات سُن کر یہ جو لڑنے کی روش کچھ پائی — قہر کی آگ میں جلنے لگے بھرگو کل رائی[1]
بولے کیوں اتنا اہنکار دکھاتا ہے تو
(۱۲)
قوسِ شنکر کو کمانوں سا بتاتا ہے تو

خندہ پیشانی سے لچھمن نے کہا ہنس کے کہاں — میرے نزدیک تو ہیں ساری کمانیں یکساں
توڑنے میں نہ تھا اُسکے کوئی سُود اور نہ زیاں — خود بخود ٹوٹ گئی چھوتے ہی بوسیدہ کماں
کہنہ تو یوں ہی تھی وہ رام کا کچھ دوش نہیں
(۱۳)
بے سبب ہوتے ہیں مرتاض جفا کوش نہیں

ڈانٹ کر بولے کہ شاید نہیں تجھ پہ یہ عیاں — چھتری کُل کو تبر ہے یہ مرا دشمنِ جاں
بارہا خاک میں راجاؤں کو کر کے نہاں — دی زمیں بپروں کو تھی میری ہی یہ تاب و تواں
وہ تبر جس نے سہس باہو کو مفقود کیا
(۱۴)
چاہتا دہر سے تجھ کو بھی ہے نابود کیا

اب بھی ماں باپ کا دم اپنے نہ تو ضیق میں ڈال — ہو نہ جائے مرا پھر سایہ ترے واسطے کال
بولے سومتر تبسم سے کہ اے ذاتِ کمال — اس تبر کا مجھے کیا آپ دلاتے ہیں خیال
کوہ کی طرح یہاں سب ہیں کوئی کاہ نہیں
(۱۵)
کون ہے آپکی قدرت سے جو آگاہ نہیں

(۱) भृगुकुलराई

دم بدم مجھ کو تبر یہ جو دکھاتے ہیں حضور
کیا یہ خواہش ہے کریں کوہ کو اک پھونک سے دور
دیکھ کر تیر و تبر اور یہ اندازِ غرور
جنگ کا دل میں ارادہ تو مرے کچھ تھا ضرور
لیکن اب جان کے میں آپکو بھر گو کُل کا چراغ
گر بجھا دوں تو لگے دامنِ رگھو بنش میں داغ
(۱۶)

اس لئے قتل نہیں آپ کا اب مدِ نظر
بات پوشیدہ یہ اک دل میں کھٹکتی ہے مگر
زہر کا جب ہے فقط آپ کی باتوں میں اثر
کس لئے آپ لئے پھرتے ہیں یہ تیر و تبر
قہر سے بولے پرسرام سنبھل جا اب بھی
آ گئی موت تری آگے سے ٹل جا اب بھی
(۱۷)

دیکھ کر شکل تری یہ ہے جو مانندِ شفق
دل مرا قتل سے رُک جاتا تھا ہوتا تھا قلق
تیری باتوں سے مگر ہو گیا سینہ مرا شق
در گذر کرنے کے لائق ہی نہیں تو مطلق
مثلِ حنظل کے ہے تو زہرِ شرارت سے بھرا
یا یہ کہئے گلِ تر بوئے خسارت سے بھرا
(۱۸)

ہنس کے لچھمن نے کہا اُنسے کہ اے صاف بیاں
سیکھی اسطرح سے کہئے تو خوشامد ہے کہاں
دیکھئے غور سے تو مجھ میں نہیں کوئی نشاں
ہے شفق آپکی آنکھوں کی ہی سُرخی میں عیاں
طرزِ الطاف نیا آپ یہ دکھلاتے ہیں
گالیاں دینے میں بھی پھول جھڑے جاتے ہیں
(۱۹)

لُطف پر آپ کی جب شکل یہ ہے خوف بھری
طیش آنے پہ تو کچھ ہو گی عجب جلوہ گری
دیکھ کر پھر سے کو تب وہ بہ پریشاں نظری
بولے کیوں اپنے ہنر سے ہے تجھے بے خبری
کیوں مری آنکھوں میں ظلمت کا سماں چھایا ہے
رحم کیوں آج طبیعت میں مری آیا ہے
(۲۰)

دیکھ کر بڑھتے ہوئے طیش پرسرام کا رام
دین دُکھ درد ہرن شوک نوارن سُکھ دھام
روک کر بھائی کو یوں کرنے لگے خود ہی کلام
بے سبب آپ اُٹھاتے ہیں یہ تکلیف تمام
جُڑ سکے گی نہ کماں جنگ و جدل خوب نہیں
شکل کیا اور کوئی آپ کو مرغوب نہیں
(۲۱)

آپ لڑنے کی عبث دے کے یہ ہم کو دھمکی　　دیکھنے والے ہیں کچھ اور بھی صورت غم کی
ہوتی پروا نہ اگر بنش[۱] کی اپنے ذم کی　　راہ مسدود ابھی آپ کے کرتا دم کی
آپ نے پھر بھی لڑائی کی اگر ٹھانی ہے
تو ہمیں بھی نہ کوئی ڈر نہ پریشانی ہے　(۲۲)

عرصۂ جنگ میں رکھے گا کوئی جب کہ قدم　　چاہے طاقت میں زیادہ ہو وہ ہم سے کہ ہو کم
چھتری ہیں تو نہ لڑنے سے ہٹیں گے کبھی ہم　　دشمنوں پر نہیں لکھا ہے کرے مہر و کرم
سچ ہے کچھ میری بنائی ہوئی یہ بات نہیں
رن سے ہٹ جائے جو رگھوبنش کی وہ ذات نہیں　(۲۳)

دوئمش باندھ ہی لیں ہم جو مذمت پہ کمر　　تو بھی ہم کو نہیں آتا ہے کوئی ایسا نظر
ہفت اقلیم میں جس کا ہو ہمیں خوف و خطر　　عاجزی جس کی کریں جسکے دھریں پاؤں پہ سر
آپ کا کُل ہے وہ جس پر کوئی الزام نہیں
ہو کرم اُس کا تو دشمن کا رہے نام نہیں　(۲۴)

سُن کے بھرگوبنش[۲] تلک رام کے اس طور سخن　　عین حیرت میں پڑے بھول گئے طرزِ فتن
یک بیک مٹ گئی تھی اُنکے جو چہرہ پہ شکن　　ہٹ گیا پردۂ ظلمت تو ملا گیان رتن
وِشنو کی ہے یہ کماں اُن سے کہا لو اسکو
وہم سب دور ہو میرا جو چڑھا دو اسکو　(۲۵)

خود بخود لیتے ہی ہاتھوں میں کماں ہو گئی خم　　دیکھ کر اُن کا یہ اعجاز مٹا مَن کا بھرم
لے کے تب تیر کو ترکش سے بہ اندازِ ستم　　بولے بھرگو بر سے یہ رگھوبر کہ ہو آماج بہم
کہئے تو دونوں قدم آپ کے نابود کروں
یا رہِ ہردو جہاں آپ کی مسدود کروں　(۲۶)

ہو گیا دور یہ سُن کر رُخِ تاباں کا جمال　　تب سماجت سے لگے کہنے کہ اے دیندیال
آگیا یاد ہمیں اپنا وہ گذرا ہوا حال　　کھُل گئے مجھ پہ تمھارے سبھی اوصاف و کمال
تم کو میں جان گیا اب کہ ہو بھگوان تمھیں
تم رمے سب میں ہو سنسار کی ہو جان تمھیں　(۲۷)

(۱) वंश
(۲) भृगुवंश तिलक

عہدِ طفلی میں مرے دل میں جو اک بار آیا　　چکر تیرتھ[1] یہ کیا وشنو کا تپ من بھایا
ہو کے خوش مجھ پہ رماناتھ نے کی تھی دایا　　دیکھ کر مجھ کو مکمل مکھ سے تھا یہ فرمایا
ہوگے اب خوش مری مایا کا سہارا پا کر
لو سہس باہو سے تم باپ کا بدلا جا کر　　(۲۸)

دل کا اس طرح سے ہو جائے جو پورا ارمان　　جا کے چھتریوں کا تب صفحۂ ہستی سے نشان
بست واکبار مٹا کر سنو اے پیر سجان　　دینا کشیپ کو تم آنند سے سنسار کا دان
ہو گا دشرتھ کے یہاں ترینا میں اوتار مرا
تب تمھیں ہو گا جنک پور میں دیدار مرا　　(۲۹)

اپنی شکتی یہ تمھارا جسے کرتا ہوں معین　　کھینچ لوں گا اسے میں تم سے اسی وقت وہیں
کلپ بھر میری عبادت میں تب اے گوشہ نشیں　　زندگی کرنا بسر عیش سے بر روئے زمیں
روپ اُن کا نہ وہ پھر مجھ کو نظر آیا تھا
جو مجھے حکم ملا میں وہ بجا لایا تھا　　(۳۰)

آج معلوم ہوا حال تمھارا مجھے رام　　ہو تمھیں دہر کا آغاز تمھیں ہو انجام
گج نے جس وقت تمھارا تھا لیا پریم سے نام　　ہو گیا تھا تمھیں ساکیت[2] میں دشوار قیام
دیوتوں کے لئے برہما کی دعا مان گئے
تم چھپے ہم سے مگر ہم تمھیں پہچان گئے　　(۳۱)

اپنا وہ نور کیا تھا جسے میرا حامی　　لے لیا آج اُسے آپ نے مجھ سے سوامی
ہو گیا جنم سپھل یہ مرا انتر جامی　　آپ کا آپ کے درشن سے ہوا انوگامی[3]
رہ کے مایا میں بھی مایا سے الگ رہتے ہیں
آپ کو سکھ سے نہ مطلب ہے نہ دکھ سہتے ہیں　　(۳۲)

چھ اوستھائیں[4] وہ جن میں کہ ہے اگیان کا گم[5]　　آپ کو اُن میں سے دے سکتی نہیں کوئی بھی غم
جیسے دریا میں ہو کف آگ میں ہو دود بہم　　ویسے ہی آپ کی مایا میں بھی شکتی ہے پرم
ایک قسم اُس کی وہ ودیا جو کہی جاتی ہے
وشو کو رہتی ہے ہر شے میں نظر آتی ہے　　(۳۳)

(1) चक्र तीरथ
(2) साकेत
(3) अनुगामी
(4) अवस्थाएं
(5) गम

دوسری قسم اوِدّیا کی ہے جو رگھو رائی روپ اگیان ہے اسکا ہے یہی دکھدائی
اس کے ہی سایہ کی ظلمت ہے دلوں پر چھائی چشمِ دل کی نہ ہو گر یہ تو کھلے بینائی
جب تک انسان میں پندار کی بو رہتی ہے
خانۂ دل میں ہوائے من و تو رہتی ہے (۳۴)

دخل مایا کا دلوں میں نہ ہو جیووں کے اگر فرق کچھ اُنمیں پرم برہمہ میں آئے نہ نظر
مُبتلا جیو جو مایا میں ہے خود آٹھ پہر اُس کو رہتی نہیں کچھ اپنی کرامت کی خبر
گو فقط وہم یہ مایا ہے کوئی چیز نہیں
ہے وہ جاہل مگر اس کی جسے تمئیز نہیں (۳۵)

دور کرنے کے لئے آپ کی مایا کا بھرم یہ ضروری ہے کہ ہو آپ کا الطاف و کرم
تب بہم آپ کے بھکتوں کا ہو دیدارِ قدم اور ملے آپ کی بھکتی ہے جو ویدوں میں رقم
آپ کے عشق میں دن رات جو مسرور رہے
وہم اُسکو نہ ہو پندار سے وہ دور رہے (۳۶)

ہو جو حاصل اسی اثنا میں گورُو کا اُپدیش مُکتی مل جائے نہ رہجائے کوئی کرم کلیش
وہ مگر جس میں نہیں آپ کی بھکتی لَولیش[1] پا نہیں سکتا ہے مُکتی نہ تو وِگیان وشیش[2]
پس قبول آپ مری عرض یہ بھگوان کریں
دے کے بھکتی مجھے پورا مرا ارمان کریں (۳۷)

آپ کو میرا نمسکار ہے رگھوبنش کمار آپ سنسار کے سوامی ہیں جگت کے آدھار
بھگت بھاون[3] ہیں اننت آپ ہی ابھمت[4] آتار آپ کو میرا نمسکار نمسکار ہزار
چھوڑیئے تیر یہ آپ اُس کو جلانے کیلئے
کرم جو تھا مرا سُرلوک میں جانے کیلئے (۳۸)

کرم جل جانے پہ ہو جائے گی مُکتی حاصل وہم سنسار کی مایا کا نہ پھر ہو گا مُخل
رام جی اپنی حماقت پہ ہوں از بسکہ خجل جل رہا آتشِ غیرت سے ہے یہ دامنِ دل
آبِ رحمت سے تپش آپ مری کیجئے دور
اب وہ سر آپ کے قدموں پہ ہے تھا جس میں غرور (۳۹)

[1] लवलेश
[2] विज्ञान विशेष
[3] भक्तभावन
[4] अभिमत-दातार

استتی سُن کے یہ پھر گو بر کی رماجی کے رمن — ہنس کے کہنے لگے اسطور یہ تب اُن سے بچن
مدعا دل میں ہو گر اور کوئی عکس فگن — مانگ لو مجھ سے وہ بیخوف تم اے بپر[1] برن
خوش ہوں میں تم مری بھکتی کے طلبگار ہوئے
تب وہ پھر رام سے یوں مائل گفتار ہوئے (۴۰)

خوش نصیبی سے مری آپ ہیں خوش مجھ سے اگر — دیجئے پہلے اگم بھکتی کا اپنی مجھے بر
آپ کے بھکتوں کا ہو سایۂ رحمت مرے سر — اور اگر آپ کی استتی یہ پڑھے کوئی بشر
آپ کے لطف کی اُس پہ بھی نظر ہو جائے
آپ کی بھکتی کا اُس میں بھی اثر ہو جائے (۴۱)

ہو کے خوش رام پرسرام سے تب از رہ جود — بولے بر آئیں گے سب دل کے تمہارے مقصود
بعدہٗ کر کے پرسرام بہت عجز و سجود — چل دیئے کوہِ مہندر[2] از پئے یادِ معبود
خوف سب دور ہوا شاہِ اودھ کے سر سے
خوش ہوئے جیسے شری رام کو پایا پھر سے (۴۲)

بار بار اُن کو کلیجے سے لگایا اپنے — تھی جو کچھ فکر اُسے دل سے مٹایا اپنے
من میں آنند جب اودھیش نے پایا اپنے — دھیان تب دل میں اودھ چلنے کا آیا اپنے
پتر اور پتر بدھوؤں کو لئے ساتھ آئے
شان سے راج میں داخل ہوئے رگھوناتھ آئے (۴۳)

آ کے در پر کیا ماتاؤں نے اُن کا پرچھن — چاروں شہزادے ہوئے قصر میں تب جلوہ فگن
عیش سے رہنے لگے جانکی اور رگھونندن — جیسے بیکنٹھ میں ہیں لچھمی جی اور وشنو مگن
جب کئی سال بسر ہو گئے آرام سے یوں
آئے لینے کو بھرت لال کو اُن کے ماموں (۴۴)

تب بھرت شترودمن دونوں تھے جو بدر مثال — خوش ہوئے بھیج کے دشرتھ انھیں اُنکے ننہال
کر کے محسوس یدھاجت[3] کو جو اُلفت تھی کمال — رہ گیا دل میں نہ کچھ اُن کی جدائی کا ملال
جلوہ گر اندر ہیں سرلوک میں اب تک جیسے
اپنے ایوان میں لگے رہنے اودھ پت ویسے (۴۵)

(1) विप्र-वरन
(2) महेन्द्र
(3) युधाजित्

جن کے گُن گرام[1] میں کرتے ہیں چترمکھ بسرام کیرتی جن کی ہے مشہور زمانہ میں تمام
جن کا دنیا کی ہر اک چیز میں رہتا ہے قیام تاب سے جن کی چمکتے ہیں مہ و مہر مدام
نُور کو جن کے زوال آ نہیں سکتا ہرگز
کوئی جن کی عظمت پا نہیں سکتا ہرگز (۴۶)

اک فقط جن کی ہے ہر اک دلِ مایوس کو آس کون کر سکتا ہے اُن رام رماپتی کی سپاس
دیوتوں کو جو ہوا ظلم سے دیتوں کے ہراس آئے سنسار میں خود چھوڑ کے ساکیت بلاس[2]
عام انساں کی طرح اُن کے تھے اطوار سبھی
اپنی قدرت کا وہ کرتے نہ تھے اظہار کبھی (۴۷)

مخمّس

مجھے اے مہ جبیں تیرا اگر دیدار ہو جائے خوشی سے غم مبدّل عیش سے آزار ہو جائے
تری چشمِ عنایت مجھ پہ گر اک بار ہو جائے عجب کیا ہے قرارِ خاطرِ بیمار ہو جائے
نوازش ہو تری طالع مرا بیدار ہو جائے

نہ دیں سے کچھ مجھے مطلب نہ دنیا کی خبر مجھ کو رہی دل میں تلاشِ عیش و عشرت عمر بھر مجھ کو
مقدّر نے دکھایا اب جو تیرا سنگِ در مجھ کو یقیں ہے شکل تیری آ ہی جائے گی نظر مجھ کو
ادھر بھی چشمِ رحمت اے مرے سرکار ہو جائے

سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ کیا رازِ نہانی ہے یہ مہر و ماہ و انجم کیا ہیں کیا یہ دارِ فانی ہے
حیات و موت کیا ہیں کیا طلسمِ زندگانی ہے نہیں معلوم کب تک اور ابھی ایذا اُٹھانی ہے
وہ جلوہ کر عطا جو کاشفِ اسرار ہو جائے

نہ ہے عشقِ حقیقی اور نہ عرفاں کا سبق پایا اُسے مشکل اگر اس کے مسائل کو ادق پایا
ریاضت کی کتابوں کا پریشاں ہر ورق پایا جو پایا کچھ بھی دنیا میں تو تکلیف و قلق پایا
کرم کر دور اب تو سر سے سارا بار ہو جائے

گرفتارِ حوادث ہے ہر اک دنیا کی بستی میں جسے دیکھو وہی ہے خود سری و خود پرستی میں
غرورِ علم و طاقت میں ہے کوئی زر کی مستی میں نظر آتا نہیں ایسا کوئی اس بحرِ ہستی میں
مدد سے جس کی اس بیکس کا بیڑا پار ہو جائے

[1] गुणग्राम
[2] साकेत-विलास

نہ کوئی اپنا حامی ہے نہ کچھ اپنا ہی یارا ہے   سمجھتا ہوں کہ میرے بخت کا گردش میں تارا ہے
فقط اک آس تیری مجھکو اک تیرا سہارا ہے   اگر کوئی ہے نارائن تو بس اک تو ہی پیارا ہے
مئے عشق ایسی دے یہ جام دل سرشار ہو جائے

سوئیا -(۱) پنتھ ملے بھرگو ناتھ گہے دھنو ہاتھ کٹھار سُوکندھ دھرے
بھال بشال ترپنڈ براجت گور شریر ببھوت بھرے
سنت سروپ تنی بھرکٹی کرنی اتی گھور کٹھور کرے
دیکھی بھیانک ویش بھیو بھے بھوپت تراس گلانی گرے

(۲) کرودھ کرشان کی جوال اُٹھی ہیئے نین بنے جنو لال انگارا
شنک سے شوکھ گیو سوئی جاسو کی اور اُٹھائے کے نین نہارا
بولت جان اجان سمان مہیپت اور اُٹھائے کٹھارا
بھا اس کو بلوان مہی پر شمبھو شراسن تو رن ہارا

(۳) بین سروش سُنے جب روش سُمترا کے لال سکے نہ سنبھارا
بولے اہو بھٹ مانی مہامن بولت بات نہ نیک وچارا
توریو تو توریو پناک پُراری کو کون سو کاج تمہارو بگارا
جان پرے اس موہیں مُنیش اُڑاون چاہت پھونک پہارا

सवैया—पन्थ मिले भृगुनाथ गहे धनु हाथ कुठार सुकन्ध धरे।
भाल विशाल त्रिपुण्ड विराजत गौर शरीर विभूति भरे।
सन्त-सरूप तनी भृकुटी करनी अति घोर कठोर करे।
देखि भयानक-वेष भयो भय भूपति त्रास-गलानि गरे ॥१॥
क्रोध-कृशानु की ज्वाल उठी हिय नैन बने जनु लाल अँगारा।
शंक से सूखि गयो सोइ जासु की ओर उठाय के नैन निहारा।
बोलत जानि अजान-समान महीपति ओर उठाय कुठारा।
भा अस को बलवान मही पर शंभुशरासन तोरन हारा ॥२॥
वैन सरोष सुने जब रोष सुमित्रा के लाल सके न संभारा।
बोले अहो भटमानी महामुनि बोलत बात न नेकु विचारा।
तोरेउ तो तोरेउ पिनाक पुरारि को कौन सो काज तुम्हारो बिगारा।
जानि परै अस मोंहि मुनीश उड़ावन चाहत फूँकि पहारा ॥३॥

(۴) بالک جان اجان کے توہیں ہیئے رس روکت آوت ہوں
جانت مور سُبھاؤ نہیں چھتّری گُل بیری کہاوت ہوں
کھوٹ بڑو نرپ ڈھوٹ کشور بلوک ہیئے سکُچاوت ہوں
دیکھو کٹھار مہیپن کو مدگار دیو سو دِکھاوت ہوں
(۵) کا پھرسا موہیں بار انیک دکھاوت شنک نہ لاوت ہوں
سوہ نہ آپ سے بیر کیئے موہیں پائن شیش نواوت ہوں
بپر مُنیش گئو ارُو دیون پے نہیں ہاتھ اُٹھاوت ہوں
بیٹھئے آپ کے پاین پیر تے میں من ماں دُکھ پاوت ہوں
(۶) مُورکھ مُوڑھ مہیپ کُمار برتھا تکرار بڑھاوت ہے
جان پرے شر کال کرال کھڑا توہیں ناچ نچاوت ہے
دیکھو نریش نریش کشورہیں نا یک آنکھ دِکھاوت ہے
بانی بھری بِکھ بولت ہے اب دیکھ تو موہیں براوت ہے
(۷) دیت مُنیش جو گاری ہمیں مُکھ شوبھا نہ نیکھوں پاوت ہے

बालक जानि अजान के तोंहि हिए रिस रोकत आवत हौं ।
जानत मोर स्वभाव नहीं छत्रिय-कुल-बैरि कहावत हौं ।
खोट बड़ो नृप-ढोट किशोर विलोकि हिए सकुचावत हौं ।
देखु कुठार महीपन को मद गार दियो सो दिखावत हौं ॥४॥
का फरसा मोहिं बार अनेक दिखावत शंक न लावत हौं ।
सोह न आपुसे बैर किये मोंहि पायन शीश नवावत हौं ।
विप्र मुनीश गऊ अरु देवन पै नहिं हाथ उठावत हौं ।
बैठिए आपु के पायन पीर ते मैं मन मां दुख पावत हौं ॥५॥
मूरख मूढ़ महीप-कुमार वृथा तकरार बढ़ावत है ।
जानि परै शिर काल कराल खड़ा तोहिं नाच नचावत है ।
देखु नरेश नरेश-किशोरहिं नाहक आंख दिखावत है ।
वाणि भरी विष बोलत है अब देखु तो मोहिं बिरावत है ॥६॥
देत मुनीश जो गारी हमें मुख शोभा न नेकहुं पावत है ।

بپر جنیو بلوک سہوں رِس روک سو دَیو سہاوت ہے
کاہو نہ شُور ملے رَن ماں کبہوں اَس چِت جناوت ہے
بنش پرتاپ سراہئے ناتھ جو کال سوں آج بچاوت ہے

(۸) بولے نہور کے رام سوں بام اَہے مَتی اَندھ کُبندھُ تہارو
بنش کلنک بھیو رگھو کے یہ جائیگو آج اَوشیہیں مارو
ہاتھ چلے نہیں گات جلے رِس اگنی سوں کنٹھت بھا ہے کٹھارو
حال بیحال کیو رِس روک کے آج دیابس دیو ہمارو

(۹) بولے سُمترا کمار کرپا جو کئے جر جات ہے گات تہارو
کرودھ مہانل ماں پَری کے بَری کے ہوئے جاتہی ہوئیگو چھارو
رام کہیو چھمئے اپرادھ مُنیش کرپا کری کوپ نوارو
بنش سبھاؤ تے بات کری کچھ کیجئے رُوش نہ دُوش بچارو

(۱۰) جان پریو ہم کہاں اب ہیں کچھو سمت تورہُو پاوت ہے
شمبھو شراسن تور کے مندمتی اب بات بناوت ہے

विप्र जनेउ विलोकि सहौं रिस रोकि सो दैव सहावत है ।
काहु न शूर मिले रन मां कबहूं अस चित्त जनावत है ।
वंश-प्रताप सराहिए नाथ जो काल सों आजु बचावत है ।।७।।
बोले निहोरि के राम सों वाम अहै मति अन्ध कुबन्धु तिहारो ।
वंश कलंक भयो रघु के यह जाइगो आज अवश्यहिं मारो ।
हाथ चले नहिं गात जले रिस-अग्नि सों कुण्ठित भा है कुठारो ।
हाल बेहाल कियो रिस रोकि के आजु दयाबस दैव हमारो ।।८।।
बोले सुमित्रा कुमार कृपा जो किए जरि जात है गात तिहारो ।
क्रोध महानल मां परिके बरिके होइ जातहि होय गो छारो ।
राम कह्यो छमिए अपराध मुनीश कृपा करि कोप निवारो ।
वंश-स्वभाव ते बात करी कछु कीजिए रोष न दोष विचारो ।।९।।
जानि परयो हम कां अबहीं कछु सम्मत तोरहु पावत है ।
शंभु-शरासन तोरि के मन्द-मती अब बात बनावत है ।

کھینچ کے ایک پُران پناک پُراری کو داپ دکھاوت ہے
یُدّھ میں آؤ کہ چھانڈ کہاوب نایک رام کہاوت ہے

(۱۱) بولو وچار کے بین بڑی رس کنچت چُوک دکھاوت ہے
ٹوٹ گیو دھنو ہاتھ دھرے مد کارن کون جناوت ہے
بنش سبھاؤ کہوں نہیں جانیو آپن کیرتی گاوت ہے
پیٹھ دکھائیکے بھاگ چلے رن کایر سوئی کہاوت ہے

(۱۲) ہانی بھئی بھرم کی سُن کے یہ بانی مٹیو تم موہ پسارا
بولے رماپتی چاپ چڑھائیکے رام کرو دُکھ دور ہمارا
لیتہیں چاپ چڑھیو کر ماں کچھُو سوچ بھیو ہیئے پریم اپارا
جور کے ہاتھ کری ونتی چھمیئے اپرادھ دیالُ اُدارا

سورٹھ

چھمیئے چُوک سُجان ۔ بچن کہیوں مایا بَبش
مٹیو تمر اگیّان ۔ گیان بھانو تو جوتی لکھی

खैंचि के एक पुरानो पिनाक पुरारि को दाप दिखावत है ।
युद्ध में आउ कि छांडु कहाउब नाहक राम कहावत है ॥१०॥

बोलो विचारि के बैन बड़ी रिस किञ्चित चूक दिखावत है ।
टूटि गयो धनु हाथ धरे मद कारण कौन जनावत है ।
वंश-स्वभाव कहंउ नहिं जानियो आपन कीरति गावत है ।
पीठ दिखाइ के भागि चलै रण कायर सोइ कहावत है ॥११॥
हानि भई भ्रम की सुनि के यह वाणि मिट्यो तम-मोह-पसारा ।
बोले रमापति-चाप चढ़ाइ के राम करो दुख दूर हमारा ।
लेतहिं चाप चढ़्यो कर मां कछु सोच भयो हिये प्रेम अपारा ।
जोरि के हाथ करी विनती क्षमिये अपराध दयालु उदारा ॥१२॥
सोरठा—क्षमिए चूक सुजान, वचन कह्यों मायाविवश ।
मिट्यो तिमिर अज्ञान, ज्ञानभानु तव ज्योति लखि ॥

ہرش سہت شِر نائے۔ گونت بھئے مہندر گر
سُرن پُشپ برسائے۔ منگل گائے بِبدھ بدھ

دوہا

نارآین بھجُ رام کہاں۔ جو چاہت کلیّان
ترگے پاپی تہی کرپا۔ کوٹن توہیں سمان

हर्षसहित शिर नाय, गवनत भए महेन्द्र गिरि ।
सुरन पुष्प बरसाय, मङ्गल गाए विविध विधि ॥
दो०—'नारायण' भजु राम कंह, जौ चाहत कल्यान ।
तरि गे पापी तेहि कृपा, कोटिन्ह तोहिं समान ॥

اَجُودّھیَا کانڈ

دوہا

اودھ پوری آنند ندھِ۔ سُکرتی سُومنگل دھام
دیکھی سَراہت سَکل سُر۔ سُکھ یُت سیتارام
شَارَد شیش مَہیش سَب۔ بنوہوں اَنجلِ جور
ہوہُو سہایک سَکل مِل۔ نرکھِ سُلوچن کور

سرگ پہلا

نارد جی کا رام جی کے پاس آنا

شیو مہاراج پۓ بخشش و بہبودِ عوام اس طرح کرتے ہیں گرِراج کِشوری سے کلام
ایک دن تختِ مُرصّع پہ تھے محوِ آرام اپنے رنواس میں رگھوبنش بھوشن شریرام

رُخ پہ تھے دیدۂ پُر نور نمایاں ایسے (۱)
نیلگوں چرخ پہ ہو مہرِ درخشاں جیسے

दो०—अवधपुरी आनन्द-निधि, सुकृति-सुमङ्गल-धाम ।
देखि सराहत सकल सुर, सुख-युत सीताराम ॥
शारद शेष महेश सब, बिनवहुं अञ्जलि जोर ।
होहु सहायक सकल मिलि, निरखि सुलोचन कोर ॥

ہار ہیروں کا تھا گردن میں پڑا نورانی — تھیں مگس راں شری سیتاجی خود اُن کی رانی
راج سُکھ بھوگ میں جس وقت تھے وہ سُکھ کھانی — آ کے وارد ہوئے آکاش سے نارد گیانی

دیکھا آئے جو اُنھیں ازپئے درمانِ جہاں
اُٹھ پڑے تخت سے آرام دہِ جانِ جہاں (۲)

کر کمل جوڑ کے تب رگھوبر و سیتا نے وہیں — رکھدی تعظیم سے مُنی[1] راج کے قدموں پہ جبیں
کر کے تکریم و مُدارات سے پھر تخت نشیں — رام جی نے یہ کہا اُن سے کہ اے سرورِ دیں

خوش نصیبی ہے جو آج آپ کے درشن پائے
کی دیا۔ آپ جو تشریف یہاں پر لائے (۳)

سارے عالم میں عیاں سب یہ سُجس[2] آپکا ہے — دور کرنے میں جگت مایا کے بس آپکا ہے
مُکت جیون کے لئے گیان سُورس[3] آپکا ہے — دُنیوی جیوؤں کو دشوار درس[4] آپکا ہے

نیک اعمالوں نے پھل اپنا دکھایا مجھکو
آج جو آپ کا جلوہ نظر آیا مجھکو (۴)

کہئے اب کیا ہے ہمارے لئے مُنی بر ارشاد — ہو گئی رُوح مری آپ کے دیدار سے شاد
بولے تب رام سے مُنی راج کہ اے نیک نہاد — دیوتاؤں کی طرف سے ہوں میں لایا فریاد

تم جگنّاتھ ہو معلوم ہے ہر بات تمھیں
فکر ہم سب کی رہا کرتی ہے دن رات تمھیں (۵)

شکلِ انساں میں لئے بھگتوں کی خاطر اوتار — آئے اس دہر میں ہو کرنے کو قتلِ کُفّار
عام جیووں کی طرح کرتے ہو لوکک بیوہار — کیوں بناتے ہو مجھے مایا کا تم اپنی شکار

سچ ہے کہتے ہو تم اپنے کو اگر سنساری
کیونکہ ترے[5] لوک میں ہو تم ہی گرہست[6] آچاری (۶)

رُوپ جس کا ہے وِراٹ اُس نے سُنو رگھونندن — اپنے رہنے کو بنایا ہے یہ ترے لوک بھون
آدی مایا کو لئے کرتا ہے وہ اس میں رمن — ہیں اُسی کے تو پسر وشنو۔ اج[7] اور کام دہن

وہ سروپ اور یہ مہا مایا تمھاری ہے ہری
جو فقط تین گنوں ست رج و تم سے ہے بھری (۷)

(1) मुनिराज
(2) सुजस
(3) सुरस
(4) दरस
(5) त्रैलोक्य
(6) गृहस्थाचारी
(7) अज

ہیں رجوگن سے اُسی کے چترانن پیدا وِشنو میں ست ہے تو شیو جی میں تموگن ہے سوا
ست رج اور تم کا ہر اک جیو بنا ہے پُتلا ساری دُنیا میں ہیں بس تین یہ گن جلوہ نما
تم اگر وشنو ہو تو لکشمی رانی ہیں یہی
(۸) اور اگر تم چترانن ہو تو بانی(۱) ہیں یہی

(۱) वाणी

تم اگر شیو تو یہ ہیں شیل کُماری گرجا اور سورج ہو اگر تم تو تمھاری یہ پربھا(۲)
چندرما تم ہو تو یہ روہنی ہیں ماہ لقا اندر ہو تم تو شچی ہیں یہی تم پر شیدا
تم اگر اگنی ہو رگھوراج تو سواہا ہیں یہی
(۹) کال کی شکل ہو یمراج تو یہ سیمنی(۳)

(۲) प्रभा
(۳) संयमनी

تامسی جانکی نررتی(۴) ہو اگر تم سوامی تم برن بھارگوی(۵) جانکی ہیں انوگامی
تم پون روپ سداگتی(۶) ہیں یہی سکھ گامی سرو سمپتی(۷) ہیں یہ گر ہو دھند(۸) تم نامی
مرد و زن نام سے دنیا میں عیاں جو کچھ ہے
(۱۰) ہے تمھیں دونوں کا بس اُس میں نشاں جو کچھ ہے

(۴) निऋति
(۵) भार्गवी
(۶) सदागति
(۷) सर्वसम्पत्ति
(۸) धनद

تم سے کہتا ہوں میں اے رام سمجھ کے انوروپ(۹) ہے تمھاری ہی یہ مایا ہے جو اگیان کا روپ
سارے عیبوں سے بری روپ تمھارا ہے انوپ(۱۰) سچدانند تمھارا ہی ہے وگیان سوروپ
عکس پڑنے سے تمھارے ہی سنور گھورایا
(۱۱) مثل چیتن کے ہوتی ہے تمھاری مایا

(۹) अनुरूप
(۱۰) अनूप

جبکہ یوں ہوتا ہے چیتن کے پرتو کا ظہور ساری پرکرتی یہ ہے وہ بدوں میں بھی جسکا مذکور
خود بخود ہوتا عیاں تب ہے مہت تتو(۱۱) کا نور جس سے پیدا ہے اہنکار پُر از عیب و فتور
اس اہنکار سے ہوتا ہے عیاں لنگ شریر(۱۲)
(۱۲) سب بتاتے ہیں جسے جنم مرن کی زنجیر

(۱۱) महत्तत्त्व
(۱۲) लिङ्गशरीर

پانچ گیان اندریاں اور پانچ جو مشہور ہیں پران پنچ تنماترا(۱۳) بُدھی کے علاوہ ابھمان
جب انھیں پانچوں میں ہوتا ہے سُکھ اور دُکھ کا گمان لنگ دیہہ اُس کو ہی سب کہتے ہیں اے رام سُجان
عکس چیتن کا جب ان پانچوں سے گھر جاتا ہے
(۱۳) جیو کا رُوپ جگت میں وہی کہلاتا ہے

(۱۳) तन्मात्रा

(1) हिरण्य गर्भ (2) विकास (3) अनिर्वचनी

برہمہ کا پڑتا ہے مایا پہ جب آنند پرکاس — خود ہی ہوتا ہے ہرنیہ[1] گربھ کا تب اُسمیں بکاس[2]
یہ ہی کہلاتا انربچنی[3] ہے اگیان کی راس — ہے انادی یہی اور ہے یہی سرشٹی کی اساس

جیو کو برہمہ سے کرتی ہے جدا یہ مایا
چھوٹ سکتی نہیں گر ہو نہ تمھاری دایا (۱۴)

(4) कारण (5) सूक्ष्म (6) स्थूल

کارن[4] اور سوکشم[5] اور استھول[6] کے جتنے ہیں شریر — ان میں رہتے ہو تم اور جیو تمھیں ہو رگھوبیر
کھینچ لیتے ہو جب ان عیبوں سے اپنی تنویر — شدھ چیتن تمھیں ہوتے ہو اے ماہِ منیر

دل سے جس وقت اہنکار کا مٹتا ہے فتور
مایا ہو جاتی ہے خود دور برنگِ کافور (۱۵)

(7) साक्षी

جاگرت سوپن سوشوپتی میں بھی رہتے ہو سدا — ساکشی[7] تم ہی ہو دیتے ہو سزا اور جزا
سارے سنسار کو کرتے ہو تمھیں تو پیدا — پرورش کرتے ہو کر دیتے ہو پھر اُس کو فنا

پس تمھیں ہو سبب و موجدِ گلزارِ جہاں
منحصر تم پہ ہے اے رام جی اظہارِ جہاں (۱۶)

جس طرح سانپ کا ہو جائے جو رسی میں بھرم — گر نہ ہو علم تو ہو خطرۂ موہوم نہ کم
یوں ہی مایا کا ہے جبتک سطحِ دل پہ قدم — جیو کو ہوتا ہے محسوس ہر اک راحت و غم

قالبوں میں ہو نہاں سب کے تمھیں جیوتی سروپ
ہے سویدا میں تمھارا ہی چمتکار انوپ (۱۷)

(8) निर्विकल्प

پس اُسی روپ کا جبتک کہ تمھارے بھگوان — مایا کی وجہ سے ہوتا نہیں اس جیو کو گیان
نروکلپ[8] آتما کی ہو نہیں سکتی پہچان — خواہشوں کا کبھی مٹ سکتا نہیں دل سے نشان

گیان ہونے سے نہیں رہتی تمنا کوئی
اور بھاتا نہیں دنیا کا تماشا کوئی (۱۸)

جیو کو اس لئے عرفان اگر مل جائے — خواہشیں دور ہوں اندیشۂ باطل جائے
وصل سے شاد ہو اور غنچۂ دل کھل جائے — کٹ ہمیشہ کو تناسخ کی سلاسل جائے

گیان دیتے ہو تم اُس کو جسے اپناتے ہو
جس کا دل پریم سے تم اپنے بھرا پاتے ہو (۱۹)

داس ہوں آپ کے داسوں کا میں اے شاہِ انام　　ہو کرم مجھ پہ کہ ہوں آپ کا ادنیٰ سا غلام
دیجئے بر وہ کہ مایا کا نہ جکڑے مجھے دام　　پُتر برہما کا ہوں تو آپ کا پوتا شری رام
آپ کے آگے میں ہوں عقل و خرد سے خالی
اس لئے آپ کو واجب ہے مری رکھوالی (۲۰)

استتی رام کی اتنی ہی تھے وہ کر پائے　　چشم تر ہو گئی آنند کے آنسو آئے
جذبۂ عشق بڑھا عضوِ بدن تھرّائے　　گر کے قدموں پہ سخن تب یہ زباں پر لائے
مجھ سے بھیجا ہے جو برہما نے پیام آپکے پاس
لے کے آیا ہے اُسی کو یہ غلام آپکے پاس (۲۱)

دیکھ کر طرزِ روش آپ کا اے دینِدیال　　راجہ دشرتھ کو وزیروں کو مسرت ہے کمال
راج دربار میں اسوقت ہے درپیش سوال　　سب کا ہے آپ کو یوراج[1] بنانے کا خیال
باگ اگر آپ حکومت کی ابھی لے لیں گے
دیوتا اور بہت ظلم و ستم جھیلیں گے (۲۲)

مارنے کے لئے راون کی سپاہِ جرّار　　دُکھ سُر اور مُن کے مٹانے کو لیا ہے اوتار
عہد سے اپنے مناسب نہیں پھرنا زنہار　　آپ کرتے نہیں وعدہ کبھی جھوٹا سرکار
رام جی سُن کے یہ نارد کے بچن پریم پگے
بات یوں اُن کی تشفی کے لئے کرنے لگے (۲۳)

جانتا سب ہوں میں ہر بات ہے مجھ پر روشن　　مجھ سے کہنے کی ضرورت نہیں اندوہ و محن
قتلِ راون کے لئے میں نے کیا تھا جو بچن　　وہ فراموش کبھی کر نہیں سکتا مرا مَن
ختم راون کے ثوابوں کا تو پھل ہونے دو
کوکبِ بخت کا بھی دور خلل ہونے دو (۲۴)

جا کے کر دونگا میں دیتوں کو اُسی دم پامال　　دیوتاؤں کو نہ رہجائیگا کوئی بھی ملال
کل اجودھیا سے میں یہ چھوڑ کے سارا جنجال　　جا کے جنگل میں رہوں چودہ برس ہے یہ خیال
تا کہ جو عہد تھا میرا وہ وفا ہو جائے
اور سب کے مرضِ غم کی دوا ہو جائے (۲۵)

[1] युवराज

دیورِشی دیکھ کے یہ رام کی شفقت کی نگاہ اور یوں ہوتے ہوئے وعدۂ سابق کا نباہ
خوش ہوئے پا کے علاجِ مرضِ غم دلخواہ کر کے سجدہ اُنھیں لی بعد ازاں سُورگ کی راہ
ناردا اور رام کا جب ختم یہ سمبا[1]د کیا
شیو مہاراج نے گرجا سے تب ارشاد کیا (۲۶)

کی ہے نارد نے جو یہ حمد و ثنائے رگھوبر پریم سے روز پڑھے یا کہ سنے گا جو بشر
اُس پہ دکھلائے گی یہ اپنا بہت جلد اثر جس سے دب جائیگا سنسار کی مایا کا ہنر
گیان کی ہو گی وہ معراج اُسے بے شک حاصل
دیوتوں کو بھی بہت جس کا ہے پانا مشکل (۲۷)

غزل

پریم کی لہریں اُٹھیں اور دل ہو دریا گیان کا بادِ شوقِ وصلِ چیتن ہو سہارا پران کا
دور ہو جائے خودی اور کرم کا مٹ جائے دوش وہم رہ جائے نہ باقی مان اور اپمان کا
خواہشوں کی سمت پھر ہووے نہ رُخ اپنا کبھی کر سکے دل پر اثر جھونکا نہ کچھ ابھمان کا
برہمہی کے روپ کا ہو اک کمل دل میں کھلا پردۂ دل پر ہو پرتو بھانو تیج[2] ندھان کا
روپ ساگر میں سما جائے یہ دریائے محیط اک طریقہ ہے یہی بس جیو کے نِروان کا
سَت چت آنند میں ہو محو نارائن سدا
دھیان ہر لحظہ رہے دل میں اُسی کے دھیان کا

سوئیا

بھاؤ[1] کبھاؤ کُسنگ تجے۔ ابھلاش بڑھے شُبھ کرمن کی
آتم[2] وچار کرے ہیے میں۔ سُدھی[3] بدھی نہ نیک رہے تن کی

सवैया—भाव[1] कुभाव कुसङ्ग तजे अभिलाप बढ़े शुभ कर्मन की ।
आत्म[2]-विचार करे हिय में सुधि[3] बुद्धि न नेकु रहे तन की ।

(۱) شبھ اچھا گیانیوں کے ساتھ رہنے اور گیان کی کتابیں پڑھنے سے ہوتی ہے۔ (۲) آتم وچار۔ یہ سوچنا کہ آتما کیا ہے۔
(۳) تو مانسی بے تعلقی جس میں جیو اپنے جسم سے اپنے کو علیحدہ خیال کرتا ہے۔

(1) संवाद
(2) भानु-तेजनिधान

سَتّواپتّی (۴) انند سَروُپہیں (۵) ۔ پنتھ لہے آنند گھن (۶) کی
تُریا (۷) اوستھا "تت توم اسی"، وِگیّان مٹے چِنتا مَن کی

دوہا۔ گیان سپت سوپان یہ ۔ برلا پاوے پار
جاگرت سوپن سوشوپتی کے پَرے گیان کی دھار

سرگِ دوسرا

راج تلک کی تیاری اور کیکئی پر منتھرا کی صحبت کا اثر

ایک دن جب تھے وہ بشرام (۱) بھوَن میں اپنے — تھا کوئی اور نہ اربابِ سخن میں اپنے
سوچ کر شہ نے کسی بات کو مَن میں اپنے — جلد بُلوایا گُورو جی کو سدن (۲) میں اپنے
کہہ کے قاصد سے یہ کہنا نہ ہو تکلیف اگر
کیجئے بہرِ عنایت درِ خادم پہ گذر (۱)

سُن کے قاصد کی زبانی یہ اودھ پت کے کلام — راج مندر میں وہ آپہونچے بہت تیز خرام
کرکے تعظیم و مدارات شہنشہ نے تمام — مُدّعا کا پئے بہبودیٔ ہر خاص و عام
یوں بصد عجز کہا اُن سے کہ اے خسروِ دیں
کردیا ضعف نے اب مجھ کو بہت زار و حزیں (۲)

طائرِ جاں نہیں کچھ علم کہ کب جائے نکل — کس کو معلوم ہے کب آئے گا صیّادِ اجل
خوف ہے دل میں کہ ایسا نہ ہو پڑ جائے خلل — اس لئے ہے یہ ارادہ مرا گر حکم ہو۔ کل

(۱) विश्राम-भवन (۲) सदन

सत्त्वापत्ति (४) अनन्दस्वरूपहिं (५) पन्थ लहे आनँद-घन (६) की ।
तुर्यावस्था (७) "तत्-त्वम्-असि"-विज्ञान मिटे चिन्ता मन की ॥
दोहा—ज्ञान-सप्त-सोपान यह, बिरला पावै पार ।
जाग्रत स्वप्न सुषुप्ति के, परे ज्ञान की धार ॥

(۴) ستّواپتّی ۔ داناؤں کا نسٹ کر دینا ۔ (۵) آنند سروپ یا اسم مُکتی ۔ بغیر بھرم کے گیان ۔ (۶) آنند گھن یا پدارتھ بھاؤنی دشے گیان کا نہ ہونا ۔ (۷) تُریا ۔ سُکھ دُکھ سے ہمیشہ کے لئے نجات ۔

بخش دوں رام کو یہ سلطنت و تاج حضور
دیکھ لوں آنکھوں سے اپنی اُنھیں یوراج[1] حضور (۳)

آپ کے فضل نے اُن پر یہ دکھایا ہے اثر آ گئے اُن کو اسی عمر میں سب علم و ہنر
مدح خواں اُن کے ہیں سب ہے یہی چرچا گھر گھر آرزو دل میں یہی رکھتا ہے ہر فردِ بشر
رام کا راج ہو اور تا بہ ابد راج رہے
ہم رعایا رہیں اور اُن کے ہی سرتاج رہے (۴)

دل میں حسرت مرے باقی نہ کوئی اور رہی سچ ہر اک بات ہوئی آپ نے جو بات کہی
التجا آپ سے ہے اب مری مُن ناتھ یہی دیجئے رام کو راج اور وہ کریں بادشہی
جو مناسب ہو مجھے حکم عطا کیجئے آپ
جا کے تب رام کو یہ خوشخبری دیجئے آپ (۵)

کر کے یوں خواہش دل شاہ نے مرشد سے بیاں راج منتری کو بھی بلوا کے اُسی وقت وہاں
اُس سے فرمایا کہ کل صبح کو یہ بارِ گراں سلطنت۔ راج کا دیہیم زہی ملک و مکاں
جی میں آتا ہے کہ میں رام کو یہ سب دے کر
مابقی عمر ریاضت میں کروں سُکھ سے بسر (۶)

اس لئے سارے وہ رختِ طرب و جاہ و حشم جن کو بتلاتے ہیں مُن راج ہوں فی الفور بہم
راج میں جشن ہو اور نصب ہوں ہر سمت علم یک قلم سارے قلمرو میں ہو فرمان رقم
درو دیواروں پہ ہو سب کے عیاں لطف بہار
جھالریں موتیوں کی سونے کی ہوں بندنوار[2] (۷)

راجہ دشرتھ کے سنے جب یہ خوش آیند کلام کہئے جو حکم ہو۔ منتری نے کیا اُن کو پرنام
عرض کی بعدۂ مُن ور سے کہ اے عرش مقام کہئے کیا حکم ہے مجھ کو میں کروں کون سا کام
بات منتری کی یہ تب سُنکے ترکالگیہ[3] بسشٹ
جاننے والے ہر اک بات کے وہ گیان بسشٹ[4] (۸)

بولے کل صبح کو جب وقت وہ لائے کرتار سولہ کنیائیں رعایا کی خجستہ اطوار
پیشوائی کے لئے کر کے سراپا شرنگار آرتی لے کے رہیں بیچ کے در پر تیار

(1) युवराज
(2) बन्दनवार
(3) त्रिकालज्ञ
(4) वशिष्ठ

(1) इरावत

ایک ہاتھی بھی ایراوت[1] کے ہو جو کُل میں بڑا
(۹)
خوب منقوش ہو۔ سج دھج سے رہے در پہ کھڑا

سب وہ تیرتھ جو زمانہ میں ہیں مشہور بڑے اُنکے پانی سے بھرے رکھے ہوں سونے کے گھڑے
کم سے کم تین عدد باگھ کے بھی ہوں چمڑے چھتر ہیروں کا ہو جس میں ہوں بہت رتن جڑے

خوشنما پھولوں کے رکھے ہوں ہزاروں مالے
(۱۰)
نغمہ پرداز رہیں مدح سنانے والے

لیکے کُش ہاتھ میں عابد ہوں وہاں پر موجود در پہ چترنگنی سینا رہے وقتِ موعود
ہوں ہر اک مندر و معبد میں عبادت کے سرود جتنے راجہ ہیں حکومت میں وہ سب بہرِ سجود

نذرِ شاہی کو لئے سر کو جھکائیں آئیں
(۱۱)
ہر طرف شہر میں باجوں کی صدائیں چھائیں

حکم اس طور سے منتری کو مہامُن دے کر قصرِ زریں پہ رہا کرتے تھے جس میں رگھو بر
رتھ پہ بیٹھے ہوئے جا پہونچے بصد شوکت و فر رام یہ سُن کے کہ آئے ہیں گورُوجی گھر پر

ہاتھ جوڑے ہوئے دروازے پہ دوڑے آئے
(۱۲)
گر کے پیروں پہ اُنھیں اپنے محل میں لائے

دے کے تعظیم سے تب رتن جڑا سنگھاسن دھوئے خود رگھوبر و سیتا نے گورُوجی کے چرن
سر پہ رکھ کر چرن آمرت کو بولے یہ بچن تربھون ناتھ شری رام جگت کے کارن

(2) यथारथ

پھل ملا پانے کا نرتن کے یتھارتھ[2] ہم کو
(۱۳)
کر دیا آپ نے آج آکے کرتارتھ[3] ہم کو

(3) कृतारथ

انکساری سے بھرے رام کے سُن کر یہ کلام ہنس کے تب برہمہ رشی اُن سے لگے کہنے کہ رام
آپ کے پانوں سے نکلی ہوئی گنگا کا قیام سر پہ شیوجی کے ہمیشہ ہے پئے بخشش عام

آپ کے نام کا پھل ہے یہ کہ شیو ابناشی
(۱۴)
دیتے کاشی میں ہیں نروان[4] گتی سُکھ راشی

(4) निर्वाणगती

آپ کے قدموں سے نکلے ہوئے جل نے جگدیش دل سے ساری چترانن کے مٹا دی تشویش
آپ اس وقت مرے پانوں پہ رکھتے ہیں جو شیش کامنا آپ کی پوری ہو یہ دیتا ہوں اشیش

جانتا ہوں میں کہ دنیا کو دکھانے کے لئے
(۱۵)
آپ کرتے ہیں یہ سب اپنے چھپانے کے لئے

آپ سے ورنہ بھلا کون ہے ایسا بڑھ کر — جس کی تعظیم ہو فرض آپ پہ بندہ پرور
آپ کرنے کو عیاں دہر میں بھکتی کا اثر — اور راون کو فنا کرنے کو اے رشکِ قمر

ایسے کرتے ہیں چرت مایا کی ہمراہی میں
(۱۶)
جن سے پڑتا ہے بشر اور بھی گمراہی میں

گو کہ مجھ پر ہے عیاں آپ کا ہر رازِ نہاں — یہ مناسب نہیں دنیا میں کروں اسکو بیاں
آپ جس طرح سے مایا کو لئے ساتھ یہاں — ایسے کرتے ہیں چرت جنسے کہ ہوتا ہے گماں

ویسے ہی وِشنو گورُو آپ کی یہ مرضی ہے
(۱۷)
جو گورُو کی مجھے آج آپ نے پدوی دی ہے

ہیں گورُو آپ ہی گورُووں کے جگت کے سوامی — جانتے آپ ہر اک بات ہیں انتر جامی
آپ کے نام سے تر جاتے ہیں پاپی کامی — آپ ہیں خود ہی مکمل نہیں کوئی خامی

چھوڑ کر آپ ہی ساکیت کو آتے ہیں یہاں
(۱۸)
کام جیوؤں کی طرح کر کے دکھاتے ہیں یہاں

بیشتر دل میں ہوا تھا مجھے کچھ اندیشا — پروہتائی کا جہاں میں نہیں اچھا پیشا
تب بدھاتا نے تھا اُس وقت مجھے اُپدیشا — لیں گے رگھو بنش میں اوتار اگُن اکھلیشا[1]

دل میں تب اپنے سمجھ کر یہ کیا میں نے قبول
(۱۹)
ہو گا دیدار مجھے آپ کا اک روز حصول

وِشنو کی مایا یہ جس نے ہے ہمیں بھرمایا — رہتی ہے آپ کے قابو میں چراچر دایا
کیجئے مجھ پہ اب اے رام کچھ ایسی دایا — موہ میں ڈالے نہ اب آپ کی مجھ کو مایا

ہو جو منظور مرے حق سے ادا ہو جائیں
(۲۰)
آپ مایا کی نہ طاقت مجھے اب دکھلائیں

اور یہ بردان مجھے دیجئے اے نیک صفات — کہ بڑھیں آپکے ہی پریم کے دل میں جذبات
کہہ دیا تذکرتا آپ سے یہ راز کی بات — اب کسی سے نہ کہوں گا اسے میں تا بہ حیات

(۱) अखिलेशा

تو سنو دل میں اودھ پت کے جو بات آئی ہے
بھیج کر مجھ کو یہاں تم سے جو کہلائی ہے (۲۱)

دیکھ کر آیا ہوا باغِ جوانی کو زوال
یک بیک دل میں یہ آیا ہے اودھ پت کے خیال
سونپ دیں کل تمھیں یہ راج کا سارا جنجال
یادِ معبود میں ہوں تا بسر اب عمر کے سال
اس لئے آج معِ جانکی جی کے رگھوناتھ
ہے مناسب کہ رہو نیم اور آچار کے ساتھ (۲۲)

جلد یئے دے کے یہ اُپدیش تو مُن راج اُدھر
اس طرف رام نے بھائی سے کہا یوں ہنس کر
راج دیدینگے پتاجی ہمیں کل صبح اگر
کار فرما میں کرونگا تمھیں اے نیک سیر
ہوں گے مرغوب ہر اک کام تمھارے مجھ کو
کیونکہ تم جان سے بھی بڑھ کے ہو پیارے مجھ کو (۲۳)

کہہ کے لچھمن سے یہ لی دونوں نے پوشاک بدل
کہہ گئے تھے جو بسشٹ آکے کیا اُس پہ عمل
اُس طرف جا کے کہا شاہ سے مُن راج نے کل
دن مبارک ہے خبردار کہیں جائے نہ ٹل
جیسے ہو رام کو تم دے کے یہ دیہیم وسریر
یادِ معبود میں آرام سے ہو گوشہ پذیر (۲۴)

تاجپوشی کی یہ تقریر کسی نے سُن کر
جلد تر محلوں میں اس بات کی دی جا کے خبر
ہو گیا شہر میں روشن یہ سبھوں پر گھر گھر
رام کو راج ملا شاد تھا ہر فردِ بشر
جس نے کوشلیا سُمترا سے کہا جا کے یہ حال
مانک[1] اور مُکتا[2] کے مالے وہ ہوا پا کے نہال (۲۵)

بعدہٗ رام کی ماتا نے بہت ہو کے مگن
لکشمی جی کا کیا رام کی خاطر پوجن
اور منایا شری دُرگا کو یہی کہہ کے بچن
کام کے بس کہیں ہو کر نہ ہوں وہ عہد شکن
ستیہ[3] بادی ہیں مگر بس میں ہیں کیکئی کے شاہ
دیکھیں اس قول کا کس طور سے کرتے ہیں نباہ (۲۶)

دیوتاؤں نے یہ کی برہما سے جا کر فریاد
کچھ توقع نہ ہمیں رہ گئی اب پانے کی داد
ختم ہو گی نہ کبھی دیتوں کی ہم پر بیداد
ہو گا اب قلبِ حزیں یہ نہ ہمارا کبھی شاد

(۱) मानिक (۲) मुक्ता (۳) सत्यवादी

رام جی دہر میں ہم سب کی خبر بھول گئے
(۲۷)
اپنا وہ نخلِ ارادت وہ ثمر بھول گئے

سرستی جی یہ مناسب ہے کہ اب جا کے وہاں رخنہ انداز ہوں لیکن نہ کسی پر ہو عیاں
پھیر کر منتھرا اور کیکئی کی عقل و زباں جلوہ گر پھر ہوں یہاں آ کے بصد شوکت و شاں
الغرض جب کہ یہی طرزِ عمل طے پایا
(۲۸)
شاردا جی نے بھی منظور اسے فرمایا

منتھرا چیری جو کیکئی کی تھی عقل سے دور پُر شرارت سے تھی اتنی کہ جہاں میں مشہور
کج ادائی کے سبب تن میں کجی کا تھا ظہور جس کو اوروں کی بدی کا تھا شب و روز سرور
نہ سوا جس کے ملا۔ قصّہ کوتاہ کوئی
(۲۹)
اُس پہ کی مایا ہوا جس سے نہ آگاہ کوئی

اُس نے دیکھا جو ہر اک سمت خوشی کا اظہار شہر کی زینت و آرائشِ زیبا و بہار
دھوج پتا[1] کا کہیں لہراتے کہیں بند نوار کر کے معلوم سبب غم سے ہوئی سینہ فگار
آتشِ خشم سے جل کر وہیں جھنجھلائی ہوئی
(۳۰)
سر پر اُس کے کوئی گویا تھی بلا آئی ہوئی

دوڑ کر پہونچی بس اسطور سے کیکئی کے پاس جس طرح کوسوں کی دوری پہ پہونچا ہے قیاس
دیکھ کر اُن کا وہ سُکھ اور وہ سب بھوگ بلاس ڈانٹ کر کہنے لگی چھوڑ کے تعظیم کا پاس
بے خبر تو تو یہاں عیش میں یوں سوتی ہے
(۳۱)
کوشلا تیرے لئے تخمِ الم بوتی ہے

ناز ہے حُسن پر اپنے تجھے اے متوالی جانتی چال ہے مستی ہی سے چلنا خالی
رام کی ماں کو سمجھتی ہے تو بھولی بھالی لیکن آتی اُسے ہر چال ہے چلنے والی
ہوش کر جاتی ہے اب سب تری عشرت کھوئی
(۳۲)
ناسمجھ تجھ سا زمانہ میں نہیں ہے کوئی

ڈر کے رانی نے سُنتے جیوں ہی یہ باندی کے کلام پوچھا کیا بات ہے تو کون سا لائی ہے پیام
خیر ہے کیوں تو سناتی نہیں وجہِ آلام ہیں شہنشاہ تو راحت سے ہیں آرام سے رام

[1] ध्वज पताका

ہیں کُشل سے تو بھرت خوش تو ہیں شترگھن و لکھن
(۳۳) کیوں بتاتی نہیں تو موجبِ اندوہ و محن

جل گئی جیوں ہی سُنا لیتے ہوئے رام کا نام
مکر کا دام بچھا کر وہ وہیں پر خود کام
بولی ہے کس کو سوا رام کے آرام سے کام
جس کو یوراج کا بھیجا ہے شہنشہ نے پیام
عیش و راحت میں بسر وقت ترا ہوتا ہے
(۳۴) کیا خبر تجھ کو ترے راج میں کیا ہوتا ہے

سہیری سے یہ سُنی جب خبرِ قشقۂ رام
دے دیا رتن جڑا سونے کا تو پُر انعام
بھر گیا کیکئی کا بوئے مسرت سے مشام
بولی بیخوف ہو کیا خوف کا ہے اسمیں مقام
رام تو بڑھ کے بھرت سے بھی ہیں پیارے ہم کو
(۳۵) یہ اگر نورِ نظر ہیں تو وہ تارے ہم کو

دیکھ تو کرکے تو سیدھی کمرِ پُرخم کو
ہم روا رکھ نہیں سکتے کبھی اُن کی ذم کو
مانتے بڑھ کے ہیں ماتا سے وہ اپنی ہم کو
تو عبث دل میں جگہ دیتی ہے اپنے غم کو
سلطنت کل اُنھیں گر واقعی مل جائے گی
(۳۶) مونھ سے جو کچھ بھی تو مانگے گی وہی پائے گی

بات جب سُن کے یہ رانی کی وہ کچھ شرمائی
تب یہ تمہیدِ سخن نطقِ زباں سے پائی
دِن بُرے آنے پہ ہوتی ہے یوں ہی رسوائی
وائے قسمت کہ بھلائی میں بُرائی آئی
تخت اور تاج ملے چاہے جسے سلطانی
(۳۷) ہو چکی چیری تو اب ہو نہیں سکتی رانی

تم سمجھتی ہو کہ ہیں بس میں تمھارے اودھیش
اس لئے راج کے جانے میں نہیں کچھ پس و پیش
ہے مگر فرض مرا تم کو یہ کرنا اُوپدیش
وقت پر ہوتے ہیں بیگانہ جو کہلاتے ہیں خویش
کیا کروں ہائے طبیعت کو کہ بدکیش نہیں
(۳۸) تم نہ سمجھو تو نہ سمجھو میں بد اندیش نہیں

اک زمانہ تھا کبھی تھے وہ تمھارے مشتاق
اُن کے دل میں نہیں اب پچھلی محبت کا مذاق
تھا یہاں رہنا بھرت کا جو گذرتا اُنھیں شاق
بھیجا ننھیال اُنھیں تاکہ نہ ظاہر ہو نفاق

غلبۂ نفس میں گو بات بنا دیتے ہیں
(۳۹) ورنہ یہ جان لو وہ تم کو دغا دیتے ہیں

دل میں چُپ رہنے کا جب ہم نے نہ دیکھا یارا — کہہ دیا حال جو معلوم تھا ہم کو سارا
گو بظاہر ہے اُنھیں حُسن تمھارا پیارا — دل کو کوشلّیا کا بھاتا ہے مگر نظارا

واقعی مل جو گیا رام کو کل راج کہیں
(۴۰) ہو نہ تم اور بھرت کھانے کو محتاج کہیں

جب کہ اس طور سے باندی نے اُنھیں سمجھایا — اور کی عقل کی دیوی نے بھی اپنی مایا
منتھرا نے جو کہا تھا وہ سمجھ میں آیا — آ کے تب طیش میں کیکیئی نے یہ فرمایا

سچ اگر یہ ہے تو گھر میں نہ رہوں گی ہرگز
(۴۱) بات کوئی نہ سوَت[1] کی میں سہوں گی ہرگز

یک بیک کیوں مری تقدیر نے پلٹا کھایا — کیا سبب مجھ کو بدھاتا نے یہ دن دکھلایا
کون سی بات کا بدلہ ہے یہ میں نے پایا — کیوں مری آنکھوں میں جاتا ہے اندھیرا چھایا

آج تک کی نہ کسی کی تھی بُرائی میں نے
(۴۲) کیا خطا تھی کہ سزا جس کی یہ پائی میں نے

سچ بتاتا ہے تری بات مرا سوزِ جگر — داہنی آنکھ پھڑکتی ہے مری روز اِدھر
رات کو خوابِ زبوں دیکھ کے کرتی ہوں سحر — پھاڑے کھاتے ہیں مجھے دن میں یہ دیوار یہ در

میں نے سیکھی نہ کسی سے کوئی چترائی تھی
(۴۳) اس لئے بات تری میں نہ سمجھ پائی تھی

دیکھا قابو میں جو آتی ہوئی اپنے اُس کو — بولی کُبری کہ عبث رنج پہ مائل کیوں ہو
پاس راجہ کے تمھارے ابھی بردان ہیں دو — یاد ہے بات ہمیں ہم سے کہی تم نے تھی جو

مانگ لو ورنہ ملے گا نہ یہ موقع پھر سے
(۴۴) ہو گا اک عمر کو غم جائے گا سہرا سر سے

سرگذشت اپنی سُنو تم کو سناتی ہوں تمام — دیوتوں دیتوں میں اک بار ہوا تھا سنگرام[2]
دستیاری کے لئے اندر نے بھیجا تھا پیام — تم تھیں اُس وقت رفیقِ شہِ والا اکرام

[1] सवत
[2] संग्राम

جب کہ دیتوں کی لڑائی تھی ٹھنی دشرتھ سے
(۴۵) گر پڑی لوٹ کے تھی کیل دھُری کی رتھ سے

حال دشرتھ سے نہ اُس دم یہ بتایا تم نے
تھی جہاں کیل وہاں ہاتھ لگایا تم نے
شرطِ اخلاص و محبت کو نبھایا تم نے
پران راجہ کا لڑائی میں بچایا تم نے

جیت کر دیتوں کو جب یوں تمھیں بیٹھا پایا
(۴۶) اور سب حال وہ راجہ کی سمجھ میں آیا

تم سے خوش ہو کے بہت تم سے کہے تھے یہ سخن
جو پسندیدہ ہو وہ مانگ لو اے رشکِ چمن
آج تم نے ہی بچایا ہے مری جان یہ تن
بارِ احساں سے نہیں اُٹھتی ہے میری گردن

ہو کے خوش تم سے میں دیتا ہوں تمھیں ڈو بردان
(۴۷) مانگ لو مجھ سے وہ تم جن کا ہو تم کو ارمان

تم نے اُس وقت کہا تھا کہ ہیں خوش آپ اگر
آپ کے پاس امانت میں رہیں دونوں یہ بَر
بعدہٗ آئی تھیں تم جنگ سے جب لوٹ کے گھر
دی تھی خود تم نے ہی اس واقعہ کی مجھ کو خبر

آگیا وقت وہ اب کوپ بھون میں جاؤ
(۴۸) روئے غم شکلِ الم اپنی اُنھیں دکھلاؤ

یک بیک جلد نہ باتوں میں تم اُن کی آنا
رام کی جب وہ قسم کھائیں تبھی بتلانا
ہو بھرت راج یہ بَر دان ہو اک من مانا
رام کا دوسرے بَردان سے ہو بن جانا

کیکئی شاد ہوئی سُن کے یہ تقریر بہت
(۴۹) بولی دونگی تجھے اس کے لئے جاگیر بہت

سیکھ کر اُس سے سبق یہ جو ہوا تند مزاج
لوں گی بدلہ میں کہا بغض کا کوشلیا سے آج
یا یہ ہوگا کہ بھرت ہونگے مرے مالکِ تاج
یا تو نابود ہی ہو جائے گا رگھوکل کا سرتاج

الغرض بات یہی دل میں جو اپنے ٹھانی
(۵۰) خشمگیں بن کے گئی کوپ بھون میں رانی

پھینک کر تن پہ جو زیور تھے اُنھیں بر سرِ خاک
کر کے سب چاک بدن پر تھی جو اپنے پوشاک
فرش پر لیٹ گئی مکر و ریا میں چالاک
شکل نادانی سے کچھ ایسی بنائی غمناک

جس سے آثار عیاں ہوتے تھے بدھواپن کے
گویا خود شدنی ہی درپردہ تھی دشمن بن کے (۵۱)

راستی یہ بھی ہو۔ سچ ہے۔ کوئی انسان اگر
طاق ہو علم و ہنر میں بھی اگر کوئی بشر
نیت اور دھرم میں ثانی بھی نہ رکھتا ہو مگر
بالیقیں صحبتِ بد اُس پہ دکھا دے گی اثر
گوش زد کرتی ہے یہ اپنے ہی اندازوں کو
بند کر دیتی ہے سب عقل کے دروازوں کو (۵۲)

غزل

کیا کہے کوئی بھلا غم کے اس افسانے کو
چرخ درپے ہے مصیبت کی گھٹا لانے کو
عیش اُس کو نہیں دم بھر بھی کسی کا بھاتا
شمع کی شکل جلا دیتا ہے پروانے کو
کُبری اور کیکئی کے دل پہ دکھایا نیرنگ
دیکھ کر عیش کے بھرتے ہوئے پیمانے کو
اس طرف جشن اودھ میں ہے اُدھر پوشیدہ
ہوتی تیاریاں ہیں رام کے بن جانے کو
پھینک کر زیور و پوشاک گئی کوپ بھون
کیکئی غم سے بھری شاہ کے دکھلانے کو
شکل غم ایسی بنائی کہ کہے کون اُسے
بدشگوں شدنی کے تھے جو کہ تھی پیش آنے کو
سچ ہے دکھلاتی ہے ہر صحبتِ بد اپنا اثر
بس ہے اک لمحہ بھی انسان کے بہکانے کو
ساتھ اسفل کا نہ ہو اپنا کبھی نارآین
اس سے بہتر تو سمجھتا ہوں میں مر جانے کو

سوئیا
رام کو راج بری کُبری سُن کے من ماں متی مند ملینی
بات بنائے کیو چھل چھند بگار سو رانیہو کی متی دینی
مانگوے کو بردان گئی تیہ کوپ نکیتن دمبھ پروینی
ستیہ سُو سنگت آوت ہیں پُن پائے کُو سنگ سبے گُن ہینی

सवैया—राम को राज बरी कुबरी सुनिके मन माँ मति-मन्द मलीनी ।
बात बनाइ कियो छल छन्द बिगारि सो रानिहु की मति दीनी ।
मांगिवे को वरदान गई तिय कोपनिकेतन दम्भ-प्रवीनी ।
सत्य सुसङ्गति आवत हैं पुनि पाइ कुसङ्ग सबै गुन हीनी ॥

دوہا - نیت دھرم آچار سب - رہیں نہ پائے کُسنگ
جِم کُبری کیکئی کو - جانت جگت پرسنگ
نارائن یہی جگت ماں - جنم جو بدھنا دئے
کپٹی پاپی کھلن کو - سنگ کبھوں نا دئے

سرگ تیسرا

کیکئی کا بردان مانگنا

حکمِ مُرشد کا وزیروں کو اُدھر بتلا کر — قصرِ کیکئی پہ سونے کے لئے تب آ کر
عین حیرت میں نہ رانی کو وہاں پر پا کر — چار سُو ڈھونڈھنے دشرتھ جی لگے جا جا کر
کیا ہوئی دل میں لگے کہنے کہ پیاری میری
مجھ پہ آتی ہے نظر رات یہ بھاری میری (۱)

ہو کر آشفتہ کنیزوں سے کیا تب یہ سوال — آج روپوش ہے کیوں ہے وہ کہاں کیسا ہے حال
شاہدِ خاطرِ ناشاد و بُتِ حُسن و جمال — دلربا دلبر و دلدار و دلآرام کمال
دوڑ کر روز تو لگتی تھی مرے آ کے گلے
آج آتے نہیں آثار نظر مجھ کو بھلے (۲)

داسیاں بولیں کہ ہیں کوپ بھَوَن[1] میں رانی — ہم کو معلوم نہیں راز مگر پنہانی
گُم ہوئے ہوش یہ سنتے ہی بڑھی حیرانی — فق ہوا چہرہ اُڑا رنگِ رُخِ نورانی
پیر اُٹھاتے تو تھے آگے کو مگر رہ رہ کر
دیتی گویا انھیں شدنی تھی خبر رہ رہ کر (۳)

[1] कोप भवन

दोहा—नीति धर्म आचार सब, रहैं न पाइ कुसङ्ग।
जिमि कुबरी-कैकई को, जानत जगत प्रसङ्ग ॥
'नारायन' यह जगत महं, जन्म जो बिधना देइ।
कपटी पापी खलन को, सङ्ग कबहुं ना देइ ॥

جس کے تابع ہیں سبھی بس میں ہے سُرلوک کا راج   دیتے شاہانِ زمانہ ہیں سبھی جس کو خراج
لوکپالوں کے بھی لوکوں کا نہیں جو محتاج   کانپ اُٹھا ڈر سے خفا سُن کے وہ ہمخوابہ کو آج
مانتے تھے جسے سب دہر میں مخدوم اپنا
کرلیا کام[۱] نے آج اُس کو بھی محکوم اپنا   (۴)

خوف کھاتے ہوئے تب جاکے وہ آہستہ خرام   بولے یوں اُس سے پسندیدہ جو تھے اُس کو کلام
اے سویدائے دل و نازنیں نازک اندام   شکلِ ماتم ہے یہ کیوں دل کا ترے کیا ہے مرام
کیوں پڑی فرشِ زمیں پر ہے بتادے تو سہی
حالِ غم ہم بھی سنیں کچھ تو سُنادے تو سہی   (۵)

تیرا غم دیکھ کے جاتی ہے مری جانِ حزیں   جانِ جاں آج ترا دھیان ہے کیا اور کہیں
کس کی باتوں کا اثر دل پہ ہوا نقش گزیں   کس نے یہ داغ دیا ہے تجھے اے ماہ جبیں
کس نے سوچی ہے بتا دل میں بُرائی تیری
کس نے چاہا ہے کہ ہو مجھ سے جدائی تیری   (۶)

تُو کہے جس کو بنادوں میں اُسے صاحبِ زر   حکم دے تُو جسے کردوں میں اُسے شہر بدر
مار سکتا ہوں اُسے بھی جسے کہتے ہیں امر   بچ کے جائے مرے ہاتھوں سے کہاں تاب بشر
جس کو تُو چاہے بری اُسکو سزا سے کردوں
تُو جو مانگے تو ابھی کاٹ کے اپنا سر دوں   (۷)

کیوں بتاتی نہیں آنکھوں سے ہیں کیوں اشک رواں   دیکھ کر غم مجھے ہر لحظہ گذرتا ہے گراں
بس میں ہوں تیرے یہ معلوم ہے تجھ کو مری جاں   بات دراصل ہے کچھ یا کہ ہے یہ نازِ بتاں
جو کہے گی وہ سرآنکھوں پہ بجا لاؤں گا
یوں مگر ظلم ترا میں نہ اُٹھا پاؤں گا   (۸)

رام جی پران ہیں پرانوں کے بھی آدھار صنم   قول دیتا ہوں تجھے اُن کی میں کھاتا ہوں قسم
عہد سے اپنے پھروں گا نہ کبھی ایک قدم   کروہی جس سے رہے باقی نہ حسرت نہ الم
جان اگر جائے تو جائے نہیں انکار مجھے
عہد شکنی نہ پسند آئے گی زنہار مجھے   (۹)

(۱) काम

جب سُنی رام کی سوگند یہ کھاتے اُن کو　　اُٹھ پڑی غمزہ و انداز دکھاتے اُن کو
پونچھ کر آنسو تھے آنکھوں سے جو آتے اُن کو　　بات کرنے لگی طنزاً یہ سُناتے اُن کو
مانگ لو مانگ لو روز آپ کہا کرتے ہیں
اپنا وعدہ بھی کبھی کہئے وفا کرتے ہیں　(۱۰)

دونوں بردان وہ پہلے کے جو ہیں آپ کے پاس　　اُن کے پانے کی رہی دل میں نہ باقی کوئی آس
مانگنا اب نہیں زیبا یہ بتاتا ہے قیاس　　پھل وہ کس کام کا ہوتی ہی نہیں جسمیں مٹھاس
بولے دشرتھ کہ لگاتی ہے عبث دوش مجھے
تُو نے مانگا ہو کبھی اس کا نہیں ہوش مجھے　(۱۱)

گر اسی بات پہ ہے رنج کا سب دارومدار　　دو کے بدلے جو کہے تو تو میں دیدوں تجھے چار
جھوٹ سا پاپ نہیں کوئی جہاں میں زنہار　　رام کی اُس یہ قسم کھا کے میں کرتا ہوں قرار
رسم رگھو کل میں سدا سے یہی اے جان رہی
کر دیا وہ جو کہا۔ تن نہ رہا۔ شان رہی　(۱۲)

قول دشرتھ کا یہ سُن کر جو ہوا دل میں اثر　　بولی کیکیئی کہ اچھا مجھے دیتے ہو جو بر
پہلا بردان یہی ہے مرے اب مدِ نظر　　مالکِ تخت بھرت جی ہوں مرے لختِ جگر
دوسرا یہ کہ اُداسی کی طرح پھل کھا کر
رام جی بن میں رہیں چودہ برس تک جا کر　(۱۳)

بعدہٗ چاہیں اگر وہ تو پلٹ بھی آئیں　　گر نہ چاہیں تو وہیں بن میں کہیں رم جائیں
فرق کچھ آپ اگر دینے میں ان کے لائیں　　تو یہی ہو گا کہ پھر مجھ کو نہ جیتا پائیں
رہ گئی چہرہ پہ رونق نہ سنے جب یہ سخن
لگ گیا جیسے چمکتے ہوئے سورج کو گہن　(۱۴)

دل میں کہنے لگے ہاتھوں کو جبیں پر رکھ کر　　ہائے کم بخت محبت نے دیا ہے یہ ثمر
دیکھتا کیا ہوں میں یہ کیا ہے مرے پیشِ نظر　　سچ ہے یا خواب ہے یہ شام ہوئی ہے کہ سحر
ہائے قسمت نے یہ دن کیوں مجھے دکھلایا ہے
کیا مری موت کا اب وقت قریب آیا ہے　(۱۵)

رفتہ رفتہ جو ہوئے خوابِ الم سے بیدار　　شیرنی کی طرح آئی نظر اپنی وہ نگار
بولے کیوں کرتی ہو نا سمجھی سے ایسی گفتار　　چاہتی کیوں ہو بنا نا مرے اس دل کو شکار
کیا خطا رام سے سرزد ہوئی بولو تو سہی
(۱۶)　دل لگی کرتی ہو یا دل میں ارادہ ہے یہی

کہتی تھیں رام بھرت سے بھی ہیں پیارے مجھ کو　　ہیں یہ نورِ نظر آنکھوں کے وہ تارے مجھ کو
جھوٹ ثابت ہوئے وہ قول تمھارے مجھ کو　　آج معلوم ہوئے سب وہ اشارے مجھ کو
راج دینے میں بھرت کو نہیں انکار مجھے
(۱۷)　دور کرنا نہ مگر رام سے زنہار مجھے

گر پڑے قدموں پہ آنکھوں میں بھر آئے آنسو　　بولے کیوں ہوتی ہے تو بھانو[1] کے کُل کو راہو[2]
مہ جبیں داغ بتا کیوں مجھے دیتی ہے یہ تُو　　ہو گیا چاک اگر دل تو نہ پھر ہو گا رفو
کر کے سُرخ آنکھوں کو تب رانی غضبناک ہوئی
(۱۸)　بولی کیا عقل گم اُے صاحبِ ادراک ہوئی

تم بھی تو کہتے تھے دل کے ہیں یہ دونوں پیوند　　کیا بھرت غیر ہوئے رام تمھارے فرزند
بات وہ سچ تھی تو اب کیوں نہیں ہوتے خُرسند　　کیا تمھیں راج بھرت کا نہیں آتا ہے پسند
دھیان گر دل میں نہیں کچھ مرے غم کا سوامی
(۱۹)　چھوڑتے پاس ہو کیوں اپنی قسم کا سوامی

ایسا کرنے میں تمھیں ہو گی فقط رسوائی　　سلطنت بھر میں رہے گی نہ کہیں سچائی
آبِ شفّاف پہ جم جائیگی کُل کے کائی　　بھوگنا ہو گا نرک بھی تمھیں رگھو کُل رائی
صبح کل رام نہ جنگل کو اگر جائیں گے
(۲۰)　جان لو پران مرے تن میں نہ رہ پائیں گے

عورتوں سا مجھے دکھلاتے ہیں کیوں آپ وِلاپ[3]　　ہو نہ دینا اگر انکار ہی کر دیجئے آپ
ستّیہ کا آپ کے دنیا کو ہو معلوم تو داپ[4]　　پھیرنا قول کو دیکر یہ بڑا بھاری ہے پاپ
سچ کے پردے میں دکھاتے تھے اگر آپ سوانگ
(۲۱)　کس کی طاقت پہ کہا آپ نے مجھ سے بر مانگ

(1) भानु　(2) राहु　(3) विलाप　(4) दाप

بولے دشرتھ کہ تو اس طرح مرا خون نہ کر — مانگ تُو مجھ سے تو دیدوں میں ابھی کاٹ کے سر
جان کر جان نہ لے مان مری بات ۔ اگر — رام ہوں دور تو میں جی نہیں سکتا دم بھر
زندہ گر ماہیٔ بے آب رہے تو رہ جائے
دل یہ وہ دل نہیں جو رام کی فرقت سہ پائے (۲۲)

کیکئی بولی کہ بردان یہ میں نے دل خواہ — دونوں مانگے ہیں وہی جن کی بہت دن سے تھی چاہ
آپ کیوں ڈھونڈھتے بچنے کے لئے اپنے ہیں راہ — قول کا اپنے یہ واجب ہے کریں آپ نباہ
فکر اگر رہ نہ گئی وعدہ وفائی کی کوئی
شرم بھی کیا نہ رہی جگ میں ہنسائی کی کوئی (۲۳)

جیف صد جیف کہا شاہ نے سُن کر یہ سُخن — ہو گیا میری تمنّاؤں کا تاراج چمن
بھول کر اب کبھی اے بانیٔ بیداد و محن — شکل دکھلا کے بڑھانا نہ مرے دل کی جلن
گر پڑے فرش پہ یہ کہتے ہوئے غش کھا کر
رام تم میری خبر کیوں نہیں لیتے آ کر (۲۴)

بیقراری میں وہ اک رات انھیں اک سال ہوئی — آرزو دل میں جو تھی اُن کے وہ پامال ہوئی
شوربختی جو بڑھی بر سرِ اقبال ہوئی — راحتِ دل جسے سمجھے تھے وہی کال ہوئی
سچ ہے ابلا[1] کی بلاؤں میں نہ پڑ جائے کوئی
جال میں اُن کی نہ چالوں کے جکڑ جائے کوئی (۲۵)

آخرش فکر تھی جس صبح کی آئی وہ سحر — ہر طرف شہر میں بجتی تھی بدھائی گھر گھر
نغمہ پرداز ہوئے آ کے جو مُطرب در پر — پاش پاش اور بھی دشرتھ کا ہوا سُن کے جگر
برہمن چھتّری ویشوں کا ہوا مجمعِ عام
راجگاں جتنے تھے حاضر وہ ہوئے آ کے تمام (۲۶)

بھر گیا مُنیوں سے اور رشیوں سے وہ راج بھون — سولہ[۱۶] کنّیائیں رعایا کی جو تھیں غنچہ دہن
لیکے ہاتھوں میں جنور آ کے ہوئیں جلوہ فگن — صف بصف فوج بھی تیار ہوئی ماہرِ فن
چھتر بھی لائے وہاں وہ جو تھا ہیروں سے سجا
الغرض حکم تھے جو لائے گئے سب وہ بجا (۲۷)

[1] अबला

قشقہ رام کی خوشیوں کو مناتے گاتے ایسے نغمے کہ جو تھے دل کو لبھاتے بھاتے
جشن میں صبحِ مبارک ہی کے راتے ماتے کچھ نہ معلوم ہوئی رات وہ آتے جاتے
تھے خیالات یہی سب کے دلوں پر چھائے
صبح کس طور سے ہو کیسے وہ ساعت آئے (۲۸)

ہوں گے کب زینتِ اورنگِ اجودھیا شری رام زیورِ لعل و گہر پہنے ہوئے تن پہ تمام
منعقد ہوگا اجودھیا میں وہ کب جلسہ عام ہو گا کب پیشِ نظر وہ تنِ مرغوبِ انام
جلوہ گر کب وہ عماری پہ بہ صد شاں ہوں گے
پورے ہم لوگوں کے کب دل کے سب ارماں ہونگے (۲۹)

اُس طرف یہ تھا اِدھر حال تھا دشرتھ کا زبوں ذرہ بھر بھی نہ خوش آتے تھے خوشی کے مضموں
اشک آنکھوں میں تھے سینہ میں تھا غم لب پہ سکوں دیکھ کر نورِ سحر ہوتا تھا رنج اور فزوں
رام کے ہجر میں کہتے تھے یہ ہے دل کو یقیں
قفسِ تن میں نہ رہ پائے گی یہ جانِ حزیں (۳۰)

اس طرف تو یہ تھے اس فکر میں غلطاں پیچاں ایک اک لمحہ اُدھر سب کو گزرتا تھا گراں
الغرض سب نے یہ منتری سے کہا جا کے وہاں دیکھ تو آؤ کہ کیا بات ہے راجہ ہیں کہاں
حسبِ معمول وہ دربار میں آتے نہیں کیوں
رام کو تخت پہ بلوا کے بٹھاتے نہیں کیوں (۳۱)

راج منتری اسی تشویش میں آخر بڑھ کر سُست قدموں سے بڑھا کرتے پس و پیش نظر
جا کے پہونچا وہ جہاں شاہِ زمیں تھے مضطر یک بیک سہم گیا دیکھ کے یہ حالِ دگر
رُک کے بولا کہ مہاراج کی جے ہو جے ہو
مالکِ سلطنت و تاج کی جے ہو جے ہو (۳۲)

پایا اس بات کا راجہ سے نہ جب کوئی جواب تب کیا کیکئی سے اُس نے بہ تعظیم خطاب
رنج کیا ہے انھیں دیوی یہ ہے کیوں سب تب و تاب بیقراری کا سبب کیا ہے یہ کس پر ہے عتاب
بولی رانی انھیں کل نیند نہیں آئی ہے
رام کے ہجر نے شکل ان کو یہ دکھلائی ہے (۳۳)

رٹ رہی رام کے اک نام کی ان کو ہر بار   کچھ بتایا نہ زباں سے سببِ حالتِ زار
اس لئے میں یہ سمجھتی ہوں کہ اے نیک شعار   رام کو جا کے بلالاؤ کہ ہو جائے قرار
حکم راجا کا۔ کہا اُس نے۔ اگر پاؤں میں
رام کو جا کے یہاں پر ابھی لے آؤں میں (۳۴)

بات راجہ نے یہ منتری کی زبانی سُن کر   غمزدہ ہو کے کہا اُس سے یہ بادیدۂ تر
دیکھ لوں رام کو کہتا ہے مرا دل یہ اگر   شکل ممکن ہے کہ آئے کوئی راحت کی نظر
اس لئے رام کو جلدی سے یہاں لے آؤ
کل پڑے جس سے وہی شکل مجھے دکھلاؤ (۳۵)

حکم منتری نے جو یہ شاہِ اودھ سے پایا   قصرِ زرّیں پہ وہ رگھوبر کے اُسی دم آیا
بولا راجہ نے طلب آپ کو ہے فرمایا   دیکھنا چاہتے ہیں آپ کو رگھو کُل رایا
سُن کے منتری سے پتاجی کا یہ پیغام اپنے
چل دیئے بھائی کو ہمراہ لئے رام اپنے (۳۶)

دیکھ کر رشیوں کا اور مُنیوں کا اک مجمعِ عام   مہرِ تاباں کی طرح مرشدِ دانا کا قیام
کہہ سکے کچھ بھی نہ جلدی میں کیا صرف پرنام   تیز گامی سے گئے پیشِ شہنشاہِ انام
گر پڑے دوڑ کے قدموں پہ پتا کے رگھوناتھ
حکم کیا میرے لئے ہے یہ کہا جوڑ کے ہاتھ (۳۷)

کان میں اُن کے پڑے جب یہ دلآویز سخن   ہو گئے اُٹھ کے کھڑے بھول گئے درد و محن
ہاتھ پھیلا کے یہ خواہش تھی پکڑ لیں دامن   کھا کے غش جب وہ گرے جیسے ہو بیجان کے تن
ہائے کہتے ہوئے فی الفور اُٹھایا اُن کو
رام نے اپنے سہارے سے بٹھایا اُن کو (۳۸)

داسیاں رونے لگیں دیکھ کے یہ صدمہ و غم   بن گیا قصر یکایک وہ سرائے ماتم
پا کے آہٹ جو سنی گریہ و زاری پیہم   آ گئے اپنا بڑھاتے ہوئے مُنِ بر بھی قدم
پڑ کے حیرت میں کیا رام نے ماتا سے سوال
کیا سبب غم کا پتا کے ہے ہوا کون ملال (۳۹)

موجبِ درد و الم کانوں سے گر سُن پاؤں — جیسے آرام ملے کر کے وہی دکھلاؤں
مارا مارا پھروں در در کی میں ٹھوکر کھاؤں — ڈھونڈھ کر درد مٹے جس سے وہ درماں لاؤں
سارے برہمانڈ کو متھ کر میں نکالوں امرت
جس طریقہ سے ملے لا کے پلا دوں امرت (۴۰)

تم ہی رانی نے کہا شہ کے ہو اس غم کا سبب — جس کے پڑتا ہے بچانے میں تمہارا ادب
فکر دل کو یہی ان کے ہے یہی رنج و تعب — آگئے تم ہو یہاں پر تو نہ رہ جائیں گے اب
ستیہ[1]بادی ہو ذرا تم بھی انھیں سمجھاؤ
راستی ہی پہ رہیں شکل وہ تم دکھلاؤ (۴۱)

ہو کے خوش پہلے جو بردان دیئے تھے مجھے دو — آج وہ مانگ لئے میں نے پسندیدہ تھے جو
حصر ایفا کا تمھیں پر ہے کرو یا نہ کرو — جان جاتی ہے اسی غم میں بچا لو ان کو
ستیہ کی آگ ہے یہ جسمیں جلے جاتے ہیں
خود وے تم سے بتاتے ہوئے شرماتے ہیں (۴۲)

تم جو چاہو تو کرو عہد کا خود ان کے نباہ — تم جو چاہو تو مٹے ان کا ملالِ جانکاہ
تم جو چاہو گے تو راحت کی ملیگی انھیں راہ — تم جو چاہو گے تو مل جائیگا درماں دلخواہ
باپ کی اپنے بھلائی جسے منظور نہیں
اُس کو انسان کہانے کا بھی مقدور نہیں (۴۳)

سخت الفاظ یہ کانوں میں پڑے رام کے جب — بولے۔ ماتا مجھے معلوم تو ہو غم کا سبب
سانحہ کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا یہ عجب — کیا ہے تقصیر مری مجھ پہ ہے کیوں چشمِ غضب
ہو نہ ہو میرے کسی فعل سے بیزاری ہے
اس لئے آج تکلّم میں بھی دشواری ہے (۴۴)

جان تک دیدوں اگر حکم پتا کا پاؤں — زہر قاتل بھی کہیں گر تو ابھی پی جاؤں
حرفِ انکار نہ ہرگز میں زباں پر لاؤں — عہد جو کچھ بھی ہو وہ کر کے وفا دکھلاؤں
چھوڑ دوں راج کو میں بھول کے بھی لوں نہ کبھی
تیاگ[2] دوں ماں کو بھی گھر کو بھی میں دیکھوں نہ کبھی (۴۵)

[1] सत्यवादी
[2] त्याग

حسب منشار پدر کرتے ہیں دنیا میں جو کام　　باعثِ فخر ہیں ملتا ہے اُنھیں عیشِ مُدام
حکم پانے پہ وہ دیتے ہیں جو اُس کو انجام　　نیک سیرت ہیں اُنھیں آتے نہیں پیش مَہام

جو رضا جو نہیں پا کر بھی پدر کا ارشاد
ایسی اولاد سے بہتر ہے نہ ہونا اولاد　(۴۶)

خوش نصیبی ہے مری ہو تو عیاں دل کی ضمیر　　رام دو بات کرے۔ یہ نہیں ممکن تقصیر
کیکئی نے جو سُنی رام کی ایسی تقریر　　بولی ہو دور یہ غم جس سے وہ سُن لو تدبیر

دونوں وہ عہد ہے اب جنمیں پس وپیش انھیں
ہوں جو پورے تو رہے غم نہ کم وبیش انھیں　(۴۷)

تاجپوشی کے فراہم ہیں جو سامانِ کثیر　　اِن سے مل جائے بھرت جی کو مرے تاج وسریر
دوسرا عہد ہے جنگل میں ہو تم خانہ پذیر　　مُول اور پھل پہ کرو اپنی گذر مثلِ فقیر

ہو فقط جسم پہ بَلکل[1] بسن اور کچھ بھی نہ ہو
ان کی منشا ہے کہ تم چودہ برس بن میں رہو　(۴۸)

رام جی بولے کہ خوش ہوں میں بھرت پائیں جو راج　　سلطنت کا میں نہیں تیری دیا سے محتاج
چھوڑ کر گھر کو میں بن جانے کو تیار ہوں آج　　بولتے کیوں نہیں مجھ سے ہیں مہاراج اُدھیراج[2]

کر دیا کس مری تقصیر نے بیزار اتنا
جس لئے مجھ سے تکلّم میں بھی ہے عار اتنا　(۴۹)

کھول دی آنکھ سنے جیوں ہی یہ دشرتھ نے کلام　　شکل آئی وہ نظر اُنکو جو تھی راحتِ عام
غم ہوا اُن کا غلط دیکھ کے رگھوبر کو تمام　　پھر گئی لے کے قضا موت کا گویا پیغام

خواب غم سے جو ہوئے پھر وہ یکایک بیدار
یوں لگے کرنے غم آلودہ سخن گوش گذار　(۵۰)

اے مرے نورِ نظر طاقتِ دل راحتِ جاں　　شرم آتی ہے کروں حال میں کیا تم سے بیاں
بھول کر جس کا نہ کل تک کبھی گذرا تھا گماں　　میں نے ہاری ہے اُسی بات کو عورت سے زباں

کام کے دام میں پھنس کر جو ہوا متوالا
غور میں نے نہ کیا کچھ بھی نہ دیکھا بھالا　(۵۱)

[1] वल्कल-वसन
[2] महाराजाधिराज

عقل باقی نہ کسی بات کی اب مجھ میں رہی — سوجھ پڑتا نہیں کچھ کیا میں کروں بادشہی
چاہیئے تم کو تو کرنا جو مناسب ہو وہی — رائے دیتا ہوں میں اپنی مری مانو جو کہی
فرق کیا میرے نہ ہونے میں ہے اور ہونے میں
ڈال دو باندھ کے مجھ کو کسی اک کونے میں (۵۲)

چھین لو راج کو مجھ سے مرا مانو جو بچن — دوش کچھ اس میں نہ ہوگا تمہیں اے رگھونندن
ستیہ کا میرے بھی ٹوٹے گا نہ اس طور پرن — چاہتے سب ہیں تمہیں کچھ بھی نہیں خوفِ فتن
ورنہ گر چھوڑ کے تم مجھ کو چلے جاؤ گے
تو نہ جیتا ہوا پھر آ کے یہاں پاؤ گے (۵۳)

کہہ کے شاہنشہِ عالم یہ بہت گھبرا کر — بولے پھر اُن سے کہ ہو پاس مرا کچھ بھی اگر
دور آنکھوں سے نہ ہونا مری اے نورِ نظر — رام رگھونندن و رگھوناتھ رگھو تم رگھوبر
عالمِ پیری میں ہو تم ہی سہارا مجھ کو
رشتۂ جاں ہے تمہارا ہی نظارا مجھ کو (۵۴)

تم کو سب کہتے ہیں جگدیش ہو تم دینِدیال — اپنے بھکتوں کا تمہیں رہتا ہے ہر وقت خیال
کونسی بات کا ہے آج مرے لال ملال — رحم آتا جو نہیں دیکھ کے یہ باپ کا حال
کہہ کے یہ پریم سے تب پاس اُنھیں بٹھلا کر
اور بھی زور سے رونے وہ لگے چلّا کر (۵۵)

دیکھ کر حال پتا کا یہ اودھ راج کمار — پریت[1] اور نیت[2] نپُن گیان کے گُن کے آگار[3]
پونچھ کر دستِ مبارک سے وہ خود اشکوں کی دھار — اس طرح کہنے لگے اُن سے دھرم کے اوتار
ہے خوشی مجھ کو بھی ہو راج اگر بھائی کا
کیجیے غم نہ یہ موقع ہے شکیبائی کا (۵۶)

بن میں آرام وطن سے بھی فزوں پاؤں گا — کاٹ کر چودہ برس جلد پلٹ آؤں گا
عہد جو آپ کا ہے کر کے وہ دکھلاؤں گا — ستیہ رگھوبنش کا آکاش پہ چمکاؤں گا
اپنی تقدیر سے موقع یہ ہوا آج نصیب
مل گئی اپنے ہر اک کام کی مجھ کو ترکیب (۵۷)

[1] प्रीति
[2] नीति-निपुण
[3] आगार

اور باتیں بھی ہیں۔ لازم نہیں جن کا ہے بیاں ... خوش ہو ماتا بھی مری ایسی تھی تقدیر کہاں
لے کے ماتا سے اجازت ابھی اے شاہِ جہاں ... اُس کو دے کر میں تشفّی ابھی آتا ہوں یہاں
چھُو کے راجیو چرن آپ کے تب جاؤں گا
(۵۸) دیجئے حکم۔ نہ میں بن میں محن پاؤں گا

میرے بن جانے سے اوروں کا بھی بن جائیگا کام ... آپ اتنا نہ پریشان ہوں اے شاہِ انام
رکھدیا جائے ابھی ٹیکے کا سامان تمام ... فرق کیا ہوگا بھرت راج کے مالک ہوں کہ رام
راجہ دشرتھ بہ سبب رنج کے کچھ کہہ نہ سکے
(۵۹) غم بڑھا اتنا کہ پھر ہوش بجا رہ نہ سکے

جب سُنا باپ سے کچھ اپنے نہ کہہ کر یہ بچن ... چلدئے کر کے پرنام ان کو وہ اور چھُو کے چرن
آئے ماتا تھیں جہاں دھیان میں وشنو کے مگن ... اور کیا رام کی بہبودی کو تھا ختم ہَوَن
مفلسوں برہمنوں کو تھا دیا دان بہت
(۶۰) تھا انھیں رام کے ابھیشیک[1] کا ارماں بہت

[1] अभिषेक

غزل

خوبیٔ قسمت ہے میری کیا تری تقصیر ہے ... موت کے پنجہ میں ہوں میں موت دامن گیر ہے
خون میری حسرتوں کا تیرے ہاتھوں سے ہوا ... کیا خبر تھی تو ہی میری موت کی تصویر ہے
مبتلائے قیدِ غم ہے جانِ مُضطر بے طرح ... تیر سی باتوں کا تیری دل مرا نخچیر ہے
سلطنت لیں گے نہ بھولے سے بھرت تا عمر یہ ... رائیگاں جائے گی ساری جو تری تدبیر ہے
آخرش پھر آکے ہوں گے رام ہی فرماں روا ... کب مگر مٹتا ہے جو تقدیر میں تحریر ہے
بحرِ غم میں غرق ہو یہ کشتیٔ عمرِ رواں ... خوابِ ہستی کی ہمارے اک یہی تعبیر ہے
اب نہ جیتے جی کبھی آنا ہمارے رو برو ... التجا یہ آخری سُن اے زنِ بے پیر ہے
ہوگیا وہ باعثِ آزار جس کی چاہ کی ... باغِ عالم کے ہر اک گُل کی یہی تاثیر ہے
دین دنیا کی مصیبت دور کرنے کے لئے
رام ہی کا نام نارائن فقط اکسیر ہے

سوئیا ۔ بول نہ شوک بھرے پریہ بین بشادہئے اُوپجاؤ متی
رام آدھار ہیں جیون کے کُل برکچھ کُٹھار کہاؤ متی
ستّیہ کی بنش میں آئی چلی مریادا سدا سو مٹاؤ متی
ایتھوں پَے نہیں مانت جو مُکھ آپن موہیں دکھاؤ متی

دوہا ۔ مَن بِنُ جئے بھجنگ برو ۔ جئے بار بن مین
میں نہ جیب بن رام کے سُن لے پریا پروین
کیکئی بچن بشکھ سم ۔ کُبری بنی کمان
نارائین نرپال ہیہ بھا تیہی لکش سمان

سرگ چوتھا

بھگوان رام کا ماتا سے بدا ہونا اور لکشمن اور سیتا کیساتھ بن کی تیاری

دھیان ماتا کو تھا اُس وقت جو پرمیشور کا مگن تھیں پریم میں آنند تھا دنیا بھر کا
فکر باہر کی نہ تھی سوچ نہ تھا کچھ گھر کا اس لئے دیکھ سکیں روپ نہ سیتا برکا
جا کے نزدیک کہا اُن سے سومترا نے یہ تب
سامنے دیکھو تو حاضر ہیں وہ ہے جنکی طلب (۱)

सवैया—बोलु न शोक भरे प्रिय ! बैन विषाद हिए उपजाउ मती ।
राम अधार हैं जीवन के कुल-वृक्ष-कुठार कहाउ मती ।
सत्य की वंश में आई चली मर्यादा सदा सो मिटाउ मती ।
एतेहु पै नहिं मानत जौ मुख आपन मोहिं दिखाउ मती ॥
दो०—मणि बिनु जियै भुजङ्ग बरु, जियै वारि बिनु मीन ।
मैं न जियब बिनु राम के, सुनि ले प्रिया प्रवीन ॥
कैकइ-वचन विशिख-सम, कुबरी बनी कमान ।
'नारायण' नरपाल-हिय, भा तेहि लक्ष्य-समान ॥

بات یہ سنتے ہی ماتا نے جو آنکھیں کھولیں — سامنے دیکھا اُسے دل میں جو تھا نقش گزیں
اس قدر خوش ہوئیں پا کر وہ متاعِ دل و دیں — دیر تک رہ گئیں سکتہ میں نہ کچھ بول سکیں

بعدۂ غور سے جب اپنی نظر دوڑائی
(۲) روبرو شکل اُنھیں رام کی دی دکھلائی

سامنے جوڑے ہوئے ہاتھ جو پایا اُن کو — دوڑ کر چھاتی سے ماتا نے لگایا اُن کو
پیار سے پاس ہی تب اپنے بٹھایا اُن کو — مادری مہر کا اک جذبہ دکھایا اُن کو

ہونٹ ہیں خشک کہا چہرہ بھی ہے آج اُداس
(۳) پہلے کچھ کھا لو تو جاؤ مری جاں باپ کے پاس

کل رہے برت سے مرے لال نہ کچھ بھی کھایا — گُلِ رُخسار اسی وجہ سے ہے کُمھلایا
بات سنکر یہ شری رام نے تب فرمایا — آج تقدیر نے موقع یہ مجھے دکھلایا

وقت کھانے کا نہ اب ہے نہ تو خواہش من کو
(۴) حکم جانے کا ملا ہے مجھے ونڈک[1] بن کو

یہ وہ موقع ہے کہ میں کام پِتا کے آؤں — پھل جنم لینے کا سنسار میں اپنے پاؤں
دے اجازت مجھے ماتا کہ میں بن کو جاؤں — عہد جو باپ کا ہے کر کے وفا دکھلاؤں

بن کو جانے میں مرے کام بھی بن جائینگے
(۵) ہو تامّل نہ، بہت جلد پلٹ آئیں گے

دفعتاً سُن کے شری رام کے بن باس کا حال — کوشلا ہو گئیں بے ہوش ہوا اتنا ملال
پھر سنبھل کر یہ کیا رام کی ماتا نے سوال — حکم کیوں تم کو یہ راجہ نے دیا ہے مرے لال

آج ملنے کو اجودھیا کی تھی شاہی تم کو
(۶) کس لئے بن کی طرف کرتے ہیں راہی تم کو

حال تب سب وہ کیا رام نے ماتا سے بیان — جس طرح پائے تھے کیکیئی نے دونوں بردان
پھر کہا کر کے وفا چودہ برس کا پیمان — جلد آؤں گا میں واپس تو نہ کر دل میں گمان

وقت جاتے ہوئے لگتی نہیں دیری کچھ بھی
(۷) چاہیئے فکر نہ ماتا تجھے میری کچھ بھی

[1] दण्डक-वन

کوشلا جی نے کہا سُن کے یہ افسانۂ غم کونسا جُرم تھا جس پر یہ ہوا تم پہ ستم
حیف صد حیف ہوا کیسا نصیبہ برہم یک بیک کرلیا کیکیئی سے کیوں قول و قسم
راج دے دیں وہ جسے چاہیں اگر دیتے ہیں
(۸)
حکم بن باس کا کیوں تم کو مگر دیتے ہیں

حق ہے جس طرح پتاجی کا تمھارے تم پر ہے اُسی طرح مجھے بلکہ کچھ اُس سے بڑھ کر
بن کو جانے کا تمھیں حکم وہ دیتے ہیں اگر روکتی ہوں تمھیں میں جاؤ نہ بن چھوڑ کے گھر
تم کو منظور نہیں ہے یہ اگر بات مری
(۹)
کہیں مر کر نہ ہو اب تم سے ملاقات مری

ایسے ماتا کے پُر از درد و الم سُن کے سخن خشمگیں ہو گئے تھرّانے لگا سارا بدن
بعدہٗ بولے شری رام سے اس طور لکھن ہو رضا آپ کی اس میں اگر اے رگھونندن
قید خانہ کی بھرت جی کو ہوا کھلوا دوں
(۱۰)
اُن کے ماموں کو ابھی ملک عدم پہنچا دوں

آپ اُدھر راج تلک کا کریں سامان تمام اس طرف لیکے کماں در پہ رہے گا یہ غلام
آکر اُس میں جو مزاحم کوئی ہوگا خود کام موت کا دے گا اُسے تیر یہ میرا پیغام
گر مقابل میں مرے سارا زمانہ آئے
(۱۱)
تو بھی ہے مجھ کو یقیں جیت نہ ہرگز پائے

رام جی بولے سُنی جب یہ لکھن کی تقریر تم جو کہتے ہو عیاں سچ کی ہے اس میں تنویر
جانتا ہوں میں کہ طاقت میں ہو بے مثل و نظیر مصلحت پر نہیں اس وقت تمھاری تدبیر
کچھ قیامِ شہی و افسر و اورنگ نہیں
(۱۲)
واسطے ان کے مناسب ہی ہمیں جنگ نہیں

راج سکھ بھوگ نظر تم کو جو آتے ہیں یہاں ایسے ہیں ابر میں جس طرح سے بجلی کا نشاں
زندگی ہی پہ زمانہ میں بھروسہ ہے کہاں قطرۂ آب ہے اک جلتے توے پر یہ عیاں
ساری دنیا کی ہوس دل میں بھری رہتی ہے
(۱۳)
اپنی ہستی سے مگر بے خبری رہتی ہے

مایا اور موہ میں اس واسطے پڑ کر بھائی حکم ٹالے جو بڑوں کا تو نہیں دانائی
عیش کے واسطے ہوتی ہے عبث رسوائی موہ سے کچھ نہیں پڑتا ہے مگر دکھلائی

خواہشیں بڑھتی ہیں انساں کی جہاں میں جیوں جیوں
اور بھی ہوتا ہے پابندِ الم وہ تیوں تیوں (۱۴)

دُنیوی عیش و خوشی عالمِ پیری و شباب تخت اور تاج ہیں یوں جیسے ہو پیاسوں کو سراب
دیکھتا جیو ہے ان میں عبث آرام کا خواب ان میں راحت نہیں ہیں یہ سببِ رنج و عذاب

کیا زمیں چرخِ بریں آگ ہوا کیا پانی
جتنی چیزیں ہیں زمانہ میں وہ ہیں سب فانی (۱۵)

جس قدر بڑھتی ہے اِس جیو کو راحت کی تلاش دنیوی عیش میں جس کا نہیں اچھا پاداش
بے حقیقت ہے فریبوں سے بھرا جس کا قماش اُس قدر دل پہ شدید اور بھی پڑتا ہے خراش

خواہشیں جتنی ہیں سنسار کی دُکھدائی ہیں
غم و آفت سے بری صبر و شکیبائی ہیں (۱۶)

باپ ماں بھائی بہن اپنا نہیں ہے کوئی اقربا مرد نہ زن اپنا نہیں ہے کوئی
گیان کرم اندریاں تن اپنا نہیں ہے کوئی گھر ہو یا بن ہو وطن اپنا نہیں ہے کوئی

غفلتِ ہستی ہے نظروں میں بشر کی طاری
کچھ بھی جز خواب نہ شاہی ہے نہ ہے ناداری (۱۷)

دہر میں مثلِ مسافر ہیں اہالیٔ تبار سایہ ساں ایک جگہ پر نہیں دولت کو قرار
موج کی شکل ہے دنیا میں جوانی کی بہار خواب ہے صحبتِ زن میں نہیں راحت کا گزار

زندگانی ہے ہر اک لمحہ جہاں میں گھٹتی
موت دم بھر کے لئے بھی نہیں آکر ہٹتی (۱۸)

منتظر پردۂ ہستی میں ہے ہر وقت اجل ناتوانی کے لئے سر پہ ہیں امراض کے دَل
مانتا جسم کو اُس پہ بھی ہے یہ جیو اچل اس لئے زندگی اور موت کا پاتا ہے یہ پھل

کان عیبوں کی غرورِ تنِ انسانی ہے
جس نے سمجھا نہ اسے عقل وہ دیوانی ہے (۱۹)

طیش اس جیو کے بندھن کا ہے جگ میں کارن　　　طیش ہی جیو کو ہے باعثِ تکلیف و محن
چھین لیتا ہے یہی جیو سے ست دھرم کا دھن　　　سب سے بڑھ کر ہے یہی جیو کا جانی دشمن
ہے بھرا یہ شجرِ جسم کی ہر ڈالی میں
(۲۰)　ہر گھڑی جیو کی رہتا ہے یہ پامالی میں

کرودھ ویترنی ہے آساں نہیں کرنا جسے پار　　　صبر سے قُلزُمِ آفاق میں ملتا ہے قرار
شانتی دل میں دکھا دیتی ہے جنّت کی بہار　　　کوئی ہوتا ہے اگر غیر تو ہو جاتا ہے یار
آتما پاک کو عیبوں سے سروکار نہیں
(۲۱)　پران اور من سے لگاوٹ اسے زنہار نہیں

اِندریوں کے لئے ممکن نہیں پانا اس کا　　　کوئی آسان نہیں عقل میں آنا اس کا
ہے ہر اک جا نہیں مخصوص ٹھکانا اس کا　　　رنج و آرام نہیں کام اُٹھانا اس کا
عیش و غم روحوں کی قسمت میں لکھے جاتے ہیں
(۲۲)　عُنصری جسم یہ سب جن سے نظر آتے ہیں

آتما کرم کے بندھن سے ہے دراصل بَری　　　اس کو اکساں ہیں شہنشاہی و دریوزہ گری
ظرفِ قسمت میں ہیں اجناسِ غم و عیش بھری　　　لکشمن اس لئے تم لو نہ عبث دردِ سری
گیان کا دے کے سبق بھائی کو اس طور یہ رام
(۲۳)　بولے ماتا سے زمانہ پہ لگا کر الزام

اُن کے پڑ جاتے ہی ہیں پاؤں میں اک دن چھالے　　　کرم کی راہ پہ جو لوگ ہیں چلنے والے
اپنی نادانی سے بیکار نہ کر ٹُونا لے　　　لوحِ قسمت کا لکھا ٹل نہیں سکتا ٹالے
دھیان میرا نہ ترے دل سے اگر جائے گا
(۲۴)　پل میں فرقت کا زمانہ یہ گُزر جائے گا

دل کو اس طور پہ ڈھارس دیئے رہنا ماتا　　　دُکھ نہ کوئی بھی پڑے گا مجھے سہنا ماتا
بن کے کانٹے مجھے بن جائیں گے گہنا ماتا　　　حکم دے اب مجھے سُن لے مرا کہنا ماتا
ہو گا آزار نہ غربت میں دیا سے تیری
(۲۵)　غم نہ کرنا مرا کچھ تجھ کو قسم ہے میری

گر پڑے پائوں پہ ماتا کے یہ کہہ کر رگھوبر　　دے اجازت مجھے بن کے لئے اب دیر نہ کر
گود میں لے کے انھیں ماتا نے با دیدۂ تر　　دی دعا شاد رہو کوئی نہ ہو خوف و خطر
سر پہ برہما و شنو کا شیو کا رہے ہردم سایا
دیوتا جتنے ہیں سب ساتھ رہیں رگھورایا　　(۲۶)

دیویاں ساری رہیں بن میں محافظ ہردم　　بن تمہیں بڑھ کے اجودھیا سے کرے عیش بہم
بن گیا آج سے ایواں یہ مجھے خانۂ غم　　قسمت اُس بن کی جہاں جاکے پڑیں نقشِ قدم
گر پڑی رام کے قدموں پہ یہ کہہ کر ماتا
بھولنا پُتر نہ ماتا کا کبھی تُم ناتا　　(۲۷)

اُس طرف رام نے جب ماں سے اجازت پائی　　بے قراری سے نہ لچھمن کو اِدھر کل آئی
تھے رواں اشک تھی چہرہ پہ اُداسی چھائی　　ہوتی ہر مُو سے عیاں پریم کی تھی سرسائی[1]
رام جی سے یہ کہا چھو کے قدم جوڑ کے ہاتھ
ہو اجازت مجھے خدمت کو چلوں آپکے ساتھ　　(۲۸)

آپ نے ناتھ دیا ہے مجھے اپنا جو یہ گیان　　خواب کی طرح نظر آنے لگا سارا جہان
آپ ہی ہیں مرے جیون[2] کا سہارا بھگوان　　ہوں نہ گر آپ تو ممکن نہیں بچنی مری جان
میں نے ماں باپ کسی کو بھی نہ جانا اپنا
رشتۂ اُلفت کا فقط آپ سے مانا اپنا　　(۲۹)

کس طرح یہ وہ گزاریگا بھلا چودہ برس　　جس کو دم بھر نہیں بے آپکے جینے کی ہوس
داس ہوں آپ کا میں آپ پہ کیا ہے مرا بس　　حکم میں آپ کے ہوگا مجھے کچھ پیش نہ بس
چھوڑئے مجھ کو نہ لیکن یہ کہوں گا سوامی
جان دے دونگا میں فرقت نہ سہونگا سوامی　　(۳۰)

مہر مادر سے زیادہ ہے مجھے آپ کا پیار　　آپ کے ساتھ ہے گلشن سے فزوں بن کی بہار
سب سے بڑھ کر مجھے اک آپ کا ہو گا دیدار　　آپ ہوں گے تو نہ ہوگا مجھے کچھ بھی درکار
رام جی پریم بھرے سُن کے یہ بھائی سے سخن
بولے منظور یہی ہے تو چلو ساتھ لکھن　　(۳۱)

[1] सरसाई
[2] जीवन

راج مندر سے یہ کہہ کر دیئے تب رام جی چل — آئے سیتا کی تشفّی کے لئے اپنے محل
تھیں جہاں جانکی جی فکر میں آتی نہ تھی کل — منتظر ماہ کا جس طور سے ہوتا ہے حجل

دھو کر اک طشتِ طلائی میں چرن پریم کیساتھ
عرض کی جانکی نے اُن سے یہ تب جوڑ کے ہاتھ (۳۲)

پران پتی کیوں تمھیں راجہ نے بلایا تھا کہاں — کیوں نہیں راج تلک ماتھے پہ ہوتا ہے عیاں
کیوں نہیں لائے ہو سینا[1] کو بھی ہمراہ یہاں — گونجتے کیوں نہیں باجوں کی صداؤں سے مکاں

جسم پر کسوتِ شاہی نہیں کیوں ناتھ ہے آج
سر پہ آتا نہیں کیوں مجھ کو نظر راج کا تاج (۳۳)

سُن کے سیتا کی یہ تقریر تعجب سے بھری — مُسکراتے ہوئے یوں کہنے لگے اُن سے ہری
دی بیاباں کی ہے راجہ نے مجھے تاجوری — ہے جہاں پر ستم ایجادوں کی بیدادگری

قصد بھی آج ہی ہے بادیہ پیمائی کا
دینے آیا ہوں سبق تم کو شکیبائی کا (۳۴)

بات سنتے ہی یہ سیتا کی بڑھی حیرانی — بولیں کیوں بات ہے راجہ نے یہ دل میں ٹھانی
راج دے کر ہمیں صحرا کی جو دی نگرانی — کیا خطا تم سے ہوئی کون ہے اس کا بانی

رام نے تب اُنھیں حالات وہ سب بتلائے
جس طرح رانی نے بردان تھے دونوں پائے (۳۵)

پھر کہا آج ہی ہوتا ہوں میں جنگل کو رواں — چھوڑتا ہوں تمھیں خدمت کیلئے ماں کی یہاں
دل میں تم اپنے کسی بات کا کرنا نہ گماں — پل میں کٹ جائیگا فرقت کا ہماری یہ زماں

جانکی جی نے کہا سُن کے یہ رگھوبر کے کلام
تم سے پہلے ہی میں کرتی ہوں اجودھیا کو پرنام (۳۶)

ہے جو منظور بنانا تمھیں صحرا کو وطن — تو مجھے بھی نہیں کچھ خواہشِ دیدارِ چمن
تب کہا رام نے زیبا نہیں جانا اُسے بن — جس کا پھولوں سے بھی بڑھ کر کہیں نازک ہو بدن

ساتھ لے چلنے میں تم کو نہیں کچھ عار مجھے
دُکھ جو ہوگا تمھیں ہوگا وہ گراں بار مجھے (۳۷)

[1] सेना

پربت اونچے کہیں دریا تو کہیں ہیں نالے — پاؤں میں پڑتے ہیں چلنے سے زمیں پر چھالے
بھیڑیئے شیر کہیں ناگ ہیں کالے کالے — دیکھ کر جان کے پڑ جاتے ہیں جن کو لالے

راچھس ایسے ہیں جو انسان کو کھا جاتے ہیں
اور بھی دُکھ ہیں وہاں ہم تمھیں بتلاتے ہیں (۳۸)

مُول پھل ملتے ہیں کھانے کو کہیں وہ بھی نہیں — پانی جھرنوں کا بنا دیتا ہے رنجور و حزیں
چارپائی کی جگہ ملتی ہے سونے کو زمیں — کام پتّوں سے لیا جاتا ہے بستر کا کہیں

جاے ملبوس فقط برگِ شجر ہوتا ہے
واسطے رہنے کے ایواں نہ تو گھر ہوتا ہے (۳۹)

بولیاں وحشیوں کی ہوتی ہیں دہشت سے بھری — قبض ہو جاتی ہے سنتے ہی جنھیں روحِ جری
جو وہاں رہتے ہیں رہتے نہیں آفت سے بری — ساتھ تم چل کے عبث مول نہ لو دردِ سری

ہوگا آزار تمھیں دھوپ سے اے چندر بدن[1]
جاڑے برسات میں تکلیف کا مشکل ہے سہن (۴۰)

(۱) चन्द्र-वदन

ہوگا چلنا تمھیں پیدل ہی بیابان کی راہ — مل نہیں سکتی جہاں پر کوئی کانٹوں سے پناہ
درد میں منھ سے تمھارے کبھی نکلے گی جو آہ — دیکھ کر زار تمھیں ہوگا مرا حال تباہ

راہ زن راہ میں چھینیں گے جب اے سیم بدن
تب کرونگا میں بچانے کا تمھیں کون جتن (۴۱)

گو کہ عورت کیلئے کچھ بھی نہیں جاے خطر — بن ہو یا اپنا وطن ساتھ ہو شوہر کے اگر
تو بھی آئے کہیں گر خطرۂ ناموس نظر — اُس جگہ جانے سے لازم ہے کہ ہو اُسکو حذر

اس لئے ہو گی خوشی مجھ کو رہو تم جو یہیں
چودہ[14] برسوں کی کوئی ایسی بڑی بات نہیں (۴۲)

جانکی جی نے سُنی رام کی تقریر یہ جب — فرطِ کُربت سے پھڑکنے لگے اکبارگی لب
غمزدہ ہو کے کہا تب یہ بہ اندازِ غضب — مجھ کو آتا ہے نظر حال تمھارا تو عجب

مایۂ لطف کہاتے ہو تم اے دھرم ندھان
چھوڑنے میں مجھے رہجائیگی کب دھرم کی شان (۴۳)

دھرم پتنی ہوں تمھاری نہ کرو مجھ سے حذر　　ہو مری زندگی اور موت کے باعث رگھوبر
ہو گی کم ہجر کے غم سے مجھے تکلیفِ سفر　　تم نہ ہو گے تو نہ ہو گی مری دم بھر بھی بسر

پران پتی تم ہی نہیں جب تو لگے راج کو آگ
اس مرے جسم کو دھن دھام کو سُکھ ساج کو آگ　(۴۴)

ساتھ تم ہو گے تو ہو گا نہ کچھ آزار مجھے　　راستہ کچھ بھی نہ ہو گا کوئی دُشوار مجھے
بڑھ کے پھولوں سے بھی ہو جائینگے سب خار مجھے　　بن بھی بن جائیگا تم ہو گے تو گلزار مجھے

پربت اور کھوہ بیاباں کے ندی اور نالے
گھر سے سُکھ ہوں گے زیادہ مجھے دینے والے　(۴۵)

ساتھ تم اپنے ہی رکھو گے جو پیارے مُجھ کو　　تاب کیا شیر کی ہو گی جو وہ مارے مُجھ کو
کب ڈرا پائیں گے حیوان بچارے مُجھ کو　　کون کھالے گا بھلا ہوتے تمھارے مُجھ کو

ہو گا ہر وقت تمھارا مجھے دیدار نصیب
ورنہ کیا کیا نہ دکھائے مجھے آزار نصیب　(۴۶)

ساتھ میں ہو گی تمھارے نہ مجھے کوئی گزند　　جو بھی پھل مُول تمھارے مجھے آئیں گے پسند
ہو گا پانی مجھے جھرنوں کا بھی امرت سے دوچند　　چھال میں پاؤنگی مخمل سے زیادہ آنند

جاڑے برسات میں دُکھ ہو گا نہ مجھ کو ہے یقیں
دھوپ کی تیزی سے گل جاؤں کوئی موم نہیں　(۴۷)

جب کبھی کسلِ مسافت سے تُم آجاؤ گے تنگ　　پیر دابوں گی تمھارے میں بڑھاؤنگی اُمنگ
دیگا آرام زیادہ مجھے مخمل سے بھی سنگ　　ہو گا درکار نہ تکیہ نہ بچھونا نہ پلنگ

چھین لے جائیں گے رہزن مجھے کیا ہو گے جو تم
دیکھ کر اُن کے بجا ہوش بھی ہو جائیں گے گم　(۴۸)

عورتوں کے لئے سنسار کے سارے ناتے　　ہیں فقط رشتہ شوہر ہی سے رونق پاتے
ہو نہ ہمراہ جو شوہر تو نہیں یہ بھاتے　　ہیں یہیں تک نہیں پرلوک میں کچھ کام آتے

راحت ایذا سے خوشی غم سے بدل جاتی ہے
کل کسی کل کبھی پل بھر بھی نہیں آتی ہے　(۴۹)

جسم میں روح نہ دریا میں ہو جیسے پانی ہو فلک جیسے نہ ہو ماہ کی جب تابانی
لفظ مہمل ہو کہ بے سر ہو تنِ انسانی زندگی ہے یوہیں شوہر کے بِلا نسوانی
ساتھ اپنے نہیں لیتے تو قسم کھاتی ہوں
(۵۰) چھوڑ کر جسم کو میں خود ہی چلی جاتی ہوں

اور بھی کہتی ہوں میں تم سے جو آئے من میں اک نجومی نے جو اُستاد تھا اپنے فن میں
دیکھ کر مجھ کو بتایا تھا کبھی بچپن میں ساتھ شوہر کے پڑے گا مجھے رہنا بن میں
ساتھ لے لو تو سپھل یہ مرا تن ہو جائے
(۵۱) اور سچ ایک برہمن کا بچن ہو جائے

جتنی رامائنیں مشہور ہیں بر روئے زمیں چھوڑنا رام کا سیتا کو لکھا ہے بھی کہیں
کیا ملے گا تمھیں رکھنے میں یہاں مجھ کو حزیں پران پت سوچ کے انجام کو تب کہنا نہیں
بات یہ تم کو جو بھاتی نہیں اے ناتھ مری
(۵۲) روح تیار ہے جانے کے لئے ساتھ مری

بیقراری سے بھرے سُن کے یہ پُر درد کلام جانکی جی سے لگے کہنے تب اس طور یہ رام
ساتھ چلنے ہی میں سمجھا ہے جو تم نے آرام تو کرو چل کے بیاباں میں مرے ساتھ قیام
دان دے کر یہ سب اسبابِ زر و زیور و مال
(۵۳) دنڈک آرنیہ[1] چلو کر کے فقیروں کا سا حال

ہار ہیروں کا زر و سیم و گہر لعل و مکاں سیم و زر دوز لباس اپنے جواب ہونگے گراں
دان گُرو پتنی[2] کو یہ سب ابھی دیدو مری جاں فکر رہجائے نہ پھر جس سے کسی کی بھی وہاں
کہہ کے یہ تھے جو مساکین طلب اُن کو کیا
(۵۴) مال و اسباب جو تھا دان وہ سب اُن کو دیا

اپنی ماتا سے کئے جا کے یہ لچھمن نے کلام ہو اجازت مجھے جانے کی بہ ہمراہیٔ رام
صبر کی جا ہے نہیں فکر کا کوئی بھی مقام بات کی بات میں یہ چودہ برس ہونگے تمام
وقت پر کام نہ بھائی کے جو بھائی آئے
(۵۵) ایسے جینے سے تو بہتر ہے کہ وہ مرجائے

[1] दण्डकारण्य
[2] गुरुपत्नी

سُن کے باتیں یہ سُمترا کا گیا رنگ بدل بولیں خوش ہو کے ہوئی آج مری گود سپھل
ہو نہ راحت میں کبھی اُن کے خبردار خلل جس سے ہو رام کو آرام ہو وہ طرزِ عمل
جس کا دل رام کی خدمت کے لئے شاد نہیں
(۵۶) اُس کی ماں بانجھ بھلی صاحبِ اولاد نہیں

جانکی ماں ہیں تو ہیں باپ تمھارے رگھو چند کر کے ہر طور سے خدمت اُنھیں رکھنا خرسند
ہے وہ خوش بخت ملے جس کو تم ایسا فرزند دھیان اب دے کے سنو تم کو میں دیتی ہوں پند
نخوت و نفس پرستی حسد و حرص و ہوا
(۵۷) بھول کر دل میں نہ رکھنا کبھی تم ان کو روا

حکم ماتا سے جو پایا تو وہیں چھو کے قدم آ ملے رام سے حیرانئ دل ہو گئی کم
باپ کے پاس چلے تینوں وہ تب ہو کے بہم روئے تاباں سے نمایاں نہ خوشی اور نہ غم
شاد کرتے ہوئے دیدار سے سب کو شریرام
(۵۸) آئے اُس جا تھے جہاں پر شہِ والا اکرام

غزل

جیون کے ہو آدھار تم اے ناتھ ہمارے جاتے ہو یہاں چھوڑ مجھے کس کے سہارے
کچھ غم ہے گدائی کا نہ کچھ راج کی پروا دو دن کو ہیں دنیا میں یہ دُکھ سُکھ کے نظارے
سونپا تھا سمجھ کر یہی ماں باپ نے تم کو اس عمر کی کشتی کو لگا دو گے کنارے
ماں باپ کو جانوں میں نہ کچھ ساس سُسر کو آئیں گے مرے کام نہ گھر بار یہ سارے
خدمت کے لئے ناتھ میں ہمراہ چلوں گی ڈر ہوگا بھلا کس کا مجھے ساتھ تمھارے
اک آہِ شرربار سے چاہوں تو جلا دوں اس کرۂ اعظم کو کوئی دم بھی نہ مارے
رکھوگے اگر رنج و غم و یاس میں مجھ کو یہ روح مری جائے گی ہمراہ تمھارے
کہلا نہیں سکتی وہ ستی سچ ہے نرائن
اک پل بھی جدائی میں جو شوہر کی گذارے

مکالمہ

چلے ہو بن کو بتا دو سوامی اکیلے کیوں مجھ کو چھوڑ کر کے
جیئوں گی فرقت میں کب بھلا عیش ہونگے کیا یہ زمانہ بھر کے

سفر ہے دشوار سخت مشکل کرو گی طے کس طرح سے منزل
نہ ہوں گے برداشت ماہِ کامل عذاب تم سے کبھی سفر کے

تمہارے دیدار سے میں رگھو بر رہوں گی تکلیف میں بھی خوشتر
بنیں گے کانٹے کبھی گلِ تر، کبھی وہ زیور بنیں گے سر کے

نشاچروں سے بھرا ہے جنگل۔ قوی توانا مہیب ہیکل
جو ہرتے انسان کو ہیں چھل بل سے دیکے دھوکے فریب چر کے

رہو گے ہمراہ تم ہمارے تو کیا کریں گے اسُر بچارے
گریں گے تیروں سے کٹ کے سارے اگر نہ جائینگے بھاگ ڈر کے

بدن پہ کپڑے نہ ہوں گے زیور پلنگ تکیہ نہ ہو گا بستر
لباس چھالوں کا ہو گا تن پر تو بستر اوراق کا شجر کے

تمہاری سیوا ہی کے سہارے رہونگی ہر دم میں پران پیارے
بجائے تکیہ کے سنگ پارے پہ سو رہوں گی میں سر کو دھر کے

پہاڑ گرمی سے ہوں گے جلتے ملیں گے نالے ندی اُبلتے
رہیں گے سردی سے جسم گلتے نصیب ہونگے نہ عیش گھر کے

نہ ہو گی تکلیف تاب و تب سے نہ بارشِ ابر کے سبب سے
کٹیں گے جاڑوں کے دن طرب سے بدون دیوار اور در کے

پڑیگا جب رہزنوں سے پالا نہ کوئی ہو گا بچانے والا
تو ہو گا رنج و الم دو بالا۔ ادھر کے ہونگے نہ ہم اُدھر کے

تمہارے ہوتے جو مجھ کو پالے ہے کون مجھ پر جو آنکھ ڈالے
وہیں وہ ہو جائیگا حوالے تمہارے اک تیر پر فشر کے

پڑیگا جھرنوں کا پانی پینا پھل اور پتّوں پہ ہوگا جینا
تمہارا تکلیف میں پسینا کرے گا ٹکڑے مرے جگر کے

تمہارے جوٹھے پھلوں کو کھا کر رہوں گی میں شاد تم کو پا کر
کروں گی خدمات دل لگا کر۔ نہ ہوں گے آزار رہگذر کے

نہ لے چلوگے جو ساتھ بن کو تو سُن لو ناراین اس پَرن کو
میں بھسم کر دوں گی اپنے تن کو تمہارے چرنوں کا دھیان دھر کے

سوئیا

پیا جانت ہو سگری مَن کی تُم اَنتر جامی کہاوت ہو
اپرادھ کہا۔کیہی ہیت بھلا دُکھ دارُن موہیں دکھاوت ہو
پتی پرانن کے دُکھ کانن کے کہی کاہے کہو ڈر پاوت ہو
تن پران کہ کیول پران کہو کیہی کا سہی گامی بناوت ہو

دوہا۔

کرونا ندھی پریا پران پتی۔ دھرم لوک بیوہار
تیہیں شوک پرد پتی برہ جم جگ بن اُجیار

سرگ پانچواں

بھگوان رام کا بَن جانا

بیاس جی آگے اب اسطور پہ کرتے ہیں رقم   داستانِ محن و قصۂ پُر درد و الم

सवैया—पिय जानत हो सिगरी मन की तुम अन्तर्यामी कहावत हो ।
अपराध कहा केहि हेतु भला दुख दारुण मोहिं दिखावत हो ।
पति प्राणन के ! दुख कानन के कहि काहे कहौ डरपावत हो ।
तनु-प्राण कि केवल प्राण कहो केहि का सहगामि बनावत हो ॥
दो०—करुणानिधि प्रिय प्राणपति, धर्म लोक व्यवहार ।
तियहिं शोक मद पति विरह, जिमि जग बिनु उजियार ॥

شیونے گرجا کو سنایا تھا جو از راہِ کرم　　جس کو لکھتے ہوئے ہر لفظ پہ رُکتا ہے قلم

جب خبر شہر میں بن باس کی مشہور ہوئی
(۱)　سب پریشان ہوئے ساری خوشی دور ہوئی

دیکھ کر رام لکھن جانکی کو بر سرِ راہ　　لوگ آپس میں یہ کہتے تھے بصد حال تباہ
صادق القول شہنشاہِ اودھ دہر پناہ　　دام میں نفس کے پڑ کر ہوئے کیسے گمراہ

آگئے رانی کی چالوں میں کوئی بس نہ چلا
(۲)　اُن کو آیا نظر اپنا نہ بُرا اور نہ بھلا

پہلے تو رام سے کیکئی کو الفت تھی کمال　　آج کیا بات ہوئی جس کا ہوا اُس کو ملال
اِن کے بن باس کا کیوں دل میں یہ آیا ہے خیال　　سوجھ پڑتا نہیں راجہ کو بھی کیا اس کا مآل

راستہ جانکی سے جب نہ چلا جائے گا
(۳)　صبر تب رام کو کس طرح بھلا آئے گا

گھر سے باہر نہ نکالا تھا کبھی جس نے قدم　　آج تک سر پہ پڑا جس کے نہ تھا کوئی بھی غم
جس کے شبنم سے کفِ پا نہ ہوئے تھے کبھی نم　　فرش ہر وقت جسے تھا ورقِ گُل کا بہم

چیں بھی آئی نہ تھی جس کی کبھی پیشانی پر
(۴)　داسیاں سیکڑوں تھیں جس کی مگس رانی پر

جس کو تکلیف میں دیکھا نہ کسی نے تھا کبھی　　راہ میں آج اُسے دیکھنے والے ہیں سبھی
بن کو جانے کی بھلا کونسی تھی عمر ابھی　　صبر کی جا ہے کہ ہمراہ چلیں گے ہم بھی

رام سیتا لکھن آرام جہاں پائیں گے
(۵)　چل کے ہم لوگ وہیں اپنی کُٹی چھائیں گے

منتھرا ہی ہے سزاوارِ سزا پاپ کی مُول　　جس نے رانی کو دیا یہ سبق نامعقول
ہوگی اسکے لئے وہ سارے جہاں میں مخذول　　کیکئی کا بھی جو مطلب ہے وہ ہوگا نہ حصول

آج رگھوکُل میں جو جھگڑا یہ اُٹھایا اُس نے
(۶)　سب کو آفت میں بلا وجہ پھنسایا اُس نے

بات کرتے تھے جب اس طرح وہاں لوگ تمام　　دکھ کے کیکئی کے اور کُبری کے سر پہ الزام

بامدیو آئے جو منیوں میں تھے والا اکرام　　اور یوں کہنے لگے از پئے تسکینِ عوام
رام و سیتا کے لئے فکر ہے بیکار تمھیں
لو سنو اب میں بتاتا ہوں سب اسرار تمھیں　(۷)

ہیں پرم وشنو یہی رام یہی نارائن　　جانکی روپ میں ہیں لچھمی جی خود جلوہ فگن
ان کی خدمت کو ہیں یہ شیش کے اوتار لکھن　　ہو نہیں سکتی ہے ان کو کوئی تکلیف و محن
ہیں یہی جن پہ ہے موقوف وجودِ ہستی
یہ جو چاہیں تو نہ رہ جائے نمودِ ہستی　(۸)

متسّ[1] کا لیکے انھیں نے تو جگت میں اوتار　　حشر کی بھگت ویوسوت[2] کو دکھا دی تھی بہار
مندراچل کا لیا بن کے کشف پشت پہ بار　　شکلِ باراہ میں بھی اپنا کیا تھا اظہار
جسمِ نرسنگھ میں کفّار کو مارا جس نے
بھگت پرہلاد کو سنکٹ سے ابھارا جس نے　(۹)

چھل کیا جس نے تھا بلی راج سے بن کر بامن　　دور ادتی کا کیا جس نے تھا سب رنج و محن
ہو کے بھرگو بنش میں جمدگن کے گھر جلوہ فگن　　دشٹ چھتریوں کو دکھلائے کچھ آزم کے فن
شکلِ انساں میں وہی آج یہاں آیا ہے
دور کرنے کو جو دیتوں نے غضب ڈھایا ہے　(۱۰)

ہے لکھی ہاتھ سے انسان کے راون کی ممات　　ٹل نہیں سکتی کسی طور سے بن باس کی بات
اس طریقہ سے ملے گی ہمیں دیتوں سے نجات　　دیوتا پہلے سے موجود ہیں بہرِ خدمات
مایا پت رام ہیں سیتا ہیں یہ مایا ان کی
راج کل وشو ہے ہم سب ہیں رعایا ان کی　(۱۱)

منتھرا کا ہے نہ رانی کا نہ راجہ کا قصور　　ہونے والا ہو جو کچھ ہو کے رہے گا وہ ضرور
دیکھ کر رام نے کفّار کے خود فسق و فجور　　دیوتوں منیوں کو آزار و ستم سے رنجور
کل کہا تھا کہ میں کل بن کو چلا جاؤں گا
جو مرا عہد تھا میں کر کے وہ دکھلاؤں گا　(۱۲)

پھر کہا جس کے رہے وردِ زباں رام کا نام　　موت کے خوف سے بیخوف وہ رہتا ہے مدام

(1) मत्स्य　(2) वैचस

پس انھیں رام کو جو ہیں سببِ عیشِ انام کوئی کب دہر میں ہو سکتا ہے دہشت کا مقام
اُس طرف کہہ کے مہامُن تو یہ خاموش ہوئے
(۱۳) سب ادھر دوش سے مایا کے سبکدوش ہوئے

بیاس جی کہتے ہیں غور اس پہ کرے کوئی اگر رام کی بھکتی کا بے شبہہ ملے اُس کو ثمر
رازِ مخفی ہے یہ محرم نہیں اس کا وہ بشر جس کے دل میں نہیں بھگوان کی بھکتی کا اثر
اُس طرف چل دئے اُپدیش تو دے کر مُنیش
(۱۴) نزدِ شاہنشہِ دشرتھ ادھر آئے جگدیش

بولے ماتا سے کہ صحرا کے لئے ہو کے بہم حکم لینے کو پتاجی کا یہاں آئے ہیں ہم
التجا ہے کہ رہے ہم پہ ترا مہر و کرم جس سے ہو جائے بیاباں مجھے گلزارِ ارم
راستہ جس سے ہو آسان دعا دے وہ مجھے
(۱۵) جس طرح جا کے رہوں بن میں بتا دے وہ مجھے

فرطِ بیتابی سے راجہ نے دیا کچھ نہ جواب پارہ پارہ ہوا دل اُن کا برنگِ سیماب
کیکئی چھال کے ملبوس اُنھیں دیکے شتاب بولی آتا ہے ذرا تم سے تکلّم میں حجاب
اپنے مُنہ سے نہ کہیں گے یہ تمھیں جانے کو
(۱۶) یا جو کچھ حکم دیا ہے وہ بجا لانے کو

اس لئے ہو جو مناسب ہو وہی طرزِ عمل عہد میں ان کے نہ پڑ جائے کہیں جس سے خلل
رام لچھمن نے تو لی سُن کے یہ پوشاک بدل جانکی سے نہ سکے تن پہ وہ ملبوس سنبھل
ہاتھ میں لے کے اُنھیں سکتہ میں آئیں سیتا
(۱۷) آ گئی شرم ہین اُن کو نہ پائیں سیتا

مچ گیا دیکھ کے یہ سارے محل میں کہرام بن گیا خانۂ ماتم جو تھا عشرت کا مقام
بن کے جانے کا یکایک جو ہوا شہرۂ عام سب لگے کُبری و کیکیئی کو دینے دُشنام
ہم نشیں کیکئی کی کہتی تھیں اصرار نہ کر
(۱۸) اس میں ہو گا نہ بھلا ہٹ ہے یہ بیکار نہ کر

آج تک تو تھا سدا سے یہی رگھو کل میں رواج صرف شہزادۂ اکبر کو ملے مُلک کا راج

تجھ کو کیوں رسم کے برعکس یہ اصرار ہے آج　　اتنی کیوں کرتی ہے ضد چھوڑ کے سنسار کی لاج
رنج کیا ہو گا نہ اُن کو جو سنیں گے یہ بھرت؟
(۱۹) سلطنت رام کے ہوتے کبھی لیں گے یہ بھرت؟

دل پہ رانی کے ہوا کچھ نہ نصیحت کا اثر　　لہر ناگن کی طرح لینے لگی اور مگر
طیش میں ڈانٹ کے تب اُس سے یہ بولی مُن بَر　　اے ادھم دُشٹ[1] ذرا گردشِ ایام سے ڈر
تو نے اک رام کے بن باس کا بَر مانگا ہے
(۲۰) یا کہ سیتا کا بھی ہمراہ سفر مانگا ہے

چھوڑ کر راج کو پریوار کو گھر کو دَھن کو　　رام کے ساتھ اگر جاتی ہیں سیتا بن کو
ہے مجھے عین خوشی۔ ہے یہی لازم زن کو　　عیش دے جیسے ہو شوہر کے وہ تن کو مَن کو
دل سے شوہر کی نہیں ہے جسے خدمت بھاتی
(۲۱) سُکھ نہ پرلوک نہ دُنیا میں ہے عزت پاتی

ہوں گے جب موجبِ تکلیف اُنھیں دشت و جبل　　جب کبھی یاد کریں گے وہ اجودھیا کا محل
یاد ماں باپ جب آئیں گے وہ پائینگے نہ کل　　دیکھ کر رام کا دل تب انھیں جائیگا ہل
چین پریوار کی فرقت میں نہ جب پائیں گے
(۲۲) کچھ تو مسرور انھیں دیکھ کے ہو جائیں گے

ہے سُہاگن[2] وہی جس کا ہے اک آدھار پتی　　پتی کو ایشور وہ سمجھتی ہے سدا ہے جو ستی
حکم مانے جو پتی کا ہے وہی ستیہ وتی[3]　　پتی کی سیوا جو کرے من سے تو مل جائے گتی
تھا فسوں دل پہ جو کبُری کی کراماتوں کا
(۲۳) کچھ اثر ہی نہ ہوا رانی پہ ان باتوں کا

تب کہا منتری سے دشرتھ نے رلوا کر ان کو　　رتھ پہ تم اپنے ہی ہمراہ بٹھا کر ان کو
چار دن سیر بیاباں کی دکھا کر ان کو　　پھیر لانا کسی حیلہ سے منا کر ان کو
دیکھ لوں گا تو مری روح کو کل آئیگی
(۲۴) جسم سے جان مری ورنہ نکل جائے گی

ہو کے مایوس گرے فرش پہ کہہ کر یہ سخن　　دھار آنکھوں سے رواں اشکوں کی اور سوختہ تن

(1) दुष्ट
(2) सुहागिन
(3) सत्यवती

بیٹھ کر رتھ پہ ہوئیں جانکی یوں جلوہ فگن — چرخ پر ماہ کی جس طور سے ہوتی ہے پھبن

کرکے گوڑ دیو کو ماتا کو پتا جی کو پرنام
رتھ پہ بیٹھے یہی تب کہکے سبھوں سے شری رام (۲۵)

ہوگا مونس وہی ہمدرد ہمارا غمخوار — جس سے پائیں گے شہنشاہِ اودھ صبر وقرار
ہو بھرت جی کے یہ پیغام مرا گوش گذار — نیت ہے یہ کہ نہیں راج سے واجب انکار

جتنی ماتائیں ہیں یکساں ہیں یہ رتبہ میں سبھی
فرق خدمات میں بھولے سے بھی آئے نہ کبھی (۲۶)

لے کے اس عرصہ میں دو ترکش و شمشیر و کماں — لکشمن جی بھی ہوئے چھوڑ کے گھر بار رواں
کہہ کے منتری سے کہ رکنا نہیں زیبا ہے یہاں — دے دیا حکم کہ بس چھوڑ دو گھوڑوں کی عناں

اُٹھ کے دشرتھ نے کہا منتری سے ٹھہرو ٹھہرو
رام نے حکم دیا اُس کو کہ روکو نہ چلو (۲۷)

حکم ملتے ہی یہ افراس ہوئے تیز قدم — پھر گرے فرش پہ رو کر شہِ ذیجاہ و حشم
ہوش باقی نہ تھا آنکھوں میں تھی تاریکیٔ غم — رام کا نام فقط وردِ زباں تھا ہردم

دیکھ کر رام کو سب گردوں پہ جیوں ماہ چلے
رشتۂ مہر سے کھنچتے ہوئے ہمراہ چلے (۲۸)

ہو گیا رام کی فرقت میں ہر اک دیوانہ — آشنا اپنا نظر آنے لگا بیگانہ
بن کو جاتے ہی ہوا سارا نگر ویرانہ — عیش کا تھا جو مکاں غم کا ہوا کاشانہ

سوگ اجودھیا میں تو لنکا میں ہوئے فالِ زبوں
اور سُرپُر میں ہوا غم و مسرت سے سکوں (۲۹)

دیر تک گریہ وزاری میں رہے دہر پناہ — نوکروں سے یہ کہا بعدہٗ با حالِ تباہ
رام کے ہجر میں ممکن نہیں ہو اپنا نباہ — سوجھ پڑتی نہیں بچنے کی مجھے اب کوئی راہ

لے چلو قصر میں کوشلیا کے تم مجھ کو اگر
کچھ دنوں روح مری جسم میں رہ جائے مگر (۳۰)

حکم پا کر یہ وہاں لے گئے راجہ کو غلام — جس محل میں تھیں شری کوشلیا جی مادرِ رام

پھر گرے جاتے ہی بیہوش لیا رام کا نام لا سکے اپنی زباں پر نہ کوئی اور کلام
دوڑ کر رانی نے جلدی سے اُٹھایا اُن کو
(۳۱) مخملی فرش پہ لے جا کے لٹایا اُن کو

اِس طرف رام نے تمسا[1] کے کنارے آ کر ختم کی روزِ نخستیں کی وہیں راہِ سفر
کچھ بھی جز پانی کے کھایا نہ پیا آٹھ پہر دھرم کے نیت کے آچار کے بانی رگھوبر
پیڑ کی جڑ پہ جو دل مائلِ آرام ہوا
(۳۲) سو گئے۔ کچھ نہ غمِ گردشِ ایام ہوا

پاسبانی کے لئے لے کے لکھن تیر و کماں بیٹھے کچھ دور پہ جا کر وہیں منتری تھا جہاں
حال کچھ گیان کا ویراگ کا بھی کر کے بیاں بے ثباتی کا کیا راز زمانہ کی عیاں
کر لیا قصد بھی دن رات کی بیداری کا
(۳۳) دے دیا سب کو ثبوت اپنی وفاداری کا

ہم وطن جتنے تھے ہمراہ وہ سب آ کے وہیں سو گئے چاروں طرف ہو کے مسافت سے حزیں
تھا ارادہ یہی سب کا تھا یہی سب کو یقیں چھوڑ کر رام کو ہم بن میں نہ جائیں گے کہیں
یا یہیں سے انھیں ہم پھیر کے لے جائینگے
(۳۴) یا تو ہمراہ بیاباں کو چلے جائیں گے

جاننے والے ضمائر کے شری رام نے تب یہ سمجھ کر کہ انھیں ہوگا عبث رنج و تعب
میں جو پھر جاؤں وطن کو تو یہ ممکن نہیں اب اور مجھے چھوڑ کے یہ لوگ یہاں جائینگے کب
حکم منتری کو دیا رتھ ابھی تیار کرو
(۳۵) اب یہاں پر نہ رکو اِن کو نہ بیدار کرو

اس طرح پر جو شری رام کا پایا فرمان جوت کر گھوڑوں کو تب رتھ میں وہ لایا اُسی آن
راہ کی ماندگی اور اُس پہ تھی مایا کی بھی شان بے خبر سوتے رہے سب نہ رہا قصد کا دھیان
جا کے کچھ دور تک اُس رتھ پہ اجودھیا کی طرف
(۳۶) بولے منتری سے یہ تب صاحبِ الطاف و شرف

پھیر کر رتھ کو بس اب راہ بیابان کی لو حکمت ایسی ہو کہ پہیوں کا کوئی نقش نہ ہو

[1] तमसा

کہہ کے منتری نے بہت خوب مجھے حکم ہو جو　　پاس دھرماں سے سوئے دشت چلا یا رتھ کو
راہ رہواروں کو چلنا تو تھا دشوار بہت
(۳۷) رام کا حکم تھا اس سے تھے وہ ناچار بہت

خواب کا ہم وطنوں کے جو ہوا دور خمار　　ہو گئی رام کی فرقت میں زبوں حالتِ زار
رتھ کے پہیوں کا نشاں ڈھونڈ کے سب آخر کار　　جب نہ پایا تو پھرے سوئے اجودھیا ناچار
رام کا جب نہ ہوا شہر میں دیدار انھیں
(۳۸) زندگی اپنی ہوئی موجبِ آزار انھیں

سیر کرتے ہوئے جنگل کی لکھن سیتا و رام　　دیکھتے وادی و ویرانہ و میدان تمام
حیرت انگیز ندی نالے طرب خیز مقام　　پہونچے سنگرور[1] لبِ گنگ کیا سب نے قیام
خوش ہوئے دیکھ کے بہتے ہوئے نرمل جل کو
(۳۹) جس کا نظارہ بڑھا دیتا ہے آتم[2] بل کو

کر کے رنت کرم وہاں شیو کا کیا بعدہٗ دھیان　　کھایا اُس روز کسی نے نہ کیا کچھ جل پان
بیٹھ کر سایہ میں شیشم کے تب آنند ندھان　　حال وہ کرنے لگے لچھمن و سیتا سے بیان
جیسے سُرلوک سے اس لوک میں آئیں گنگا
(۴۰) جیسے شیو جی کی جٹاؤں میں سمائیں گنگا

پھر کہا ہیں یہی سنسار کو پاون کرنی　　پار بھوسندھ سے کرتی ہیں یہ پاتک ہرنی
خشک ہو جس کے اشارے سے اگم ویترنی　　نام بھو ندھ سے اُترنے کو ہے جس کا ترنی
اک نظر جس کی اپاون کو بھی پاون کر دے
(۴۱) بات کی بات میں جو چار پدارتھ بھر دے

آج دنیا میں وہی اپنے چھپانے کے لئے　　پاپ دُکھ ہر کس و ناکس کا مٹانے کے لئے
جگ میں مہما شری گنگا کی بڑھانے کے لئے　　راہ بتلاتے ہیں مُکتی کے پانے کے لئے
رام کے آنے کی لوگوں سے خبر پا کے نشاد
(۴۲) لیکے کچھ نذر کو پھل مُول ملا آ کے نشاد

بہرِ تعظیم جو جُھکتے ہوئے پایا اُس کو　　اُٹھ پڑے رام نے سینہ سے لگایا اُس کو

[1] सिंगरौर
[2] आतमबल

پریم سے پوچھی کُشل پاس بٹھایا اُس کو — اک کرشمہ عظمت کا یہ دکھایا اُس کو
خوش نصیبی ہے۔ کہا جوڑ کے گہراج[1] نے ہاتھ
(۴۳)
تم نے خود آکے دیا مجھ کو جو درشن رگھوناتھ

ہوگی اب کٹ ہوئی تم کو بھی پا کر جو کُشل — لوک پاون ہو مرا آج ہوا جنم سپھل
وہم ہونے کا ادھم کُل میں گیا دل سے نکل — مل گیا دیکھ کے تم کو پرم آنند کا پھل
پاک اب چل کے کرو رام ہمارا مسکن
(۴۴)
مُول پھل جو ہیں کرو اُن کو گوارا بھگوان

بھگت کے پریم سے نکلے ہوئے سنکر یہ کلام — ہو کے خوش اُس سے لگے کہنے تب اسطور سے رام
ہوگا پہلے تو مرا چودہ برس بن میں قیام — تب کہیں جانے کا لونگا میں کسی بستی میں نام
مُول پھل بھی نہ گرہستوں کے دیئے کھاؤنگا
(۴۵)
مل سکیں گے نہ اگر بھوکا ہی سو جاؤنگا

عہد میرا ہے یہی ٹوٹ نہ جائے یہ کہیں — مُول پھل لینے میں ورنہ مجھے انکار نہیں
راج دھن دھام ہے جو کچھ بھی تمھارا ہمہ گیں — ہے دل و جاں سے وہ سارا مجھے مقبول ترین
دیکے تسکین اُسے یوں دودھ منگایا بٹ[2] کا
(۴۶)
رام و لچھمن نے مُکٹ سر پہ بنایا لٹ[3] کا

بستر اپتّوں کا اور کُش کا ہوا تب تیار — مخملی فرش سے بھی بڑھ کے جو دیتا تھا بہار
اُس پہ متھلیش للی اور اودھ راج کمار — سوئے خوش ہو کے بہت زیب دہِ دشت و دیار
پاسبانی میں لکھن لے کے دھنش بان رہے
(۴۷)
جیسے انسان کا انسان نگہبان رہے

غزل

غفلت میں سو رہا ہے بشر اس جہان میں — بیدار بس وہی ہے جو ہے اُسکے دھیان میں
جوہر ہیں پانچ قالبِ انساں کے ساتھ ساتھ — جن کے عدو بھی پانچ ہیں اس خاکدان میں
ہے پائیگاہِ راستی[1] اعلیٰ ترین ضرور — نقصِ دروغگوئی نہ ہو گر زبان میں

[1] गुहराज
[2] बट
[3] लट

غیظ و غضب نہ توڑ دیں گر پائے عقل[2] کو ہمسر نہ اُس کا ہو کوئی دونوں جہان میں
مل جائے صبر[3] سے ابدی عیش کا پتا حائل ہوں گر نہ حرص و ہوس درمیان میں
دکھلائے اپنا قوتِ علم[4] و ہُنر کمال بڑھ جائے تمکنت سے اگر امتحان میں

فیض[5] و کرم بنا دیں شہنشاہِ مُلک دیں
نارائن آئے گر نہ تأسّف گمان میں

سوئیا

شوک کلیش، نراین، بھوپہیں بھا سیارامہیں جات نہاری
بھئی نگری سو مسان سمان بھے بھوت پشاچ سبے نر ناری
باگن گے ترو بیل سکھائے منہوں چہوں اور تے لاگ دواری
لوگ کہیں بھل بھوپ نہ کینھ دیو بر جو بن سوچ وچاری

دوہا

بن رگھوبر جیون اودھ۔ نہیں پر جنن سہانُ
جم چکور بن چندر کے۔ تیھا کمل بن بھانُ
جگ پرپنچ متھیا سکل۔ تجو ممتا دھن گیہ
نارائن۔ سوئی دھنیہ اتی جیہی پربھو چرن سنیہ

सवैया—शोक कलेश 'नरायन' भूपहिं भा सियरामहिं जात निहारी।
भइ नगरी सो मसान-समान भे भूत पिशाच सबै नर नारी।
बागन गे तरु वेलि सुखाइ मनहुं चहुं ओर ते लागि दवारी।
लोग कहैं भल भूप न कीन्ह दियो वर जो बिनु सोच-विचारी।।
दो०—बिनु रघुबर जीवन अवध, नहिं पुर-जनन सुहानु।
जिमि चकोर बिनु चन्द्र के, यथा कमल बिनु भानु।।
जग प्रपञ्च मिथ्या सकल, तजु ममता धन गेह।
'नारायण' सोइ धन्य अति, जेहि प्रभु-चरन-सनेह।।

سرگ چھٹواں

گنگا پار کرنا اور رام جی کی بھردواج اور بالمیک رشی سے ملاقات

دیکھ کر سوتے ہوئے رام کو سیتا کو نشاد　　یوں لگا کہنے لکھن لال سے ہو کر ناشاد
قصر جن کے لئے برہما نے کئے تھے ایجاد　　رِدّھیاں ساری بجا لاتی ہیں جن کا ارشاد
استراحت کے لئے جن کے ہیں زر دوز پلنگ
(۱)　ہیں کوبیر اندر بھی جن کی عظمت دیکھ کے دنگ

دینے والے ہیں جو سُکھ سب کو وہی سیتا و رام　　آج اس طور سے کرتے ہیں زمیں پر آرام
بھر دیا کُبری کی بدعقلی نے رانی کا مشام　　جس کی باعث وہ ہوئی موجب آزارِ عوام
ایک چیری کے سکھانے پہ کچھ اچھا نہ کیا
(۲)　رنج کیکیئی نے بن باس کا جوان کو دیا

اُس سے لچھمن نے کہا تب کہ سنو اے بھائی　　کوئی سُکھدائی ہمیں ہے نہ کوئی دُکھدائی
اپنے کرموں نے ہے یہ شکل ہمیں دکھلائی　　ورنہ آتی نہ مصیبت یہ جو ہم پر آئی
کرم اپنا کبھی راحت کبھی غم دیتا ہے
(۳)　ورنہ کب کون کسے عیش و الم دیتا ہے

جو کسی اور پہ کرتا ہے سُکھ اور دُکھ کا گُمان　　ڈال دیتا ہے عبث اپنی وہ آزار میں جان
جیو کرموں پہ کیا کرتے ہیں ناحق ابھمان　　نیک یا بد کی بھی اپنے نہیں ممکن پہچان
جیو ہے اپنے ہی فعلوں کی رسن میں پابند
(۴)　کوششیں لاکھ کرے کُھل نہیں سکتی ہے کمند

کرم بس جیو ہے کٹھ پُتلی کی مانند یہاں　　اس میں طاقت نہیں پہونچائے جو بیسود زیاں
جیسے نٹ رقص میں کٹھ پُتلی کو کرتا ہے رواں　　ویسے ہی ہاتھ میں برہما کے ہے جیوؤں کی عناں
چاہتا ہے وہ جہاں پر اُنھیں لے جاتا ہے
(۵)　اور وہ کام کراتا جو اُسے بھاتا ہے

جس طرح دہر میں انساں کے ہیں اعدا و رفیق — عمر کے بھی ہیں یوں ہی راحت و غم دونوں فریق
اپنا کر لیتے ہیں انسان کو جس طرح خلیق — نیک اعمال کیا کرتے ہیں راحت میں غریق
جیسے ہو جاتا ہے کج خُلقی سے ہر شخص عدو
یوں ہی پاتا ہے بد افعال سے آزار نمو (۶)

نفسِ امّارہ کا دنیا میں جو محکوم نہیں — وصل سے شاد وہ ہوتا ہے نہ فرقت سے حزیں
ہو سبب کچھ کسی صورت میں ہو چاہے ہو کہیں — کرم کا پھل نہیں مٹتا ہے کرو اس کو یقیں
اس لئے راحت و غم رنج و خوشی ہرش[1] بشاد[2]
جیو کو چاہیئے کرنا نہ یہ اے شاہِ نشاد (۷)

ہو کے ان راحت و غم ہی کے مراکب پہ سوار — عرصۂ عمر کو ذی روح کیا کرتے ہیں پار
آگے پیچھے ہیں یہ دونوں صفتِ لیل و نہار — گر نہ گلشن میں خزاں ہو تو ہو کیا لطفِ بہار
نیک و بد کاموں کے پھل ہی کیلئے ملتا ہے
جامۂ ہستی اسی دن کے لئے سِلتا ہے (۸)

جس طریقے سے ہیں کیچڑ میں نُمایاں گل و آب — ہیں اُسی طور سے اس عمر میں آرام و عذاب
جیسے حیرت میں نہیں کھیل سے آتا لعّاب — ویسے عارف کو بھی دنیا یہ ہے اک عالمِ خواب
نعمتیں دہر کی ہیں جتنی ہیں معیوب سبھی
واجب انساں کو ہے ان سے نہ ہو مغلوب کبھی (۹)

بیٹھے بیٹھے انھیں باتوں میں گئی رات گذر — آمدِ چشمۂ روشن میں کھلا خاوری در
کر کے نِت کرم نہا دھو کے فراغت پا کر — رام جی بولے یہ گوہ راج سے اے اہلِ ہُنر
ناؤ منگوا دو اب اُس پار کی تیاری ہے
مت کرو فکر کہ تقدیر سے ناچاری ہے (۱۰)

تب کہا رام سے منتری نے وہ راجہ کا پیام — اور یوں دین بچن جوڑ کے ہاتھ اپنے کہ رام
ہو گا بے آپ کے دشوار اجودھیا میں قیام — زندگی بھی کہیں راجہ کی نہ ہو جائے تمام
دیجئے داغِ جدائی نہ یہ پیری میں اُنھیں
ہو گا رکھنا نہ روا غم کی اسیری میں اُنھیں (۱۱)

(1) हर्ष (2) विषाद

گر پڑا کہہ کے یہ پیروں پہ چلی اشکوں کی دھار دل پہ قابو نہ رہا اُس کا گئے صبر و قرار
دیکھ کر رام نے منتری کی یہ تب حالتِ زار اُس سے فرمایا کہ واجب نہیں کچھ سوچ وچار
تم کو معلوم ہیں سب دھرم کے اوصاف و نکات
(۱۲) دھرم کیا چیز ہے کیا تم سے کہوں دھرم کی بات

شیو و دھیچ اور بلی راج ہریشچندر نریش[1] دھرم کے واسطے ان سب نے اُٹھایا تھا کلیش[2]
سارے دھرموں میں ہے سچائی بھی اک دھرم وشیش جانتے تم ہو کروں کیا تمھیں بیکار اُپدیش
آج میں پاکے وہی دھرم کا انمول رتن
(۱۳) گر نہ لوں تو نہ رہے دھرم کا دنیا میں چلن

جاکے ہر طور پتا جی کو یہ تم سمجھانا دھرم کو چھوڑ کے پڑتا ہے عبث پچھتانا
جو گرا دھرم سے اپنے وہ نہیں ہے دانا موت بہتر ہے اگر دھرم نہ اپنا جانا
دھرم وہ چیز ہے پتھر کو جو پارس کر دے
(۱۴) پل میں جو دولتِ دارین سے دامن بھر دے

لیں نہ گر آج وہی دھرم کی دولت پاکر ہوگی رسوائی اجودھیا میں ہماری جاکر
دھرم کی بات اودھ راج کو تم بتلاکر رکھنا جس طرح مناسب ہو اُنھیں سمجھاکر
چُپ ہوئے کہہ کے یہ کہنا کہ نہ کچھ دھیان دھریں
(۱۵) طفلِ نافہم کی تقصیر فراموش کریں

رام کا حکم وہ گوہراج نے جس دم پایا جاکر اک ناؤ وہ خود جلد وہاں لے آیا
جوڑ کر ہاتھ کہا اُس نے کہ اے رگھورایا حُکم جو آپ کا تھا اُس کو بجا میں لایا
لے چلوں خود میں اگر حُکم ہو سرکار مجھے
(۱۶) نقد اُجرت نہیں اس کے لئے درکار مجھے

رام جی دیکھ کے اک ناؤ کنارے تیار جانکی جی کو بٹھا کر ہوئے خود اُس پہ سوار
حُکم سے رام کے تب سارے جگت کے آدھار چڑھ گئے ساتھ لئے تیر کمان اور تلوار
حکم جب رام کا پایا تو چلی وہ کشتی
(۱۷) صورتِ موج بصد ناز بڑھی وہ کشتی

[1] नरेश [2] कलेश

بیچ دھارا میں جو گنگا کی وہ کشتی آئی ۔ اُستتی جانکی نے بھاگیرتھی کی گائی
بعدہٗ کر کے نمسکار کہا سن مائی ۔ پاپ سنتاپ ہرن تو ہے جگت سکھدائی
خیریت سے پلٹ آکر یہ ہے تمنّا میری
(۱۸) پھول پتّوں سے کروں ماتُ میں پوجا تیری

وہ دعا دے مجھے بر آئے مری جس سے مُراد ۔ دور ہو جائے پڑے آکے اگر کوئی فساد
ساتھ ان دونوں کے پھر آؤں یہاں خرّم و شاد ۔ جلد کٹ جائے یہ چودہ[1] برسوں کی میعاد
یک بیک آبِ مقدّس سے صدا تب آئی
(۱۹) دھنّ بھاگ آج جو یہ ہم نے بڑائی پائی

رام کی پیاری ہے سیتا تو جگت کی ماتا ۔ تو ہے بھونیشوری[1] ہے تجھ سے ہی سب کا ناتا
سارا سنسار ہے تجھ سے ہی بڑائی پاتا ۔ تو وہی کرتی ہے جو من میں ہے تیرے آتا
کُل کہاں ۔ جزو کہاں ۔ مہ کہاں جہتاب کہاں
(۲۰) میں دعا دوں تجھے مجھ میں یہ بھلا تاب کہاں

صدق کا میری زباں پر ہو مگر جس سے اثر ۔ ہو کے محظوظ میں دیتی ہوں تجھے آج یہ بر
شاد و خرسند بہ ہمراہیٔ شوہر دیور ۔ واپسی بن سے ہو دشمن ہوں ترے زیر و بتر
کیرتی یہ تری سنسار میں چھائے سیتا
(۲۱) دھرم کی راہ یہ دنیا کو دکھائے سیتا

رام جی بیٹھے ہوئے جانکی اور بھائی کے سنگ ۔ ناؤ پر جاتے تھے دکھلاتے ہوئے جل کی ترنگ
جا کے پہونچی اسی عرصہ میں وہ کشتی لبِ گنگ ۔ تب کیا تینوں نے آگے کا اُتر کر آہنگ
عرض کی رام سے گوہراج نے تب جوڑ کے ہاتھ
(۲۲) ہو اجازت مجھے خدمت کو چلوں آپکے ساتھ

ہو گی راحت مجھے میں دیکھ جو پاؤں گا تمھیں ۔ مول پھل بن میں جہاں ہونگے بتاؤں گا تمھیں
سیر جنگل کی بیاباں کی کراؤں گا تمھیں ۔ راستے ہیں مرے دیکھے میں دکھاؤں گا تمھیں
بن کی نخچیر گہیں کچھ مجھے معلوم بھی ہیں
(۲۳) دیکھ لیں لوگ کہ خادم بھی ہے مخدوم بھی ہیں

(۱) भुवनेश्वरी

ہنس کے فرمانے لگے اُس سے یہ تب دینِ دیال　　دل میں لاؤ نہ ہمارے کبھی دکھ سکھ کا خیال
ہم پھر آئینگے یہیں کاٹ کے بن باس کے سال　　رد نہ ہو گا مرا کہنا کبھی اے نیک خصال
کر دیا رام نے سمجھا کے یہ واپس اُس کو
حکم ٹالا نہ مگر رنج تھا از بس اُس کو　　(۲۴)

مار کر بعد ازاں رام نے اک پاک ہرن　　بھون کر آگ میں منتروں سے کیا آواہن[1]
کھا کے تب اُسکو بچا بعد جو کرنے کے ہون　　سو گئے رگھوبر و سیتا۔ رہے بیدار لکھن
صبح نت کرموں[2] کو کر کے لکھن و سیتا و رام
آ کے پہونچے تھا بھردواج کا جس جا پہ قیام　　(۲۵)

اک رشی پُتر سے مُن راج کو بھیجی یہ خبر　　رام رگھوبنش میں شاہنشہِ دشرتھ کے پسر
بھائی اور جانکی کو ساتھ لئے چھوڑ کے گھر　　آئے ہیں چودہ[4] برس کرنے کو جنگل میں بسر
ہیں کھڑے در پہ تپوبن[3] کے اجازت کیلئے
دیجئے حکم تو آئیں وہ زیارت کے لئے　　(۲۶)

آمدِ رام کی پائی یہ جو مُن[4] بر نے خبر　　چھوڑ کر دھیان بہت جلد وہ پاکیزہ سیر
ہاتھ جوڑے ہوئے خود دوڑ کے آئے در پر　　کر کے پوجا یہ کہا۔ پائی جو شفقت کی نظر
کیجئے آج اس استھان میں چل کر دایا
پاک کر دیجئے چرنوں سے اسے رگھورایا　　(۲۷)

خوش نصیبی ہے مری آپ جو آئے ہیں یہاں　　بن گیا فیض سے کاشانہ مرا رشکِ جناں
دیکھ کر آپ کو حاصل وہ ہوئی راحتِ جاں　　رام جی جس کا نہیں ہے مرے امکاں میں بیاں
آرزو دل میں تھی جو کچھ وہ بر آئی میری
ہوگئی آج عذابوں سے رہائی میری　　(۲۸)

کر کے یوں پریم بھرے رام سے مُن راج کلام　　لے گئے ساتھ کُٹی میں اُنھیں آہستہ خرام
کی ہر اک طور تواضع و مدارات تمام　　جوڑ کر ہاتھ لگے کہنے کہ اے شاہِ انام
درشن آ کر جو دیا آپ نے رگھوراج مجھے
پھل عبادت کا جو چاہا تھا ملا آج مجھے　　(۲۹)

(1) आबाहन
(2) नितकर्मों
(3) तपोवन
(4) मुनिवर

التجا آپ نے خود کر کے بدھاتا کی قبول دیکھ کر دیوتوں کو ظلم سے راون کے ملول
آپنے عابدوں اور زاہدوں کی سُن کے شغول کر کے اوصاف کو مایا کے خود اپنے میں شمول

عام لوگوں کیطرح جنم لیا دنیا میں
(۳۰) کام جو کر نہ سکا کوئی کیا دنیا میں

ہے عبادت کا ثمر آپ کی یہ دینِ دیال ہے عیاں مجھ پہ ہر اک ماضی و مستقبل و حال
جانتے آپ ہیں جو کچھ ہے مرے دلمیں خیال دیجئے اب مجھے بردان کہ اے ذاتِ کمال

ہر گھڑی آپ کے قدموں میں مرا پریم رہے
(۳۱) کرم اپنا ہو یہی دھرم یہی نیم رہے

رام سُکھ دھام دیا سندھو اور آگر گُن کے دل میں شرما گئے تقریر یہ اُن کی سُن کے
جوڑ کر ہاتھ شری رام نے آگے مُن کے یوں کہا فرق کو قدموں پہ جھکا کر اُن کے

چھتری کُل میں ہیں ہم برہمن آپ کا ہے
(۳۲) ہم پہ ہو رحمت و شفقت یہ چلن آپ کا ہے

تب کیا رام نے مُن راج کے اوصاف بیاں اُن سے آئے تھے جو درشن کیلئے اُنکے وہاں
ہو کے خوش بھکتی سے مُن راج کی آرام جہاں رات کو سُکھ سے وہیں رہکے ہوئے صبح رواں

مُن کُماروں کی مدد سے سببِ بحر و بر
(۳۳) بیٹھ کر جالہ پہ جمنا سے گئے پار اُتر

چل کے اُس راہ پہ مُن بر نے جو تھی دکھلائی جب گذرتے تھے کسی گاؤں سے دونوں بھائی
دیکھ کر شکل تب اُن کی وہ پرم سکھدائی مرد و زن جتنے تھے ہو جاتے تھے سب شیدائی

مجمع عام سرِ راہ گذر رہتا تھا
(۳۴) ہو کے گرویدہ یہ ہر فردِ بشر کہتا تھا

لوگ خوش بخت ہیں وہ جنکے یہ ہیں راحتِ جاں وہ زمیں خوب ہے پیر انکے پڑیں جس پہ نشاں
ہے زہے مُلک یہ جس مُلک سے آئے ہیں یہاں کوہ و صحرا کی ہے تقدیر یہ جائیں گے جہاں

دیکھ کر ان کو مرا بخت بھی بیدار ہوا
(۳۵) کوئی غم رہ نہ گیا دور سب آزار ہوا

جس جگہ جاتے تھے وہ کالبدِ فرحت و نور — لوگ ہو جاتے تھے سب دیکھ کے دل میں مسرور
تھے کچھ ایسے بھی کہ جو پریم سے ہو کر مجبور — اُنکے ہمراہ چلے جاتے تھے تکتے ہوئے دور
اس طرح دیکھتے دکھلاتے ہوئے بن کی بہار
جا بجا کرتے ہوئے جڑ پہ درختوں کی قرار (۳۶)

منزلیں کرتے تھے آرام سے طے رگھورایا — وہ جہاں جاتے تھے کر دیتے تھے بادل سایا
درمیاں دونوں کے سیتا کو تھا چلنا بھایا — برہمہ اور جیو کے ہو بیچ میں جیسے مایا
جب کئی روز یوں ہی چلتے رہے رگھورائی
چِترکوٹ اُن کو دیا دور سے تب دکھلائی (۳۷)

بالمیکؔ اور بہت رشیوں کا جس جا تھا نواس — جس میں رِتوراج[1] کا رہتا تھا سماں بارہو ماس
جس جگہ جاکے نہ رہتا تھا کوئی غم نہ ہراس — بھائی اور جانکی کو ساتھ لئے دھرم کی آس
ہو گئے جاکے کھڑے رام جھکائے سر کو
بالمیکؔ آئے تھے جب بن سے پلٹ کر گھر کو (۳۸)

دیکھ کر رام کو مُن بر نے کہ آئے ہیں یہاں — لچھمن اور جانکی کے ساتھ کئے ترک مکاں
خوبصورت ہیں مکٹ سر پہ لٹاؤں کے عیاں — تن پہ بلکل[2] بسن اور ہاتھ میں ہیں تیر و کماں
اُٹھ کے فوراً انھیں سینہ سے لگایا اپنے
جذبہ اُلفت کا سرشکوں سے دکھایا اپنے (۳۹)

پریم اور بھکتی سے اُن تینوں کی کرکے پوجا — بن سے لائے تھے جو پھل مول اُنھیں کھانے کو دیا
خوش تواضع سے ہوئے رگھوبر و سومتر و سیا — حال بن باس کا تب رام نے سب اُن سے کہا
حُکم سے رانی کے لکھنے کے لئے باپ کی بات
آئے ہیں رہنے کو جنگل میں ہم اے نیک صفات (۴۰)

جانتے آپ تو مُن بر ہیں بتانا ہے فضول — کہئے کس طور سے ہو مطلبِ دل اپنا حصول
ہو گی اب جائے پسندیدہ وہی مجھ کو قبول — میرے رہنے سے جہاں پر نہ ہوں عُبّاد ملول
اس لئے ایسی جگہ ہم کو بتائیں کوئی
ہم جہاں جاکے رہیں رنج نہ پائیں کوئی (۴۱)

(1) ऋतुराज
(2) वल्कल-वसन

ہنس کے مُن بر نے دیا تب اُنھیں اسطرح جواب ہفت اقلیم کے ہو تم ہی تو اک عیش مآب
تم ہو خورشیدِ جہاں تاب مگر زیرِ سحاب کوئی جا ایسی نہیں ہے کہ تمھاری نہ ہو تاب
اب سنو تم کو بتاتا ہوں جہاں رام سدا
(۴۲) رہتے ہو اور رہو جا کے بہ آرام سدا

شانتی روپ ہیں جو دھیان میں ہر وقت مگن ایک ساں جنکا ہے سب کیلئے دنیا میں چلن
جن کو رہتی ہے لگی ایک تمھاری ہی لگن جو کیا کرتے ہیں ہر وقت تمھارا ہی بھجن
وہ جو آسودہ ہیں بھکتی کو تمھاری پا کر
(۴۳) دل میں رہتے ہو تم ایسوں کے کرم فرما کر

وہ جو سب سمجھتے ہیں تمھیں چھوڑ کے سب دھرم ادھرم جن کا خالی نہیں سیوا سے تمھاری کوئی کرم
ہر گھڑی رہتے ہیں پوجا میں تمھاری سرگرم تم کو خوش کرنے میں جنکو نہیں سنسار کی شرم
دلِ پاک اُنکے ہیں رہنے کے لئے خوب مکاں
(۴۴) ہیں تمھارے مع سیتا کے وہ مرغوب مکاں

جن کے ہے نام تمھارا ہی فقط وردِ زباں چاہتے ہیں جو تمھارے قدموں ہی میں اماں
سختی و تنگیٔ اوقات نہیں جن کو گراں ایکساں جن کو ہیں آرام و تکالیفِ جہاں
ہیں تمھارے رُخِ پُرنور کی جو چاہ لئے
(۴۵) دل میں تم اُن کے رہو بھائی کو ہمراہ لئے

دُور ہے جن سے خودی دلمیں نہیں جن کے غرور جن کو رہتا ہے تمھاری ہی محبت کا سرور
دل سے رکھتے ہیں جو اپنے طمع و حرص کو دور سیم و زر خاک و حجر ایک ہی ہیں جنکے حضور
جانتے جو ہیں کہ سب جاہ و حشم فانی ہیں
(۴۶) اُن کے دل رام تمھیں کُوشکِ سلطانی ہیں

کرم پھل اپنا جو کر دیتے ہیں آرپن[1] تم کو جانتے رام ہیں جو اپنا تن اور دھن تم کو
عیش و عشرت کا سمجھتے ہیں جو مخزن تم کو مانتے دل سے ہیں رحمت کا جو دامن تم کو
دھیان میں روپ ہے ہر وقت تمھارا جنکے
(۴۷) دل میں تم اُن کے ہو اک تم ہو سہارا جن کے

[1] अर्पन

جانتے مایا ہیں سنسار کی چیزیں جو تمام واسطے جن کے نہیں دہر یہ راحت کا مقام
چھ بدل - جنم - مرن - عالمِ ہستی میں قیام بڑھنا اور گھٹنا زمانہ میں بدلنا اجرام
جسم کی خاصیتیں ان کو جو کرتے ہیں یقیں
دل میں اُن کے ہو لئے بھائی کو ساتھ اپنے مکیں (۴۸)

پران کا دھرم ہے جنکے لئے ہو بھوک کہ پیاس دھرم بدّھی کا سمجھتے ہیں جو تکلیف و ہراس
پاپ اور پونیہ(۱) جگت دھرم سبھی بھوگ بلاس دور ہیں جن سے یہ سچے ہیں تمہارے وہی داس
مُکت جیون ہیں وہی رہتے ہیں آنند گھن میں
صاف من اُنکے ہیں تم رہتے ہو اُنکے من میں (۴۹)

سرو(۲) ویاپی تمھیں ست ہو تمھیں چیتن سروپ پران و گیان منومے(۳) ہو تم آنند انوپ
تم ہی نرلیپ(۴) اننت آدی ہو تم دھرم کے یوپ(۵) تم پرم آتما ہو آکے ہوئے ہو نر بھوپ
جانتے ہیں تمھیں ایسا جو وہ ہیں سرور دیں
دل میں تم اُنکے مع لچھمن و سیتا ہو مکیں (۵۰)

دل سے بھاتے ہیں سبھی کام تمھارے جن کو ساری دنیا میں ہو اک تم ہی سہارے جن کو
خوش نہیں آتے ہیں ہستی کے نظارے جن کو رام تم پران سے بھی بڑھ کے ہو پیارے جن کو
جن میں طیش اور رعونت کا کوئی نام نہیں
اُن کے دل صاف ہیں کرتے ہو تم آرام وہیں (۵۱)

کہتے سنتے ہیں تمھارے ہی جو دن رات چرتر جن کے دل میں ہے تمھارا ہی سمایا ہوا چتر(۶)
باپ ماں بھائی ہو اے رام تمھیں جنکے ہو متر دل میں تم رہتے ہو اُن کے ہے وہ استھاں پوتر
رکھتے بھگتوں پہ تمھارے ہیں جو عزت کی نگاہ
اُن کے دل میں ہو شری جانکی جی کے ہمراہ (۵۲)

بولتے سچ ہیں سدا جنمیں نہیں جھوٹ کا نام جو کسی سے نہیں کرتے ہیں کبھی سخت کلام
آسرا کچھ بھی نہیں پریم ہے جن کو نشکام(۷) دل میں تم خاص کر ایسوں کے رہا کرتے ہو رام
حال جو تھا مرا پہلے وہ سناتا ہوں تمھیں
پھر ملی جیسے یہ عزت وہ بتاتا ہوں تمھیں (۵۳)

(۱) पुण्य
(۲) सर्व (۳) मनोमय
(۴) निर्लेप (۵) यूप
(۶) चित्र
(۷) निष्काम

(سرگذشت بالمیک جی)

کرتے ہیں بالمیکِ سخن سنج نکتہ داں
قصّہ تمام اپنا شری رام سے بیاں

جس طرح رتبہ برہمہ رشی کا ملا انھیں
دنیا میں رام نام کی مہما ہوئی عیاں

بولے تھا پہلے ساتھ مرا کول بھیل کا
ہر وقت بس اُنھیں کے میں رہتا تھا درمیاں

پیدا تو میں ہوا تھا برہمن کے گھر ضرور
تھے کام شودروں کے سے لیکن ضرر رساں

کچھ دن کے بعد مجھ سے کراتن کے بطن سے
پیدا کئی پسر ہوئے جب میں ہوا جواں

آتا نہ تھا مجھے کوئی آچار دھرم کا
رہتے تھے تیر ہاتھ میں اور دوش پر کماں

طرزِ معاش چوری ہوئے اور رہزنی
بچوں کی پرورش کا ہوا بار جب گراں

گر رہزنی سے ہاتھ نہ آتا تھا کچھ مجھے
کرتا تھا قتل کھانے کو حیوانِ بے زباں

اک دن کا واقعہ ہے کہ جنگل میں جب میں تھا
ناگاہ سپت رِش مجھے آئے نظر وہاں

تھے روے پُرضیا پہ نشانِ تو انگری
دیکھا جو اُن کو میں نے ہوا دل میں شادماں

لالچ سے کرکے اُن کا تعقّب کہا رُکو
اب بچ کے میرے ہاتھوں سے جاتے ہو تم کہاں

کہنے لگے وہ مجھ سے کہ اے دُشٹ برہمن
کیوں روکتا ہے ہم کو تو آتا ہے کیوں یہاں

پریوار کی یہ میں نے کہا اُن سے پرورش
لازم ہے ہر بشر پہ دراین خلقتِ جہاں

اسواسطے مجھے بھی تمنّا ہے مال کی
بھوکے ہیں بال بچے مرے کرتے ہیں فغاں

جو کچھ تمھارے پاس ہو رکھ دو اُسے یہیں
بے خوف لیکے اپنے چلے جاؤ جسم و جاں

لیکن ہوا جو اس میں تامّل تو جان لو
تم کو دکھائیں گی رہِ ملکِ عدم سناں

بولے وہ تب یہ مجھ سے کہ اے نیچ برہمن
کے دن رہے گی جان ترے جسم میں نہاں

اک دن نہ ایک دن تو پڑے گا عذاب میں
آئیں گے کام تیرے نہ یہ تاب اور تواں

انجام کو تو سوچ نہ پریوار دے گا ساتھ
دوزخ میں جب اُٹھانی تجھے ہونگی سختیاں

جا پوچھ ہوگا روزِ جزا تیرے واسطے
مُتحمّل سزا ابھی کوئی اہلِ خاندان

ہوگا نہ اس میں فرق رہیں گے یہیں یہ ہم
جب تک پلٹ کے تو نہ پھر آجائیگا یہاں

جا کر جو میں نے پوچھا وہ اہل و عیال سے
جو کچھ کہا تھا رشیوں نے اے شاہِ دوجہاں

انکار کرکے سب نے مجھے دے دیا جواب
سمجھا یہ میں کہ کوئی بھی اپنا نہیں یہاں

ساتھی ہیں عیش کے سبھی غم کا کوئی نہیں
جائیں گے اپنے فعل ہی ہمراہ بے گماں

نادم تھا دل میں اپنے بہت اپنے فعل سے
دکھلائی دیتا تھا مجھے دار المحن مکاں

اُس دم سے دل ہٹا مرا دنیا سے اس قدر
آنے لگی نظر چمن دہر میں خزاں

رنجیدہ لوٹ کر میں پھر آیا اُسی جگہ
گھر کو گیا تھا چھوڑ کے رشیوں کو میں جہاں

دیکھا جو میں نے اُن کو تو پیروں پہ گر پڑا
ہاتھوں سے پھینکے تیر و کماں خنجر و سناں

چلّایا میں بچا لو مجھے اے مُعینِ دیں
دوزخ کا آ رہا ہے نظر مجھ کو اب سماں

ہے ورطۂ الم میں پڑی کشتیٔ حیات
بادِ کرم چلے وہ کہ ہو صورتِ اماں

تب کھا کے بیکسی پہ مری رحم سپت رِشی
بولے کہ اُٹھ ملے گا تجھے عیشِ جاوداں

درشن سے ہوگا سنتوں کے تجھ کو ضرور فیض
ملنا ہمارا جا نہیں سکتا ہے رائیگاں

آپس میں بات کرنے لگے تب وہ اس طرح
اُپدیش سے ہے نیچ کے گو سربسر زیاں

آیا ہے اب شرن میں ہماری یہ برہمن
واجب ہے دور کرنا گناہوں کی بیڑیاں

اُن سب کو آ گئی جو مرے حال پر دیا
اُپدیش کر دیا مجھے اس طور بعد ازاں

اے رام نام آپ کا اُلٹا مرا مرا
مجھ سے کہا کہ اس کا تو کر ورد بر زباں

خواہش نہ دل میں ہو کوئی یکسو رہے خیال
جب تک نہ آئیں ہم ہے یہی تیرا امتحاں

کہہ کر یہ چل دیئے وہ اُدھر اور میں ادھر
جپنے لگا وہ کر گئے جس طور سے بیاں

یکسو ہوا جو دل تو ہوئیں دور خواہشیں
بھولا میں خود کو بس میں ہوئیں ساری اندریاں

اپنی جگہ سے جب نہ ہلا میں بہت دنوں
دیمک نے کر دیا مرا مٹی سے تن نہاں

گذرے ہزاروں جُگ یوں ہی تب آ کے سپت رِشی
بولے کہ اب اُٹھو شہِ اقلیم عابداں

آیا نکل یہ سنتے میں مٹی ہٹا کے یوں
خورشیدِ صبح ابر سے ہو جس طرح عیاں

اے رام بالمیک مرا نام رکھ کے تب
سُرلوک کی طرف ہوئے وہ سپت رِشی رواں

مہما تمہارے نام کی ہے جس سے یہ مرا
نخلِ حیات باغِ جہاں میں ہوا عیاں

لچھمن اور جانکی کے ساتھ تمھیں رگھورایا مل گیا دیکھ کر آنند مجھے من بھایا
پاپ سب دور ہوئے ہوگئی نِرمَل[1] کایا سب ہوس مٹ گئی جب تم نے کرم فرمایا

چل کر اب ایسی جگہ تم کو دکھاتا ہوں میں
فرحت افزا جو تمھارے لئے پاتا ہوں میں (۵۴)

سرگذشت اپنی شری رام سے یوں کر کے بیاں لیکے ہمراہ گئے تب اُنھیں رِشی راج وہاں
تھی زمیں اندرپوری سے بھی کہیں بڑھ کے جہاں اک طرف شَیل[2] تھا اک سمت تھیں گنگا جی رواں

پاس جس کے کوئی مسکن تھا نہ کاشانہ تھا
دیکھ کر شاہِ بہاراں جسے دیوانہ تھا (۵۵)

دو مکاں رِشی نے اُسی جا پہ کرائے تیار اُن میں ہر مایۂ عشرت کا لگایا انبار
ہر طرف اُن کے تھا شاداب گُلوں سے گلزار بڑھ کے جنت سے بھی دلچسپ تھی اُس بن کی بہار

ہو کے خوش رہنے لگے اُن میں لکھن سیتا و رام
ہر طرف رنج نہ کوسوں تھا نہ آزار کا نام (۵۶)

آ کے جس دن سے کیا رام نے اُس بن میں نواس نخل طوبیٰ سے بڑھا شان میں ہر نخلِ پلاس
جا بجا ہو گئے کانوں سے نمایاں الماس مٹ گیا اُن کا جو رہتے تھے وہاں پر افلاس

عابدوں نے بھی وہیں آ کے کیا اپنا قیام
دیوتا چھوڑ کے سُورگ[3] آئے پئے خدمتِ رام (۵۷)

یَد کمَل دیکھ کر اُن کے جو ہوئی دل میں حزیں تھی جو پتھر سی وہ مخمل سی ہوئی نرم زمیں
لچھمن و جانکی کرتے تھے جو گھر یاد کہیں غم غلط کرتے تھے سَو طرح سے رگھوناتھ وہیں

بھائی اور جانکی جس بات میں سُکھ پاتے تھے
رام جی کر کے وہی شاد انھیں فرماتے تھے (۵۸)

غزل

زمیں کیا فلک کوئی تارا نہیں کہ جلوہ ہے جس میں تمھارا نہیں
جہاں میں ہے وہ کونسی جا جہاں بتا دو تمھارا نظارا نہیں

(1) निर्मल
(2) शैल
(3) स्वर्ग

نہیں جس میں حرص و حسد نام کو — جو ظالم ستم گر خود آرا نہیں
اُسی دل میں رہتے ہو ہر دم جسے — تمہارے سوا کوئی پیارا نہیں
جو سنتا ہے ہر دم تمہاری کتھا — جو دُنیا کی لذّت کا مارا نہیں
ہمیشہ اُسی دل میں رہتے ہو تم — جو سب سے الگ تم سے نیارا نہیں
لگی اک تمھیں سے ہے جس کی لگن — جسے اور کوئی سہارا نہیں
تمھیں سے ہیں سب جسکے رشتے۔ جسے — کوئی اور دھن دھام دارا نہیں
وہ دل ہے تمہارا مکاں۔ اور کے — جو تیرِ محبت کا مارا نہیں
جسے ہے تمہارا ہی اک آسرا — کسی اور کا جس کو یارا نہیں
بُرائی کسی کی کبھی بھول کر — وہ جس نے ہو سوچا وچارا نہیں
وہی دل تمہارا مکاں ہے جسے — جدائی تمہاری گوارا نہیں
سبھی کا ہری نے ہرا درد و غم — ادھم کون ہے جس کو تارا نہیں

مناسب ہے نارائن اُس کی شرن
کچھ اس کے سوا اور چارا نہیں

سوئیا

نت سیوت ہیں تج کام سبے من میں نہیں آلس آنت ہیں
کُل موہ تتھا رتی بھوگ وشے نہیں جو ہتکارک جانت ہیں
من تے مدروش تجیو جن جو جگ سوارتھ میت بکھانت ہیں
سوئی سیوک ہیں ہری کے تِن کو ہری آپن کے پہچانت ہیں

सवैया—नित सेवत हैं तजि काम सबै मन में नहिं आलस आनत हैं।
कुल-मोह तथा रति भोग विषय नहिं जो हितकारक जानत हैं।
मन ते मद रोष तज्यो जिन जो जग स्वारथ-मीत बखानत हैं।
सोइ सेवक हैं हरि के तिन को हरि आपन कै पहिचानत हैं॥

سدگورو سمتی سُومترا اَرُو نیت ندھان نریش
دُرلبھ پانچو مات پِتو۔ کرہیں جو سد اُپدیش
رام بھکتی سُکھ مُول ہے سُلبھ سبہیں سب کال
نارآین سُکھ جو چہے۔ بھجے سو دینِدیال

سرگ ساتواں

راجہ دشرتھ کا سُرپُر جانا اور بھرت جی کا ننہال سے آنا

اس طرح کرتے ہیں اب شیوجی اُماجی سے بیاں — حالِ پُرغم وہ جو دشرتھ کا ہوا سُن کے دہاں
کر کے دامن سے سچو(۱) اپنی اُدھر شکل نہاں — شام کے وقت ہوا روتے ہوئے گھر کو رواں
چھوڑ کر دور مع گھوڑوں کے اپنے رتھ کو
ڈھونڈنے چھپ کے وہ نظروں سے لگا دشرتھ کو (۱)

روئے پُردرد سے ہوتے تھے عیاں حسرت و غم — پیر اُٹھتے نہ تھے آگے کے لئے ایک قدم
تھے نمایاں درودیوار سے آثارِ الم — حال راجہ کا جو تھا ہو نہیں سکتا وہ رقم
کہہ کے آہستہ سے جے جیو(۲) کیا اُن کو پرنام
آگئے ہوش میں یکبارگی سُنکر یہ کلام (۲)

پوچھا راجہ نے یہ منتری سے کہ ہیں رام کہاں — ہیں لکھن جانکی کے روے دلا رام کہاں
چھوڑا کس جا پہ اُنھیں صبح ہوئی شام کہاں — کیسے کرتے ہیں بسر اپنے وہ ایّام کہاں
اب میں کیسے اُنھیں دیکھوں گا بتاؤ تو مجھے
مجھ کو پیغام جو بھیجا ہو سُناؤ تو مجھے (۳)

(۱) सचिव
(२) जयजीव

दो०—सद्गुरु सुमति सुमित्र अरु, नीति-निधान नरेश।
दुर्लभ पांचौं मातु-पितु, करहिं जे सद्-उपदेश॥
राम-भक्ति सुख मूल है, सुलभ सबहिं सब काल।
'नारायण' सुख जो चहै, भजै सो दीन-दयाल॥

پڑ گیا عقل پہ بدبختی کا اک لخت نقاب اس طرح جس کے سبب آج ہوا خانہ خراب
دیکھتے رام نہیں کیوں مرا تم آ کے عذاب عازمِ مُلکِ عدم ہوں میں ہے اک پا بہ رکاب

گر پڑا حیف نہ کیوں کٹ کے مرا سر یہ وہیں
کیوں نہ نکلی دمِ فرقت مری یہ جانِ حزیں (۴)

کہہ کے رونے لگے ہا رام سیا رام لکھن کیوں نظر آتے نہیں تم مجھے سنتاپ شمن[1]
میری پیری میں توانائی کے انمول رتن چل دیئے چھوڑ کے کیوں تم مجھے اس عمر میں بن

بے سبب موت سمجھتی ہے خطاوار مجھے
دیتی ہے غیر کے بدلہ میں جو آزار مجھے (۵)

دیر تک روتے رہے یوں ہی شہنشاہِ انام تب کیا منتری نے اس طور بیاں قصۂ رام
جا کے شرنگ ویر کیا ساحلِ گنگا پہ قیام پیش لا کر کئے گوہراج نے پھل مول تمام

لے لئے رام نے گو پریم سے وہ پاک ثمر
سب کے سب پھیر دیئے کھایا کسی نے نہ مگر (۶)

دودھ تب رام نے برگد کا وہیں منگوا کر بٹ کے بالوں کو مکٹ اپنے بنایا سر پر
تب کہا میں نے اودھ پھرنے کو با دیدۂ تر حیف صد حیف نہ تیار ہوئے آنے کو گھر

بیٹھ کر ناؤ پہ فرمانے لگے مجھ سے یہ رام
جا کے کہنا مرا ماتا سے پتاجی سے پرنام (۷)

عرض کرنا مری جانب سے یہ تم جوڑ کے ہاتھ دُکھ نہ ہوگا مجھے کوئی جو لکھن لال ہیں ساتھ
دھرم دُھر دھاری ہو تم دھرم کے پالک رگھوناتھ دھرم پر چلنے سے اونچا ہی بنا رہتا ہے ماتھ

پھر کہا مجھ سے کہ بہتر ہے وہی طرزِ عمل
دلِ رنجورِ شہنشاہِ اودھ جائے بہل (۸)

جانکی جی نے بھی بھیجا ہے یہ غمناک پیام جا کے کہنا مرا ساس اور سسر جی سے پرنام
ساتھ شوہر کے نہیں کوئی مجھے ڈر کا مقام فکر کچھ بھی نہ کریں میرے لئے شاہِ انام

دیکھا اُس ناؤ کو جب تک نظر آئی مجھ کو
موت کم بخت نہ اُس دم مگر آئی مجھ کو (۹)

[1] सन्ताप-शमन

داستاں سُن کے یہ رانی کو ہوا اور ملال بولیں روتے ہوئے راجہ سے وہ تب غمزدہ حال
ہو کے خوش تم نے بھرت کو تو دیا جاہ و جلال کچھ بھی آیا نہ مگر دل میں مرا تم کو خیال
بیٹھ کر رونے سے اب کیا شہِ والا ہوگا
دُکھ رعایا کو ہمیں رنج دو بالا ہوگا (۱۰)

بھر کے اشک آنکھوں میں بولے یہ شہنشاہِ جہاں کیوں چھڑکتی ہے نمک زخمِ جگر پر مری جاں
مان لے اب ہوں کوئی آن کا مہمان یہاں سچ ہوئی بات وہ کی تھی جو رکھیشر نے بیاں
باعثِ فرقت و آزار بتاتا ہوں تجھے
جس طرح شاپ ملا تھا وہ سناتا ہوں تجھے (۱۱)

تھا جوانی میں جو طاقت سے میں اپنی سرشار کھیلتا بن میں تھا میں رات کو بھی جا کے شکار
ایک شب کا یہ وقوعہ ہے کہ دریا کے کنار آئے تھے بھرنے کو پانی کوئی رشراج کُمار
سُن کے آواز کو پانی سے بھرا جب وہ سبو
میں یہ سمجھا کہ ہے ہاتھی کوئی وحشی لب جو (۱۲)

شبد بیدھی[1] وہیں تب منتر کو پڑھ کر میں نے لیکے اک تیر کو ترکش سے کیا سر میں نے
پھر سنے ہائے یہ الفاظ مکرّر میں نے خونِ ناحق ہے۔ کیا کیا تھا ستمگر میں نے
اُڑ گئے ہوش پڑی جب یہ صدا کانوں میں
آ گئی کشتیٔ دل رنج کے طوفانوں میں (۱۳)

ہو کے غمگین کہے جا کے یہ تب اُن سے سخن ہے یہ تقصیر مری آپ کی آیا ہوں شرن[2]
نام دشرتھ پسرِ اَج ہوں اجودھیا ہے وطن میں نے دیکھا نہ کہ ہیں آپ یہاں جلوہ فگن
گر پڑا عرض یہ کرتے ہوئے قدموں پہ وہیں
ہو کرم مجھ پہ سزا کا میں سزاوار نہیں (۱۴)

تب لگے کہنے وہ یوں مجھ سے کہ اے شاہِ زمیں برہمہ ہتیا نہ لگے گی تمھیں میں بپر نہیں
ویش ہوں تپ میں کیا کرتا تھا نزدیک یہیں پیاس کے مارے ہیں ماں باپ مرے سخت حزیں
پانی میں اُن کے لئے لینے کو آیا تھا یہاں
انتظار اُن کو مرا ہوگا بہت اب تو گراں (۱۵)

[1] शब्द-बेधी
[2] शरन

اس لئے جاؤ وہاں تم نہ کرو کچھ پس وپیش ورنہ دیدینگے مرے باپ تمھیں شاپ نریش
خاک ہو جائیگا سب راج تمھارا اودھیش دیکے پانی اُنھیں بتلانا یہ تب کردہ خویش

کھینچ لو تیر کو دل سے کہ نکل جائے یہ روح
بچ نہ پاؤں گا میں اب مجھ کو نہ رکھو مجروح (۱۶)

کھینچ کر تیر کیا جسم سے جب میں نے جدا طائرِ روح نے اُس تن کا قفس چھوڑ دیا
لیکے ہاتھوں میں سبو تب وہ میں آیا اُس جا جس جگہ پیاس سے تھا اُنکا بہت حال بُرا

ضعف سے تن میں نہ طاقت تھی نہ بینائی تھی
پیاس کے مارے کچھ اب جان پہ بن آئی تھی (۱۷)

بیکسی اور پریشانی تھی چہروں سے عیاں تھا نہ جز رنج والم کوئی رفیقِ تن وجاں
مُنھ سے دونوں یہی بیٹھے ہوئے کہتے تھے وہاں اب تک آئے نہیں تم پتر گئے ہائے کہاں

رات کا وقت ہے حامی نہیں غمخوار نہیں
چارہ گر کوئی بھی اپنا دلِ ناچار نہیں (۱۸)

دیکھ سکتے نہ تھے تم لال کبھی ہم کو اُداس آج کیوں آکے بجھاتے نہیں ماں باپ کی پیاس
زندگی کی ہو تمھیں ایک بڑھاپے میں اساس دیر کرنے میں تمھارے ہمیں ہوتا ہے ہراس

کیا سبب اتنی توقف کا ہے اے لختِ جگر
آکے ماں باپ کی لیتے نہیں کیوں جلد خبر (۱۹)

پاکر آہٹ میرے پیروں کی کہا باپ نے تب کس لئے دیر ہوئی تم کو تھا کیا اسکا سبب
تشنگی اتنی بڑھی خشک ہیں ہم دونوں کے لب کیا پس وپیش ہے پانی نہیں دیتے ہمیں اب

بات سُن کر یہ جو تھی اُنکی بہت درد بھری
تھام کر میں نے جگر آہ تب اک سرد بھری (۲۰)

گر کے قدموں پہ لگا کہنے یہ میں اُن کے حضور ہوں میں دشرتھ۔ نہ تمھارا پسرِ نیک شعور
خوف کھاتا ہوں بیاں کرتے ہوئے اپنا قصور گو خطا میری نہ تھی عقل کا تھا اس میں فتور

جانور جان کے سر میں نے جو اک تیر کیا
کیا کہوں لختِ جگر آپ کا نخچیر کیا (۲۱)

بعدہٗ جیوں ہی سُنی میں نے بشر کی آواز کہہ کے صد حیف گیا پاس ہیں اے بندہ نواز
کر گئے ہوش مرے دیکھ کر اُن کو پرواز میں نے تب عرض یہ کی اُن سے بصد عجز و نیاز

بے خبر تھا میں نتیجہ سے خبر دار نہیں
ہوگئی مجھ سے خطا ہوں میں گنہگار نہیں (۲۲)

کیجئے رحم مرے حال پہ اے صاحب دیں قہر کی آگ میں جل جاؤنگا ہیں ورنہ یہیں
بولے ہیں پیاس سے ماں باپ مرے سخت حزیں پانی دینا اُنھیں پینے کے لئے جا کے قریں

تب غلط فہمی کا سب حال بتانا اُن کو
بخش دیں گے تمھیں تم صبر دلانا اُن کو (۲۳)

کھینچ لو تیر کہ اب درد کا مشکل ہے سہن برہمہ ہتّیا نہ لگے گی کہ میں ہوں ویش[1] برن
دل کو تسکیں ہوئی کچھ میں نے سنے جب یہ بچن تیر کو کھینچتے ہی چھوڑ دیا روح نے تن

سر پہ لایا ہوں میں رکھ کر یہ سُبو پانی کا
ہے یہی قصّۂ کوتاہ پشیمانی کا (۲۴)

سرگذشت اپنی سنائی یہ جو میں نے پُر درد دونوں چلّا کے لگے رونے وہیں عورت و مرد
پیٹتے سر کبھی چھاتی تھے وہ بھر کر دم سرد اور کبھی سکتہ میں آجاتے تھے وہ دشت نورد

دیر تک گریۂ و زاری کا یہی حال رہا
میں اُنھیں دیکھ کے شرمندۂ اعمال رہا (۲۵)

عرض پھر میں نے یہ کی اُن سے کہ اے بابِ کرم باپ ماں کی طرح مانیں گے تمھیں آج سے ہم
ہونے دیں گے کوئی تکلیف کبھی رنج نہ غم داسیاں داس بھی خدمت کے لئے ہونگے بہم

ہو اجازت تو میں خود کاندھے پہ کانوَر[2] لادوں
حکم ہو ورنہ اسی جا پہ محل بنوادوں (۲۶)

تب یہ ماتا نے کہا کہہ کے ستمگار مجھے پُتر کہنا تجھے ہو جائے گا آزار مجھے
راج دھن دھام ترا کچھ نہیں درکار مجھے اب مری روح یہ ہے تن میں گراں بار مجھے

ہم کو لے چل ۔ یہ کہا دونوں نے تب مجھ سے وہاں
جس جگہ پر ہے وہ آرام جگہ راحتِ جاں (۲۷)

[1] वैश्य

[2] कांवर

لے گیا تب انھیں میں حکم یہ پاکر اُن کا جس جگہ تھا لبِ جُو اُن کا مرا پُتر پڑا
لاش کو پا کے لگے رونے وہ چلّا چلّا پُتر پانی ہمیں جلدی سے پلا - پیاس بجھا
بولتا کیوں نہیں اُٹھتا نہیں کیوں - ہائے ستم
ٹھہر جا ٹھہر تو چلتے ہیں ترے ساتھ ہی ہم (۲۸)

حکم سے اُن کے چِتا بھی وہیں کر دی تیار بیٹھے تب اُس میں مع لاش کے دونوں دیندار
آگ دینے پہ مرے جلتے ہوئے آخرکار بولے باپ اُن کے یہ مجھ سے سخنِ سینہ فگار
جا تُو اِس کرم کا بھگوان سے پھل پائے گا
آتشِ فرقتِ فرزند میں جل جائے گا (۲۹)

آج تک چین سے اپنی بسر اوقات ہوئی آخرش آ ہی گیا وقت وہ سچ بات ہوئی
رات وہ اُنکی مرے واسطے یہ رات ہوئی فرقتِ نورِ نظر موجبِ آفات ہوئی
رام کا نام زباں پر مری اب جاری ہے
آخری وقت ہے - پرلوک کی تیاری ہے (۳۰)

ختم کر بھی نہ ابھی پائے تھے اپنا یہ بیاں آ کے جب موت نے اکبارگی کھینچی رگِ جاں
بسترِ غم پہ تڑپنے لگے وہ کہہ کے - کہاں رام ہا رام گئے چھوڑ کے تم مجھ کو یہاں
سچ ہے کچھ دوش تمھارا ہے نہ رانی کا گلا
اپنا جو کرم تھا پھل اُس کا مجھے آج ملا (۳۱)

رام ہا رام - رما رام لکھن رام سیا رام ہا رام کہا ہی تھا کہ تن چھوڑ دیا
جا کے آرام سے سُردھام میں بسرام کیا پریم سے بھکتی ملی اُن کو - پرم پد نہ لیا
رانیاں رونے لگیں پیٹ کے چھاتی اپنی
زندگی ہجر میں اُن کو نہ تھی بھاتی اپنی (۳۲)

بن گیا رنگ محل نوحہ و ماتم کا مقام جس طرف دیکھئے روتے تھے کنیز اور غلام
دیتا کیکیئی کو تھا ہر کس و ناکس دشنام بات کی بات میں کُل شہر میں پھیلا کہرام
صبح دم آئے مشیروں کو لئے ساتھ بسشٹ[1]
دور دُکھ سب کا کیا دیکے انھیں گیان کی درِشٹ[2] (۳۳)

(۱) वसिष्ट
(۲) दृष्टि

راستہ صبر کا مُن بر نے اُنھیں دکھلایا لاش کو تیل بھری ناؤ میں تب رکھوایا
راج دوتوں کو بھی فی الفور وہیں بلوایا کہہ کے جانے کو بِدھاجت کے نگر۔ فرمایا

میری جانب سے بھرت لال سے کہنا کہ چلو
اب وطن۔ اپنی پرجا۔ باپ کو ماں کو دیکھو (۳۴)

حکم پا کر یہ ہوئے دُوت رواں مثلِ خدنگ باد صرصر بھی ہوئی دیکھ کے رفتار کو دنگ
تھا بھرت جی کا اُدھر اور بھی بگڑا ہوا رنگ بدشگوں اور زبوں خواب کیا کرتے تھے تنگ

دم بدم یاد اجودھیا کا وطن آتا تھا
لمحہ اک سال کی مانند اُنھیں جاتا تھا (۳۵)

جا کے دُوتوں نے بِدھاجت سے کہا کر کے پرنام آپ کے پاس یہ بھیجا ہے گُورُوجی نے پیام
بھیجدیں راجکماروں کو نہ ہو اس میں کلام اُن کے دیدار کا مشتاق ہے ہر خاص و عام

کر کے تب شتروگھن اور بھرت جی سے خطاب
حکم جو کچھ تھا گُورُوجی کا سنایا وہ شتاب (۳۶)

اس طرح پر جو سُنا حکم کا مُرشد کے سُخن چلدیئے لے کے اجازت بھرت اور شتروگھن
ہر قدم پر اُنھیں رکھتے تھے جو وہ سوئے وطن فالِ ناقص سے عیاں ہوتے تھے آثارِ فتن

دل میں بڑھتی تھی تپش اُٹھ نہ قدم پاتے تھے
ہر طرف اُن کو نظر ماتم و غم آتے تھے (۳۷)

پہونچے آخر جو اجودھیا میں بصد دشواری غمزدہ دیکھ پڑی اُن کو رعایا ساری
ہر طرف نالہ و فریاد تھی آہ و زاری قصرِ شاہی پہ بھی ماتم کا سماں تھا طاری

دل میں کچھ فکر بڑھی ماں کو جو تنہا پایا
شک بڑھا اور بھی جب پیکِ نظر دوڑایا (۳۸)

گود میں لیکے اُنھیں تب یہ کیا ماں نے سوال کیا ہوا ہے تمھیں کس کا ہے مرے لال خیال
کیسے ماں باپ ہیں میرے کہو ننہال کا حال کس لئے چہرہ پہ ہوتے ہیں عیاں فکر و ملال

تھی جو تشویش بھرت نے نہ دیا کوئی جواب
کاٹ کر بات وہ اسطرح کیا ماں سے خطاب (۳۹)

خیر تو گھر میں ہے. بتلاؤ پتا جی ہیں کہاں — کیا ہوا ہے تمھیں تم آج جو تنہا ہو یہاں
ہے کسی جا بھی نہیں شہر میں رونق کا نشاں — شکل سے سب کی ہیں کیوں سوگ کے آثار عیاں
بھر کے تب آنکھوں میں اشک اپنی پر از مکر دریا
اس طرح بات کا رانی نے جواب اُن کو دیا (۴۰)

پُتر کیا ظلم کروں چرخِ ستمگر کا بیاں — کر دیئے خاک میں ارمان مرے جس نے نہاں
ناگہاں چھوڑ کے ہم سب کو شہنشاہِ جہاں — ہو گئے دارِ الم سے سوئے سُرلوک رواں
اَشومیدھوں[1] سے جو راجاؤں نے پھل پایا ہے
انکے وہ عہد وفا کرنے سے ہاتھ آیا ہے (۴۱)

گر پڑے فرش پہ سنتے ہی بھرت لال یہ حال — ہا پتا. رو کے کہا کچھ نہ کیا میرا خیال
میری جانب سے ہوا آپ کو کیا ایسا ملال — بیکسی میں جو مجھے چھوڑ گئے دین دیال
کر گئے کیوں نہ مجھے رام کے زیرِ سایا
ہے قلق دیکھ نہ میں نے دمِ آخر پایا (۴۲)

گود میں لیکے اُنھیں پونچھ کے تب اشکِ رواں — بولی کیکیئی مناسب نہیں یہ آہ و فغاں
سلطنت اتنی بڑی ہاتھ میں آتی ہو جہاں — چاہیئے تم کو خوشی موقعِ ماتم ہے کہاں
لو اُٹھو جلد یہ بیکار غم و زاری ہے
راج تم پاؤ گے. کی میں نے وہ تیاری ہے (۴۳)

داستاں تب اُنھیں رانی نے وہ سب بتلائی — جس طرح چال یہ کُبری نے اُسے سکھلائی
یاد بردان کی جس طرح تھی اُس کو آئی — سلطنت جیسے تھی راجہ سے اُنھیں دلوائی
جس طرح بن کو لکھمن جانکی اور رام گئے
جس طرح شاہِ اودھ ہجر میں سُردھام گئے (۴۴)

گر پڑے فرش پہ پھر حال یہ سارا سُنکر — صدمۂ برق سے گرتا ہے کوئی جیسے شجر
جب سنا بھائی کا بن باس ہوا حال بتر — رہ گئی یاد نہ کچھ باپ کے مرنے کی خبر
بڑھ گیا رنج ہوا قصّہ جو معلوم اُنھیں
بولی کیکیئی یہ پھر دیکھ کے مغموم اُنھیں (۴۵)

(۱) अश्वमेधों

دے گئے راج تمھیں کو ہیں اودھ کا اودھیش کس لئے کرتے ہو لینے میں اسے تم پس وپیش
بے سبب کرتے ہو کیوں رنج اُٹھاتے ہو کلیش دُکھ کرو دور رعایا کا۔ ہے یہ دھرم وشیش

کرکے معلوم بھرت جی نے جو تھی فتنہ گری
(۴۶)
بات اس طور پہ کیکیئی سے کی قہر بھری

دین و دنیا کا ذرا بھی تجھے کیا خوف نہیں حیف صد حیف تری ذات پہ نفریں نفریں
کیوں زمیں شق نہ ہوئی پھٹ نہ پڑا چرخ بریں گر گئی کیوں نہ زباں کٹ کے ترے مُنہ سے وہیں

کس لئے سوجھ پڑی اپنی پرائی تجھ کو
(۴۷)
سلطنت رام سے بھائی کی نہ بھائی تجھ کو

بطن سے تیرے ہوا میں تو ملا اُس کا یہ پھل مارا شوہر کو دیا تُو نے مجھے راج اچل
زہر کھاوں گا میں یا آگ میں خود جاؤنگا جل تیرے کہنے پہ کرونگا نہ کبھی کوئی عمل

جنم لیتے ہی مجھے مار جو ڈالا ہوتا
(۴۸)
آج دنیا میں مرا مُنھ تو نہ کالا ہوتا

رام کا پاس اگر مجھ کو نہ کرتا مجبور راہ دوزخ کی دکھاتا میں ابھی تجھ کو ضرور
ہائے پتی گھاتنی[1] کیوں مجھ کو کیا رام سے دور دی سزا تُو نے مجھے کیا تھا مرا اسمیں قصور

رنج اور غم سے بھرے چلدیئے یہ کہکے وہاں
(۴۹)
مبتلائے غم و ماتم تھیں جہاں رام کی ماں

اپنے قدموں پہ جو ماتا نے بھرت کو پایا رو پڑیں زور سے اکبارگی دل بھر آیا
گود میں فرطِ محبت سے اُنھیں بٹھلایا حال پردان کا معلوم تھا جو بتلایا

جس طرح زیبِ بدن دلقِ گدائی کرکے
(۵۰)
بن گئے چھوڑکے سب عیش کے ساماں گھر کے

باپ کے حکم سے۔ بولیں۔ نہ کیا کچھ بھی عدول عہد جو کچھ تھا وہ کرکے بسر و چشم قبول
منتظر اپنا مجھے چھوڑکے غمگین و ملول بن کو راہی ہوئے کچھ بھی نہ سُنی میری فضول

لال تم گھر سے اگر دور نہ اُس دم ہوتے
(۵۱)
آج اجودھیا میں نہ یہ غم نہ یہ ماتم ہوتے

[1] पति-घातिनी

ہے بھرت کھیل یہ قسمت کا ہماری سارا دوش رانی کا ہے اس میں نہ تمہارا چارا
ہر گھڑی ہے مری آنکھوں میں وہی نظارا بھولتا ہی نہیں مکھ چندر وہ پیارا پیارا
جس طرح آئے تھے لینے کو اجازت مرے پاس
(۵۲) جس طرح دی تھی مرے اس دلِ مایوس کو آس

کر دیا راجہ نے جب عالمِ فانی سے سفر کم یہ ہونے بھی نہ پایا تھا مرا دردِ جگر
سوجھ پڑتا نہیں کچھ اب کہ کہاں جاؤں کدھر پھٹ پڑی ہائے مُصیبت پہ مُصیبت مجھ پر
رام سا جس کو پسر مالکِ کونین ملے
(۵۳) حیف اُس ماں کو نہ دنیا میں اگر چین ملے

یوں لگی دل پہ بھرت لال کے جس طرح سے تیر درد اور غم سے بھری تھی یہ جو ماں کی تقریر
زور سے رو کے یہ بولے سخنِ قلب پذیر گر کے پھر قدموں پہ ماں کے پئے اظہارِ ضمیر
وہ ستم جن کے سبب سے میں یہ دُکھ پاتا ہوں
(۵۴) ہوں مرے ساز سے تو میں یہ قسم کھاتا ہوں

قتلِ ماں باپ سے ہوتا ہو جو ہو مجھ پہ عتاب ہو مجھے برہمن اور گائے کی ہتیا کا عذاب
پاپ سب مجھ کو لگیں ہو مرا انجام خراب زہر دینے کی ملے مجھ کو سزا روزِ حساب
مارنے کا ہو گورو[1] کے جو وہ ہو پاپ مجھے
(۵۵) چھل کپٹ کرنے سے جو ہو وہ ہو سنتاپ مجھے

مال و دولت کو جو اوروں کے تکا کرتے ہیں کام اور کرودھ میں ہر دم جو جلا کرتے ہیں
اور بھکتوں کی جو توہین کیا کرتے ہیں وہ جو اخلاص کے پردے میں دغا کرتے ہیں
رام کی یاد نہیں بھول کے آتی جن کو
(۵۶) پوجا بھوتوں ہی کی دن رات ہے بھاتی جن کو

یا چلا جاؤں رساتل[2] کو میں پھٹ جائے مہی[3] جو گتی ملتی ہے ان سب کو ہو میری بھی وہی
دیکھ کر اُن کو یہ کوشلیا نے تب بات کہی اتنا کہہ کر ہوئے چُپ آنسوؤں کی دھار بہی
لال تم بھول کے بھی دل میں نہ لانا یہ خیال
(۵۷) باعثِ کرب ہے مجھ کو تمہیں آنا یہ خیال

(1) गुरु
(2) रसातल (3) मही

دل سے تم اُن کو ہو وہ دل سے ہیں تم کو پیارے اور تم دونوں ہو آنکھوں کے ہماری تارے
چاند سے زہر گرے برف سے آتش پارے گیان ہوتے ہوئے بھی موہ نہ جائے مارے
ماہ سے مہر کی ممکن ہے ضیا چھپ جائے
(۵۸) یہ نہ ہو گا کہ بدی دل میں تمھارے آئے

نیت اور دھرم کے تم جاننے والے ہو بھرت تم سے خود کیا میں کہوں تم میں جو پاتی ہو صفت
وہ جو اس فتنہ میں کچھ تم پہ دھریں گے تہمت سُکھ نہ دنیا میں وہ پائیں گے نہ مر کر جنت
اُنکے آنے کی اُسی وقت خبر پا کے بسشٹ
(۵۹) راج مندر میں بھرت جی سے ملے آکے بسشٹ

دیکھ کر فکر میں غرق اُن کو پئے صبر و شکیب بولے دکھلا کے زمانہ کے فراز اور نشیب
پڑتے ہو موہ میں کیوں دیکھ کے دنیا کا فریب تم سے داناؤں کو ماتم نہیں دیتا ہے یہ زیب
کچھ شکایت ہے کسی کی نہ کسی کا ہے قصور
(۶۰) بات ہونے کو جو ہوتی ہے وہ ہوتی ہے ضرور

نیک نامی و بدی سُود و زیاں موت و حیات اپنا بس ان میں نہیں کچھ ہیں یہ تقدیر کے ہات
راجہ دشرتھ کے لئے فکر کی ہے کون سی بات تخت آدھا جنھیں سُرپت کا ملا بعدِ وفات
خوش نصیب اُن سا نہ کوئی نہ خوش انجام ہوا
(۶۱) مالکِ ہر دو جہاں جن کا پسر رام ہوا

اُس برہمن کے لئے کرنا ہے افسوس روا وید پڑھنے کی نہ کی ہو کبھی جس نے پروا
موہ کی گیان سے اپنے نہ ہو کی جس نے دوا دل میں تا عمر رہی جس کے ہوس حرص ہوا
چھتری ہے وہی افسوس کے قابل جگ میں
(۶۲) جوشِ پیکار بھرا جس کے نہ ہو رگ رگ میں

حیف اُس ویش پہ ممسک ہو جو دولت پا کر شیو مہاراج کی بھکتی کا نہ ہو جس میں اثر
حیف اُس شودر پہ جس کو نہ برہمن کا ہو ڈر تمکنت اپنے ہی علم اور ہنر پر ہو اگر
حیف اُن پر ہے جو اوروں کی بُرائی میں مریں
(۶۳) حیف اُن پر ہے جو ماں باپ کا کہنا نہ کریں

حیف راجہ پہ ہے جو نیت سے آگاہ نہ ہو   جان سے بڑھ کے رعایا کی جسے چاہ نہ ہو
اپنے شوہر کی وہ عورت جو ہوا خواہ نہ ہو   جسکے چھل[1] چھند[2] کپٹ دمبھ[3] کی کچھ تھاہ نہ ہو
حیف اُس پر جو نہ شوہر کا کہا کرتی ہو
(۶۴) شان میں اپنی ہی ہر وقت رہا کرتی ہو

برہمہ چاری نہ ہوا جو کہ نیم[4] کا پابند   حیف اُس پر ہے گورو کی نہ خوشی آئی جسے پند
خانہ دار آیا نہ جس کو کبھی دھرم اپنا پسند   ہو کے ویکھانس[5] اگر نفس کا چاہا آنند
خواہشیں چھوڑ نہ دیں ہو کے اگر سنیاسی
(۶۵) حیف ان پر ہے یہ سب ہونگے نرک[6] کے باسی

جنکو خود بینی و غیبت میں ہو راحت حاصل   حیف اُن پر ہے جو ہوں کام میں اوروں کے مُخل
ہے وہ افسوس کے دراصل زیادہ قابل   رام کی بھکتی میں جس نے نہ لگایا کبھی دل
شاہِ دشرتھ نہیں افسوس کے قابل ہیں کبھی
(۶۶) نیت سے راج کیا بھوگ لئے بھوگ سبھی

آتما پاک ہے فانی نہیں جس کی کبھی ذات   جسم ناپاک ہے دنیا میں نہیں جسکو ثبات
ایک میں ایک کے برعکس ہیں موجود صفات   اس لئے دونوں رہیں ساتھ یہ ممکن نہیں بات
آتما تو ہے امر کب اُسے موت آتی ہے
(۶۷) جسمِ فانی سے فقط روح نکل جاتی ہے

جس طرح جامۂ نو چھوڑ کے پارینہ لباس   زیبِ تن کرنے میں ہوتا ہے نہ کچھ غم نہ ہراس
یوں ہی دنیا میں جو انساں ہو حق و کذب شناس   مرنے جینے پہ کرے غم نہ خوشی کا احساس
گیانی۔ دنیا سے جسے موہ نہیں ہوتا ہے
(۶۸) موت پر اپنے عزیزوں کی نہیں روتا ہے

موت لازم ہے ہر اک شخص کی ہوگی وہ ضرور   رنج بیکار ہے اس واسطے دانا کے حضور
ساری دنیا میں کسی کا نہیں ایسا مقدور   لمحہ بھر کے لئے کردے جو کوئی موت کو دور
گیان ہے تم کو تو معلوم ہے سب بات بھرت
(۶۹) دل میں کیوں لاتے ہو تم ایسے خیالات بھرت

[1] छल [2] छन्द [3] दम्भ
[4] नियम
[5] वैरवानस
[6] नरक

جن کو ہے گیان سمجھتے ہیں وہ سنسار اسار[1] | زندگی پر نہیں کرتے ہیں بھروسہ زنہار
بھوگتے کرموں کا پھل اپنے ہیں وہ لیل و نہار | ہوتے شادی سے ہیں خوش اور نہ تکلیف سے زار

زندگی برگ پہ ہے قطرۂ شبنم کی طرح
وقت ناوقت سمجھتی نہیں یہ دم کی طرح (۷۰)

ہو چکا رنج اُٹھو دھرم جو کہتا ہے کرو | تیل کی ناؤ سے جسمِ شہِ مرحوم کو لو
تم مع منتریوں کے لاش کو خود لے کے چلو | وہ مرتک کرم کرو سب ہیں لکھے شاستر میں جو

حکم پایا جو گُرُو کا یہ تو مجبور ہوئے
کی اگریا جسم کی جو رنج تھے سب دور ہوئے (۷۱)

گیارھویں روز بھرت جی نے دیا بپروں کو دان | گاؤں دھن دھام دئے کر کے مراک طور سے مان[2]
شورگ ملنے کے لئے جتنا بھی ہے وید بدھان | سَو گُنا اُس کا کیا کیسے کرے کوئی بکھان

رام کے ہجر میں سب عیش تھا آزار انھیں
کل کسی وقت نہ دیتا تھا دلِ زار اُنھیں (۷۲)

اس قدر فکر بڑھی کر نہ سکے راج کا کام | ہر گھڑی کہتے تھے کیکیئی کو دے کر دُشنام
ہائے پاپن یہ ہوئی ہے سببِ فرقتِ رام | دیکھ کر اس کو جل اُٹھتا ہے مرا جسم تمام

اب کسی طرح اجودھیا میں نہ رہ پاؤں گا
بن میں ہیں رام جہاں میں بھی وہیں جاؤنگا (۷۳)

غزل

بات سچ ٹھہری بالآخر یہ دلِ ناکام کی | ہے ریاضت کی جگہ دنیا نہیں آرام کی
ایک ہی حالت میں رہ سکتا نہیں کوئی یہاں | کہہ رہی ہے ہر گھڑی گردش یہ صبح و شام کی
جسم فانی ہے مگر ہے لازوالی آتما | وہ سدا محکوم طاقت اس میں ہے احکام کی
ہو لباسِ نو کی حاجت جس طرح سے جسم کو | یوں ہی ہوتی ہے ضرورت روح کو اجرام کی
آتما چیتن[3] اُس پرماتما کا انش ہے | اس لئے ہوتی ہے پوری آرزو ہر کام کی
بھوگتی ہے روح ہر دم اپنے ہی کرموں کا پھل | کب ملے دُکھ سُکھ اگر خواہش نہ ہو انجام کی

(1) असार
(2) मान

قابلِ افسوس نارآین ہے اُس کی زندگی
جسمِ انسانی میں جس نے کی نہ بھکتی رام کی

کبت - گیان کو ندھان جو ہے سروشکتی مان 'برہمہ'
پار جا کو شیش او مہیش ہُو نہ پاوہیں
سروشکتی ہین مان-موہ میں پروین دین
کرم کے ادھین 'جیو' تاہی وید گاوہیں
جیو جنتو برہمہ سے ورکت شکتی برہمہ کی جو
جیو آدی جا کے ہیتو برہمہ کو بھلاوہیں
آدی ہے نہ انت جا کو روپ ہیں انت جا کے
تاہی وید 'مایا' واہی برہمہ کی بتاوہیں

دوہا- جڑ چیتن دھن کامنی - مایا روپ وشیش
جیو کہا موہہیں جگت - برہما وشنو مہیش
گیانی یوگی سادھو جن کیہی نہیں کیو ادھیر
نارآین سوئی بچیو - راکھیو جیہی رگھو بیر

कवित्त—ज्ञान को निधान जो है सर्व-शक्तिमान 'ब्रह्म',
पार जाको शेष औ महेश हू न पावहीं।
सर्व-शक्तिहीन मान-मोह में प्रवीन दीन,
कर्म के अधीन 'जीव' ताहि वेद गावहीं॥
जीव जन्तु ब्रह्म से विरक्त शक्ति ब्रह्म की जो,
जीव आदि जाके हेतु ब्रह्म को भुलावहीं।
आदि है न अन्त जाको रूप हैं अनन्त जाके,
ताहि वेद 'माया' वाही ब्रह्म की बतावहीं॥

दो०—जड़ चेतन धन कामिनी, माया रूप विशेष।
जीव कहा मोहहिं जगत, ब्रह्मा विष्णु महेश॥
ज्ञानी योगी साधु जन, केहि नहिं कियो अधीर।
'नारायण' सोई बच्यो, राख्यो जेहि रघुवीर॥

سرگ آٹھواں

بھرت جی کا چترکوٹ جانا

اب بیاں کرتے ہیں برہما رشی نارد سے وہ حال   مٹ گیا سُنکے جسے شیو سے اُماجی کا ملال
ہوگئیں دل میں بہت اپنے مگن اور نہال   پریم کا حال سُنا جب تو ہوا پریم کمال
ہو چکیں ختم مرتک کرم کی جب رسم رسوم
مُنی بسشٹ اور جو مُنی بیٹھے وہاں گنجِ فہوم   (۱)

قصرِ کوشلیا میں آئے اُنھیں لے کر ہمراہ   جیسے گردوں پہ لئے ماہ ستاروں کی سپاہ
بیٹھ کر مسندِ زریں پہ بصد شوکت و جاہ   نیت اور دھرم کا بتلاتے ہوئے سب کو نباہ
بولے۔ دشرتھ نے دیا ہے جو بھرت راج تمھیں
تاج دینے کے لئے آئے ہیں ہم آج تمھیں   (۲)

مالکِ تخت ہو تم تھا یہی پہلا بردان   دوسرا بر تھا کہ بن باس کریں رام سُجان
جیتے جی وہ نہ پھرے کہہ کے یہ دونوں پیمان   جان تک دیدی نہ جانے دی مگر دھرم کی شان
اس لئے تم بھی نہ انکار بھرت لال کرو
عہد پورا ہو وہ تم راج جو فی الحال کرو   (۳)

ورطۂ غم میں رعایا جو پڑی ہے ساری   فکر دشرتھ کو بھی اس بات کی ہوگی بھاری
راج میں جس کے رعایا پہ الم ہو طاری   جھیلنی پڑتی ہے دوزخ کی اُسے دشواری
سلطنت ہاتھ میں تم لیلو جو فی الحال بھرت
تو رعایا بھی نہ ہو رنج سے پامال بھرت   (۴)

رام کی ماں نے بھرت جی سے کہا بعد ازاں   حکم مُنی بر کا مناسب ہے یہ اے راحتِ جاں
تم ہی ہم سب کے لئے ایک سہارا ہو یہاں   راج لے لو تو رعایا کو ملے امن و اماں
ہوگا سُر پُر میں پتا کو بھی تمھارے سنتوش[1]
رام کیا کوئی بھی سُنکر یہ نہ دیگا تمھیں دوش   (۵)

[1] सन्तोष

بات ماتا کی یہ اور حکم گورو کا سُنکر — بولے یہ اُن سے بھرت لال جھکائے ہوئے سر
آپ کے حکم سے انکار مجھے ہو کیوں کر — آپ لوگوں کی تو ہے میری بھلائی پہ نظر
خادمِ رام ہوں میں راج سے کچھ کام نہیں
(۶) دُکھ اُٹھانے کو بنا ہوں کوئی آرام نہیں

عیش ہوتا کہیں لکھا مری قسمت میں اگر — فخر ہوتا نہ کہ کیکیئی کا کہلاؤں پسر
کس کا آفاق میں ہے مجھ سا بھلا دامن تر — رام جی جسکے سبب سے گئے بن چھوڑ کے گھر
جُز مرے اور وہ میں گود میں ہوں جسکی پلا
(۷) کون ایسا ہے جسے رام نہ بھاتے ہوں بھلا

عقل میں کون ہے کیکیئی کی دنیا میں نظیر — جس نے سب کاموں کی بردان نکالی تدبیر
بن دیا رام کو اور مجھ کو دیا تاج و سریر — خود ہوئیں بیوہ رعایا کو کیا غم کا اسیر
حوصلہ کون سا نکلا نہیں میرے جی کا
(۸) آپ اب دیتے ہیں جس کے لئے مجھ کو ٹیکا

سربسر کھیل ہے قسمت کا مری ورنہ کہیں — آپ کے مُنہ سے نکلتا کہ میں ہوں تخت نشیں
ہو گی ہٹ آپ کی اس میں تو یہ ہے مجھ کو یقیں — راج فی الفور چلا جائے گا سب زیرِ زمیں
سنگدل ہوگا نہ مجھ سا کوئی دنیا بھر میں
(۹) رام تو بن میں رہیں راج کروں میں گھر میں

ہے یہ خواہش مری ہو جاؤں میں کل بن کو رواں — رام جی کو کسی صورت سے منا لاؤں یہاں
اور بھی لوگ جو چاہیں تو چلیں ساتھ وہاں — ساری ماتائیں ہوں لیکن نہ ہو وہ ننگِ جہاں
اور اگر کوئی بھی تیار نہ ہو جانے کو
(۱۰) تو بھی میں جاؤں گا تنہا اُنھیں لے آنے کو

جیسے پیدل وہ گئے جی میں ہے اُس طور چلوں — مُول اور پھل کے سوا کچھ بھی نہ کھاؤں نہ پیوں
صرف چھالوں کی ہو تن پر مرے پوشاکِ زبوں — موج پر رام کی اُلفت کا ہو دریائے جنوں
ہو نظر میں رُخِ پُر نور کا جلوہ نہ مٹے
(۱۱) رام کی یاد میں بس منزلِ دشوار کٹے

چپ ہوئے کر کے بھرت لال تو اتنی تقریر　　دل میں اپنے ہوئے خوش سُن کے جسے مرشد پیر
آفریں کہنے لگے سب اُمرا اور وزیر　　بڑھ گئی لوگوں کی نظروں میں بھرت کی توقیر
جا کے منتری نے اُدھر فوج کو تیار کیا
مُدّعا کا جو بھرت جی کے تھا اظہار کیا　(۱۲)

یک بیک ہو گئی کُل شہر میں مشہور یہ بات　　کر کے ساماں ہوئے تیار سبھی نیک صفات
قیدِ آزار سے ملنے کو جو تھی راہِ نجات　　کچھ نہ معلوم ہوئی صبح کی اُمید میں رات
نیند بھی مارے خوشی کے نہ کسی کو آئی
کون ایسا تھا نہ تھا رام کا جو شیدائی　(۱۳)

صبح دم ہو گئے موجود سب آ کر در پر　　مجمع عام تھا اتنا کہ تھا دشوار گذر
دھیان تھا رام جہاں تھے نہ تھی کچھ اور خبر　　تھے بہت ایسے بھی جو بھول گئے رختِ سفر
شتروہن جی کو لئے ساتھ بھرت لال چلے
تن پہ بلکل تھا فقط جسم پہ تھے خاک ملے　(۱۴)

پیچھے پیچھے ہوئے اُن دونوں کے سب لوگ رواں　　کوئی ہاتھی پہ تھا اور کوئی تھا مرکب پہ دواں
دائیں بائیں تھے بسشٹ اور رکھیشر ہمرہ واں　　مل کے اک اک سے چلے جاتے تھے سب خورد و کلاں
ساری ماتائیں محافوں میں تھیں ہمراہ اُنکے
تا چبوشی کا بھی سامان تھا دلخواہ اُنکے　(۱۵)

روزِ اوّل ہوا تمسا کے کنارے پہ قیام　　دوسرے روز ہوا گومتی کے پاس مقام
جا کے شرنگ ویر جو پہونچے تو ہوئی تیسری شام　　فوج نے ڈالدیئے ساحلِ گنگا پہ خیام
سُن کے آنا یہ بھرت جی کا معِ فوج و عتاد
دل میں حیرت سے لگا سوچنے یوں شاہِ نشاد　(۱۶)

کیا سبب اُن کو جو سامانِ حشم بھائے ہیں　　سلطنت پا کے وہ کیوں اسقدر اترائے ہیں
ساتھ میں فوج وہ کیوں اتنی بڑی لائے ہیں　　دل میں فاسد تو خیالات نہیں آئے ہیں
ہو کہیں زعم نہ اس لشکرِ فانی کا اُنھیں
رام کی ہو نہ خیال ایذا رسانی کا اُنھیں　(۱۷)

دل میں کیا اُن کے سمائی جو یہ لائے لشکر ہو جو ہو چل کے ہیں دیکھوں تو ذرا حال اُدھر
دیوتا تک جو کہاتے ہیں اجر اور امر فوج یہ کیا ہے زمانہ میں ہیں جتنے بھی بشر
ہے یقیں مجھ کو اگر مل کے بھی سب آئینگے
ایک سومتر کو ہی جیت نہیں پائیں گے (۱۸)

جا کے دیکھوں تو ہے کیا دل میں بھرت نے ٹھانا بولا ملاحوں سے تب اپنا بدل کر بانا
جانے پائیں نہ اگر پار وہ چاہیں جانا چاہتا ہوں میں اِدھر تم کو بھی یہ بتلانا
ہوں گے سب کینہ و اُلفت کے عیاں راز مجھے
خود بخود دے گا پتا اُن کا ہر انداز مجھے (۱۹)

ایک کشتی نہ بہم ہو اُنھیں چاہیں وہ ہزار سب کے سب رہنا اشارے پہ ہمارے تیار
جیتے جی جانے نہ پائیں کبھی اس پار سے پار نوبتِ جنگ جو آجائے تو لینا تلوار
رام کے واسطے جاتی ہے اگر جان تو جائے
رام کی کچھ عظمت فوج وہ پہچان تو جائے (۲۰)

ساتھ اعزا کے چلا ڈر تھا کہیں ہو نہ فساد کہہ کے یہ نذر کو کچھ اُنکے لئے لے کے نشاد
دور سے مُن کو پرنام اُسنے کیا با دلِ شاد دل میں آتی تھی ہر اک لحظہ اُسے رام کی یاد
رام کا داس جو مُن راج نے پایا اُس کو
دی دعا اور بھرت جی سے ملایا اُس کو (۲۱)

رام کا نام زباں پر ہوئے بس کاشفِ راز تن پہ بلکل بسن اور سر پہ لٹائیں وہ دراز
وہم سے نیچی نگاہیں تھیں نہ ہوتی تھیں فراز گر پڑا سامنے تعظیم سے با عجز و نیاز
مل کے خود اُس سے بھرت جی نے کہا متر کہو
سب کشل چھیم تو ہے راحت و آرام سے ہو؟ (۲۲)

کیا تمھیں سے تھے یہاں آ کے ملے رگھورائی پریم کے ساتھ یہ پوچھا کہ بتاؤ بھائی
کس طرح اور کہاں پر وہ رہے سُکھدائی اُن کے آنے کی خبر تم نے تھی کیسے پائی
آفریں تم کو ہوا رام کا دیدار نصیب
حیف مجھ کو نہ ہوا جلوۂ دلدار نصیب (۲۳)

بولا تب اُن سے نشاد اُن کا اشارہ پا کر — لطف کی رام کے پڑ جائے کبھی جس پہ نظر
پوچھنا کیا ہے بھلا اُس کی کُشلتا[1] کی خبر — رام کا رام ہو تو کیوں نہ ہو راحت سے بسر

جس کے پَرتو کی مہ و مہر میں تابانی ہے
کون دُشوار بھلا اُس کی خبر پانی ہے (۲۴)

داس جانا مجھے اور پہلے مجھے اپنایا — سچ ہے قسمت تھی مری جس نے وہ دن دکھلایا
دیکھئے شب کو تھا آرام وہاں فرمایا — رُک گیا کہہ کے یہ اشک آ گئے۔ دل بھر آیا

دونوں بھائی بھی لگے رونے جو دیکھا اُسکو
لیکے ہمراہ گئے اپنے تب اُس جا اُس کو (۲۵)

تھی جہاں جانکی اور رام نے کی رات بسر — دیکھ کر سخت زمیں دیدہ ہوئے اور بھی تر
بستر ا دیکھ کے کچھ اور بڑھا زخم جگر — پائے کچھ ریزے بھی زیور کے گئے تھے جو بکھر

رونے چلاّ کے لگے زور سے بھر کر دم سرد
اس قدر چوٹ لگی دل پہ ہوا رنگ بھی زرد (۲٦)

بولے گو ہراج سے یوں کرتے ہوئے شوک و لاپ — حیف صد حیف ملا رام کو مجھ سے سنتاپ
میں نہ ہوتا جو تو آتے نہ وہ بن آپ سے آپ — مر کے بھی چاہوں تو ہوگا نہ کبھی دور یہ پاپ

جانکی جس پہ ہے سب دار و مدارِ ہستی
پائے دُکھ مجھ سے وہ تھا یہ مرا بارِ ہستی (۲۷)

پاپ کا پُتلا وہ ہوں میں ہے بھرا جس میں غرور — بطن کیکیئی سے ہوتا نہ مرا اور نہ ظہور
آفریں بخت کو لچھمن کے جو ہیں اُن کے حضور — لمحہ بھر کو جو کبھی رام سے ہوتے نہیں دور

رام و سیتا کی ہے خدمات سے دل شاد اُنکا
سارا جیون غمِ فرقت سے ہے آزاد اُن کا (۲۸)

تم کو معلوم اگر ہو تو بتا دو وہ مقام — ہے جہاں اب لکھن و رگھوبر و سیتا کا قیام
دیکھ لوں چل کے کسی طور سے میں جلوۂ رام — کوششیں جن سے پھر آئیں وہ کرونگا میں تمام

سوچ کر دید کا میں اُن کے سزاوار نہیں
ڈر ہے آنا مرا سُنکر وہ نہ ہٹ جائیں کہیں (۲۹)

[1] कुशलता

آفریں آپ کو یہ کہنے لگا شاہِ نشاد   دل میں رہتی ہے ہر اک لمحے جسے رام کی یاد
رام کی بھکتی کی درگاہ کے ہیں آپ عماد   دور ہیں آپ سے حرص و حسد و کبر و عناد

چترکوٹ ایک عیاں شاخ ہے بندھیاچل کی
(۳۰)
پاس ہی بہتی ہے منداکنی نِرمل جل کی

اُس کے نزدیک ہی بستے ہیں جہاں سنت مُدام   اک پہاڑی پہ لکھن ایک پہ ہیں جانکی رام
مُول پھل ملتے ہیں موجود ہیں آرام تمام   چل کے دکھلاؤنگا میں آپ کو وہ سُکھ کا مقام

آپ لشکر کو یہ دیں حکم کہ تیار رہو وہ
(۳۱)
ناویں منگوا دوں میں اس پار سے اُس پار ہو وہ

اس طرف کہہ کے یہ اور بھیج کے اُس سمت خبر   سب کو آگاہ کیا اُس سے تھا جس بات کا ڈر
پانچ سَو ناویں۔ دیا حکم۔ ملیں۔ وقتِ سحر   لایا خود کشتی وہ اک جس میں تھی زیبائش و فر

بادشاہوں کے لئے تھی جو نہ تھی بہرِ عوام
(۳۲)
بیٹھے اُس پر شری گُورُو دیو جی اور مادرِ رام

بیٹھا اک ناؤ پہ جز کوشِلا سارا رنواس   اور ناؤں میں رعایا تھی بھری اور تھے داس
دیکھ کر سب کا بھرت شترودمن جی نے سُپاس[1]   دے دیا حکم چلو۔ بیٹھ کے کوشلیا کے پاس

ہو گیا پار بس اک بار میں لشکر وہ عظیم
(۳۳)
مُن بھردواج کے استھان پہ تب صورتِ دم،

دونوں بھائی وہ کئے گردنِ تسلیم کو خم   چھوڑ کر پیچھے ذرا دور پہ سب فوج و حشم
لے کے گوہراج کو جوڑے ہوئے ہاتھوں کو بہم   جا کے قدموں پہ گرے اُن کے لئے چوم قدم

رام کے عشق کی مے دل کا رہے جام سدا
(۳۴)
اور آنکھوں میں رہے نورِ رُخِ رام سدا

دے کے آسن یہ کہا اُن سے بھردواج نے تب   کیوں جٹا سر پہ ہیں اور کیا ہے فقیری کا سبب
شکل کیوں کی ہے یہ کیوں ترک کئے عیش و طرب   سلطنت کیوں نہیں کرتے ہو تم آرام سے اب

بولے یوں اُن سے بھرت لال تب آنسو بھر کر
(۳۵)
کیا کہوں آپ تو خود رکھتے ہیں ہر دل کی خبر

[1] सुपास

آپ کر سکتے ہیں معلوم ہر اک شخص کا حال　　　دُنیوی عیش و خوشی کو میں سمجھتا ہوں وبال
ارتھ[1] اور دھرم نہ ہے کام نہ مکتی کا سوال　　　زندگی کا مجھے کچھ غم نہیں جو کچھ ہو مآل

ہو کسی طور مگر رام کا دیدار مجھے
اک فقط اس کے سوا کچھ نہیں درکار مجھے　　　(۳۶)

وہ دیا سندھ سدا دین پہ کرتے ہیں دیا　　　دیکھ کر دُکھ میں مجھے رحم نہ کھائیں گے وہ کیا
جب قدم لونگا میں اُنکے بہ دلِ صدق و صفا　　　بخش دیں گے وہ مجھے دل یہی کہتا ہے مرا

دل میں جو کچھ ہے مرے ہے وہ عیاں اُن پہ سبھی
کیکئی سے مری سازش وہ کہیں گے نہ کبھی　　　(۳۷)

دیں گے گُورُو دلوا اُنھیں راج تلک چل کے وہیں　　　سونپ دونگا اُنھیں اسبابِ غرور و تمکیں
اُن کی خدمت کو میں سمجھونگا متاعِ دل و دیں　　　پھر نہ میں چھوڑ کر اُن کو کبھی جاؤں گا کہیں

بولے مُن راج کہ سب سچ ہے جو تم کہتے ہو
رام کے پریم میں ہر وقت مگن رہتے ہو　　　(۳۸)

رام کی بھکتی بھرت دل میں تمھارے ہے اٹل　　　دوش دینگے تمھیں جو جائینگے پاپ اگنی میں جل
رام کا مجھ کو جو دیدار ہوا تپ کا تھا پھل　　　پھر ملے تم تو ہوا اُن کا وہ دیدار سپھل

راج کرتے بھی جو تم تو بھی کچھ الزام نہ تھا
کیونکہ دُکھ میں تھی رعایا اُسے آرام نہ تھا　　　(۳۹)

آرزو دل کی ہمارے ہے جو گذرے نہ گراں　　　آج کے دن مع لشکر کے ٹھہر جاؤ یہاں
شانِ شاہی کے بہم گو کہ ہیں سامان کہاں　　　ہے یہ کاشانہ گداؤں کا نہ شاہوں کا مکاں

تو بھی امکاں میں ہے جو کچھ وہ کرونگا میں بہم
چاہیئے تم کو نہ اک رات کی تکلیف کا غم　　　(۴۰)

سُن کر اس حکم کو جو اُن پہ ہوا تھا جاری　　　فکر سے رنج ہوا دل میں بھرت کے بھاری
ہاں نہیں دونوں کے کہنے میں ہوئی دُشواری　　　بولے وہ چھو کے قدم تب یہ بصد ناچاری

دیجیئے گا مجھے جو حکم بجا لاؤں گا
ہے مرا دھرم یہی اس میں ہی سُکھ پاؤں گا　　　(۴۱)

[1] अर्थ

بات مُن راج بڑوں کی نہیں ٹالی جاتی رائے ہے سب کی یہ۔ ہے تجربہ میرا ذاتی
راجہ دشرتھ کے جو کہنے پہ ذرا شرماتی کیکئی دُکھ نہ تو پاتی نہ مصیبت ڈھاتی
آپ جو کچھ بھی کہیں سب ہے وہ منظور مجھے
دیر تک رام سے رکھئے نہ مگر دور مجھے (۴۲)

خوش ہوئے سُن کے بھردواج بھرت لال کی بات دی دعا اور بڑھیں پریم کے دل میں جذبات
سدّھیاں رِدّھیاں موجود تھیں سب جنمیں صفات آ کے حاضر ہوئیں تو اُن سے کہا آج کی رات
سارے لشکر کی بھرت لال کے پہونائی ہو
دور تکلیفِ مسافت ہو اگر آئی ہو (۴۳)

رِدّھیوں نے یہ سمجھ کر ہے نصیبہ بیدار کوئی مہماں نہ ملے گا ہمیں ایسا زنہار
سیکڑوں قصر کئے چشم زدن میں تیار ہو گئی جن میں امرلوک سے بھی بڑھ کے بہار
کامنا[1] ہی سے مُنیشور نے یہ سب کام کیا
تھی جسے جس کی تمنّا وہی آرام دیا (۴۴)

داسیاں داس فراہم ہوئے خدمت کیلئے ساری چیزیں بھی بہم ہوگئیں راحت کیلئے
پائے عُبّاد نے سامان عبادت کے لئے اور تھے جتنے عوام اُن کی ضرورت کیلئے
ساری دنیا کا بہم عیش کا سامان ہوا
ہر بشر اُن کی کرامات سے حیران ہوا (۴۵)

صبح جب سب نے نہا دھو کے فراغت پائی پاس تب جا کے بھردواج کے دونوں بھائی
جوڑ کر ہاتھ لگے کہنے کہ اے مُن رائی عمر بھر یاد رہے گی ہمیں یہ پہونائی
آپ کے لطف و نوازش کی ثنا ہو کیونکر
شکر اس مہماں نوازی کا ادا ہو کیونکر (۴۶)

رات بھر آپ کے رہکر درِ دولت پہ مقیم میزبانی سے ہوئے شاد نفر تا بہ ندیم
آپ نے ہم پہ کیا ہے یہ جو احسانِ عظیم کچھ نئی بات نہیں آپ کا ہے طرزِ قدیم
ہو اجازت ہمیں اور اتنی دعا ہو جائے
نارسا بخت ذرا بختِ رسا ہو جائے (۴۷)

[1] कामना

آخر شش پا کے اجازت ہوئی وہ فوج رواں دھیان سب کا تھا وہاں رام جی رہتے تھے جہاں
راہ میں کرتے ہوئے رام کے الطاف بیاں جابجا اُن کو دکھاتے ہوئے پیروں کے نشاں
بڑھتا جاتا تھا لئے دونوں کو ہمراہ نشاد
اس قدر پریم بڑھا بھول گیا راہ نشاد (۴۸)

پھول برسا کے بتاتے تھے اُنھیں راہ امر سایہ ہو جاتا تھا جاتے تھے بھرت لال جدھر
دیکھ کر یہ عظمت اُن کی ہوا اِندر کو ڈر چل نہ دیں بھائی کے کہنے پہ کہیں رام جی گھر
بولا مُرشد سے ہو وہ بات کہ یہ بات نہ ہو
رام جی اور بھرت جی سے ملاقات نہ ہو (۴۹)

ہنس دیئے بات یہ سُرپت کی برہسپت سُنکر بولے ہے کچھ تمھیں بھکتی کی بھرت کی بھی خبر
ہیں ہزار آنکھیں مگر کچھ نہیں آتا ہے نظر کہیں اُلٹا نہ دکھائے یہ فریب اپنا اثر
تم تو کیا چیز ہو شیو جی کی بھی یہ تاب نہیں
اس تمنّا کا شجر پھول کے شاداب نہیں (۵۰)

رام کے بھکت ہیں جو اُنمیں ہیں سرتاج بھرت کس کی طاقت ہے بھلا پھیر جو دے اُنکی سُمت[1]
رہنے دو ہاتھ میں تم اُنکے اب اپنی قسمت ورنہ آجائیگی یکبارگی سُرپُر میں بپت[2]
رام جی کو بھی تو ہے فکر و خیالِ وعدہ
اس روش سے تو پھلے گا نہ نہالِ وعدہ (۵۱)

ساتھ گو ہراج کے دونوں بھرت اور شترو دمن جابجا راہ میں کرتے ہوئے درشن پرسن
پہونچے اُس جا پہ جہاں بہتا تھا دریائے جمن دیکھ کر رنگ وہ پانی کا ہوئے دل میں مگن
بیٹھ کر ناؤں پہ دریا کے سب اُس پار ہوئے
تھے نگہبانی پہ جو لوگ وہ ہُشیار ہوئے (۵۲)

رات کی سب نے وہ جمنا کے کنارہ پہ بسر کوچ آگے کا ہوا دوسرے دن وقتِ سحر
رتھ پہ ہاتھی پہ تھے گھوڑوں پہ تھے کچھ اہلِ سفر سب سے پیچھے بھرت اور شتروہنِ نیک سیر
پا برہنہ تھے عیاں شکل سے حیرانی تھی
مثل مجذوبوں کے تھے بے سروسامانی تھی (۵۳)

[1] सुमत
[2] विपत

جب کسی جا پہ نشاں پاؤں کے آتے تھے نظر
بہرِ تعظیم وہاں اپنا جھکا دیتے تھے سر
یوں ہی کرتے ہوئے کوہ اور بیاباں سے گذر
دونوں بھائی وہ نہ تھی جنکو سُکھ اور دُکھ کی خبر

شوق میں رام کے دیدار کے جاتے تھے چلے
آبلے پھوٹ کے رہ جاتے تھے تلووں کے تلے (۵۴)

گانوں ملتا تھا کوئی راہ میں جب اُن کو کہیں
ٹھہر جاتے تھے وہاں دیکھ کے لشکر کو حزیں
پوچھتے پھرتے تھے لوگوں سے جو رہتے تھے وہیں
رام و سیتا و لکھن کو کہیں دیکھا تو نہیں

حال جو اُن کو شری رام کا بتلاتے تھے
جان کی طرح عزیز اُن کو وہ ہو جاتے تھے (۵۵)

یوں ہی کرتے ہوئے طے راہ مصیبت سے بھری
پہونچے اُس شیل کے نزدیک جہاں پہ تھے ہری
دُکھ ہوا دور مٹی فکر کی سب دردِ سری
خود بخود آ گئی کچھ جاتے ہی سینے میں تری

تپشِ دل نہ رہی کسل مسافت نہ رہا
وہم وہ جس سے نظر آتی تھی آفت نہ رہا (۵۶)

سارے لشکر کو وہیں چھوڑ کے کچھ دور پہ تب
کیوٹ اور بھائی کے ہمراہ بھرت جی بہ ادب
راستہ چلتے ہوئے مُنیوں سے مل جاتے تھے جب
گر کے قدموں پہ یہی کرتے تھے بردان طلب

دل مرا پریم کے جل سے نہ کبھی خالی ہو
جس سے بھگتی کے شجر میں مرے ہریالی ہو (۵۷)

چلتے چلتے یوں ہی آخر نظر آیا وہ نواس
رام اور جانکی جی جس میں کیا کرتے تھے باس
دیکھا پھر رام کے بلکل کو گئے اور جو پاس
اشک آنکھوں میں بھر آئے ہوئے پھر من میں اُداس

رنج ہوتا تھا کبھی تو کبھی ہوتی تھی نشاط
شادی و غم کے تھی لہروں سے بھری دل کی بساط (۵۸)

غزل

خیال رام کا آنکھوں میں شکل رام کی ہے
زباں پہ رٹ بھی ہر اک لحظہ رام نام کی ہے
نہ آرزو ہے کوئی اور نہ ہے ہوس کوئی
جو فکر کچھ ہے تو منزل کے اختتام کی ہے

برہنہ پائی اِدھر تو اُدھر مصائبِ راہ
رمق بھی قالبِ لاغر میں صبح و شام کی ہے
سوال کرتے تھے جب عابدوں سے ملتے تھے
جگہ وہ کون سی ہے اُن کے جو قیام کی ہے
نظارۂ رخِ رگھوبر نصیب ہو مجھ کو
کہ ایک شکل یہی راحتِ دوام کی ہے
کرونگا پانوں پہ جب میں تو کیوں نہ خوش ہونگے
نہ کب مٹائی ہوس مجھ سے تشنہ کام کی ہے
گناہ میرے نہیں بڑھ کے رحم سے اُس کے
درِ کرم پہ نظر جس کے خاص و عام کی ہے

اثر کلام میں پیدا ہو جس سے نارائن
ہو فیض یاب یہی التجا غلام کی ہے

سوئیا

رام کو پریم ادھار نراین، رامہیں کے پد چت دیئے
آنگ اُمنگ پر پھولیہ شریر ہیں سنگ انی چترنگ لئے
باس کہوں پگ ریکھ بلوکت ہیں مگ ماں مُنی بھیش کئے
جات مناون ہیں سیارام کو لوچن نیر ادھیر ہئے

سورٹھا

یہی بِدھی پہونچے جائے۔ بھرت سکل سینا سہت
جہاں بست رگھورائے۔ چترکوٹ پربت نکٹ

सवैया—राम को प्रेम अधार 'नरायन' रामहिं के पद चित्त दिए ।
अंग उमंग प्रफुल्ल शरीर हैं संग अनी चतुरंग लिए ।
बास कहूं पग रेख विलोकत हैं मग माँ मुनि-वेष किए ।
जात मनावन हैं सियराम को लोचन नीर अधीर हिए ॥
सोरठा—यहि विधि पहुंचे जाय, भरत सकल सेना सहित ।
जहां बसत रघुराय, चित्रकूट-पर्वत-निकट ॥

سرگ نواں

بھرت جی کا رام جی سے ملاپ اور اُن کی ایسی اور رام جی کا اتری منی کے استھان پر جانا

جا بجا کر کے نظر رام کے قدموں کے نشاں　　انکس[1] اور بجر[2] کی دھوج[3] پدم[4] کی ریکھائیں عیاں
پریم سے رہ نہ گئی کچھ خبر جسم نہ جاں　　گر پڑے شترودمن اور بھرت لال وہاں
لوٹے اُن نقش پہ قدموں کے وہ دونوں بھائی
کہہ کے تقدیر ہماری سی ہے کس نے پائی　　(۱)

(1) अंकुश　(2) वज्र　(3) ध्वज　(4) पद्म

خوش نصیبی ہے جو نقشِ قدمِ رام ملا　　مایۂ عیش و مرامِ دلِ ناکام ملا
چارۂ روح فزا نسخۂ آرام ملا　　دافعِ درد و ملال و غمِ ایّام ملا
تقویت دل کو ہوئی۔ آس کی کچھ پیاس مٹی
رہ گیا کوئی نہ کلفت کا نشاں یاس مٹی　　(۲)

اور آگے جو بڑھے پریم میں یوں ہو کے مگن　　دیکھتے کیا ہیں کہ ہیں رام وہاں جلوہ فگن
مہر ساں روئے منوّر پہ نہیں کوئی شکن　　تاج سر پر ہے جٹاؤں کا تو بلکل کا بسن
جانکی جی کہ وہ مسرور ہیں باتیں سن کے
لکشمن کرتے ہیں پد کنج کی سیوا اُن کے　　(۳)

جا کے بیہوش گرے رام کے قدموں پہ وہ تب　　کہہ سکے فرطِ مسرت سے نہ کچھ بند تھے لب
دیکھا قدموں پہ بھرت لال کو رگھوناتھ نے جب　　اُٹھ پڑے جوشِ محبت سے ہوا حال عجب
رہ گیا دھیان نہ ملبوسِ بدن کا اپنے
ہوش مطلق نہ رہا جان کا تن کا اپنے　　(۴)

رام نے ہوش جب آیا تو اُٹھایا اُن کو　　بار بار اپنے کلیجہ سے لگایا اُن کو
اشک آنکھوں میں بھرے پاس بٹھایا اُن کو　　ہجر کے داغ جو دل پہ تھے مٹایا اُن کو
برق ساں اُس تنِ بیجاں میں جو پھر جاں آئی
رہ گیا رنج نہ صبحِ شبِ ہجراں آئی　　(۵)

ہوگئے عُقدے وہ حل اُنکی جو تھے مشکل کے　　بارور ہوگیا اُمّید کا غُنچہ کِھل کے
دور سب وہم ہوئے رام سے جب یوں مِل کے　　حوصلے بڑھ گئے کچھ اور بھرت کے دِل کے
رکھ دیا سر وہیں سیتا کے چرن کملوں پر
(۶)　یوں ملے جیسے ملے بچھڑی ہوئی ماں سے پسر

دل میں تب اپنے یہ دی جانکی نے اُن کو دعا　　رام کی بھکتی رہے۔ رام سے ہو پریم سدا
ہاتھ جوڑے جو بھرت جی نے لکھن کو دیکھا　　پریت کے ساتھ لیا سینہ سے جلد اُن کو لگا
مِل کے تب شترو دمن جی سے ہوئے رام جی شاد
(۷)　گر پڑے بعدہٗ قدموں پہ سچو[1] اور نشاد

خود کرم کرکے اُٹھایا اُنھیں بھگوان نے تب　　دل میں باقی نہ رہا اُن کے کوئی رنج و تعب
عرض گوہراج نے کی اُن سے بہ تعظیم و ادب　　ہے پرجا ساتھ میں گُورُ دیو ہیں ماتائیں بھی سب
آپ کے سوزِ جُدائی سے ہیں رنجور سبھی
(۸)　دیکھنے آئے ہیں مُکھ چندر کا یہ نور سبھی

سُن کے ماتاؤں کا مُن بَر کا پرجا کا آنا　　چھوڑ کر شتروہن و سیتا کو بے تابانہ
چل دیئے اُن کی زیارت کو وہ مشتاقانہ　　جا کے پہونچے تھے جہاں مُرشدِ پیر و دانا
جاتے ہی پاؤں پہ مُن بَر کے گرے رام و لکھن
(۹)　دی دعا اُن کو گُورُو جی نے ہوئے دل میں مگن

پہلے کیکیئی کے قدموں پہ گرے رگھورائی　　دل کو تسکین ہوئی اُس کے تھی وہ گھبرائی
یہ روشِ خُلق و محبت کی جو اُس نے پائی　　اپنے کرموں پہ جو پچھلے تھے بہت شرمائی
رام نے ماں کے سُمترا کے قدم جاکے چھوئے
(۱۰)　ملکے ماتاؤں سے لچھمن بھی بہت شاد ہوئے

رو پڑی دیکھ کے مُن بھیش میں اُن کو ماتا　　حال اُلفت کا نہیں ضبطِ رقم میں آتا
مِل کے ہر شخص سے تب جس سے تھا جیسا ناتا　　لے کے ہمراہ گئے سب کو وہاں سُکھ داتا
جس جگہ رِشی نے گھر اُن کے لئے بنوایا تھا
(۱۱)　اندر سب عیش کے سامان جہاں لایا تھا

[1] सचिव

کرکے اُنکے لئے آئے تھے جو آرام بہم تاکہ رہ جائے مسافت کا نہ باقی کوئی غم
یاد پھر کرکے جو دنیا میں تھے راون کے ستم اپنے بردان کی اور باپ کا وہ قول وقسم

تھا جو جس کے لئے موزوں وہی آسن دیکر
رام جی بولے یہ مُن بر سے اجازت لے کر (۱۲)

ہوں میں خوش بخت نصیبہ مرا بیدار ہے آج جو ملا مجھ کو یہاں آپ کا درشن مُن راج
کہئے کیفیت و خوشنودی فرخندہ مزاج سب کُشل گھر پہ تو ہے کہئے ہے کس حال میں راج

کہئے کچھ حال پتا جی کا وہ آرام سے ہیں
حکم اُن کا جو مرے واسطے ہو آپ کہیں (۱۳)

رُک کے کچھ تب یہ دیا رام کو مُن بر نے جواب کیا کہوں ہجر میں حالت جو ہوئی اُنکی خراب
کہہ کے رام و لکھن و جانکی ہو کر بیتاب کر دیئے بند سدا کے لئے انفاس کے باب

رام جی سُن کے یہ مُن بر سے کلام جانکاہ
گر پڑے فرش پہ رو کر بھری اک زور سے آہ (۱۴)

تیر کی طرح لگی رام کے دل پر جو یہ بات رو کے بولے کہ ہوئی کیسی یہ بے وقت ممات
کیا کہیں کر نہ سکے وقت پہ اُن کی خدمات ہائے کس طرح ہماری ہو اب اس غم سے نجات

رو دیئے روتے ہوئے دیکھ کے سب لوگ اُنھیں
زخمِ دل تازہ دوگونہ یہ ہوا سوگ اُنھیں (۱۵)

دے کے مُن بر نے اُنھیں تب سبقِ صبر و شکیب کچھ زمانہ کے بھی دکھلائے فراز اور نشیب
دُنیوی مایا کے بتلا کے پھر اطوارِ فریب یہ کہا رام تمھیں سوگ یہ دیتا نہیں زیب

دیکھ کر تم کو ہیں سب لوگ پریشانی میں
کوئی سنتا نہیں کچھ عالمِ گریانی میں (۱۶)

گر یہ موقوف کیا سُن کے یہ مُن بر کے سخن سب کو مندا کنی پر لے گئے تب رام و لکھن
پاک دریا میں نہانے سے ہوا اُن کا بدن جن کے ہر نام کو کہتے ہیں سبھی پاپ ہرن

جن کو پا کر نہ رہے کرم نہ خواہش پھل کی
آج دنیا کو دکھاتے ہیں وہ مہما جل کی (۱۷)

رکھ کے برت سب نے دیا راجہ کو اُس دن جل دان[۱] اِنگدُی پھل کو منگا کر وہیں آنند دھان
رام نے کہہ کے کہ ویدوں نے کیا ہے یہ بیان جو بہم ہے ہمیں پیارا ہے پتر[۲] کو سامان
شہد سے پنڈ کی صورت میں بنایا اُن کو
(۱۸) دے کے خود دان انھیں لچھمن سے دلایا اُن کو

جا کے مندا کنی[۳] پر سب نے کیا پھر اشنان حسب توفیق دیا نام پہ اودھیش کے دان
ستّ اور پریم کا کرتے ہوئے دشرتھ کے بکھان رام کے ساتھ سب آئے تھا جہاں پر استھان
دوسرے دن کیا پھل مول پہ پھر سب نے بسر
(۱۹) بولے تب رام سے آکر بھرتِ نیک رسیر

جانتے آپ ہیں سب اے شہِ افلاک و زمیں کیا کہوں ڈر ہے مجھے بے ادبی ہو نہ کہیں
میں ہوں جس حال میں وہ آپ سے پوشیدہ نہیں موت سے شاہِ اودھ کی ہے رعایا بھی حزیں
دیکھ کر آپ کے بَلکَل مجھے شرم آتی ہے
(۲۰) سخت جانی سے مگر جان نہیں جاتی ہے

رام جی میرے سبب آپ نے زحمت پائی میں ہی ہوں جو کہ ہوا باپ کو بھی دُکھدائی
ہوں وہ کمبخت رعایا پہ بھی آفت ڈھائی ہائے کیوں جنم نہ لیتے ہی مجھے موت آئی
منزلت دی تھی مجھے آپکے کیوں بھائی گی
(۲۱) ایسی ماں دے کے بدھاتا نے جو رسوائی کی

ہو معافی تو مٹے زخم کا اس دل سے اثر کرتے دانا نہیں نادان کی باتوں پہ نظر
رام جی آپ ہیں بخشندۂ تقصیرِ بشر التجا ہے یہ مری کیجئے منظور اگر
ساتھ مُن راج کے موجود ہے سامان تمام
(۲۲) ہو تلک آپ کو نکلے مرا ارمان تمام

راج نیتی یہی کہتی ہے ملے آپ کو راج گو یہ ظاہر ہے نہیں آپ کچھ اس کے محتاج
ہو گا اس طرح رعایا کے مگر دُکھ کا علاج تھا ارادہ یہ پتا کا بھی کہ دیں آپ کو تاج
آرزو دل کی ہے میرے جو نکل جائے گی
(۲۳) اور ماتا کی طبیعت بھی سنبھل جائے گی

[۱] जलदान
[۲] पितर
[۳] मन्दाकिनी

ہیں بڑے آپ کو منصب ہے پدر کا حاصل ہیں ہوں ناداں۔ ہے مرا جرم عطا کے قابل
آپ پر خوب عیاں ہے مری بیتابئ دل کیجیئے سب کی ہو جس طور سے آساں مشکل
کیجیئے غور رعایا کی پریشانی پر
دیجئے دھیان نہ کیکیئی کی نادانی پر (۲۴)

کہہ کے یہ ہو گئے چُپ اور نہ کچھ کہہ پائے ہو گئی بند زباں پریم کے آنسو آئے
انکساری سے بھرت دل میں بہت سکچائے گر پڑے پانوں پہ وہ رام کے دل کو بھائے
جلد تب فرطِ محبت سے اُٹھا کر اُن کو
یوں کہا رام نے سینہ سے لگا کر اُن کو (۲۵)

تم جو کہتے ہو بھرت بات وہ سب سچ ہے مگر ہے مناسب ہمیں کرنا وہ جو ہو حکمِ پدر
اُن کا منشا تھا کروں چودہ برس بن میں بسر لو اُدھر راج میں تم ساری رعایا کی خبر
دھرم رہ جائے اگر باپ کی یہ بات رہے
تاکہ مر کر نہ سقر در پئے آفات رہے (۲۶)

پھر بھرت جی نے کہا رام سے اے دینِ دیال کیجیئے اُن کی نہ اس بات کا مُطلق بھی خیال
آ گیا عقل میں تھا نفس پرستی سے زوال اس لئے آئی سمجھ میں نہ تھی کیکیئی کی چال
ہوش تھا کچھ نہ خبر تھی اُنھیں ان چالوں کی
کوئی پروا کبھی کرتا نہیں متوالوں کی (۲۷)

سُن کے یہ بات کہا رام نے اے نیک شعور تابعِ نفس نہ تھے عقل میں کچھ تھا نہ فتور
اپنے بر دان کو پورا جو تھا کرنا منظور بن دیا مجھ کو تمھیں راج کا سارا مقدور
ہیں جو ذی شان وہ کب کِذب روا رکھتے ہیں
دل میں ڈر جھوٹ کا دوزخ سے سوا رکھتے ہیں (۲۸)

عہد میرا بھی پتا سے تھا کہ ہو گا نہ عدول کب مناسب ہے کہ اب جاؤں میں اُس بات کو بھول
ڈر ہے پڑ جائے نہ رگھو کُل کے سُویش پر کہیں دھول راج تم جا کے کرو اس لئے فی الحال قبول
دوش اس بات کا جو تم کو لگائے گا بھرت
بعد مرنے کے بھی وہ چین نہ پائے گا بھرت (۲۹)

عرض کی پھر یہ بھرت جی نے کہ اے کانِ کرم آپ واپس ہوں اودھ کو لئے سب فوج وحشم
بن کو جانے کی ضرورت ہے تو بن جائیں گے ہم غم رعایا کا تو ہو جائے گا اس طرح سے کم
سر پہ لٹ ہوں مرے اور تن پہ ہو بلکل کا بسن
(۳۰) لَو لگی آپ کے چرنوں میں ہو رہنے کو ہو بن

آپ ہی کے ہو تصوّر سے لگا تارِ نفس طائرِ روح ہو عکس آپ کا دل ہو یہ قفس
اور معیشت کو ہو رگ رگ میں بھرا پریم کا رس عمر کُل کاٹ دوں یوں ہی ہے یہی دل کی ہوس
کر کے ماتا سے رعایا سے گُورُو جی سے خطاب
(۳۱) پھر دیا رام نے اس طور سے بھائی کو جواب

سلطنت ہو انہیں پہلا تھا یہی عہدِ پدر دوسرا یہ تھا کہ جس سے میں ہوا شہر بدر
ہے یہ بہتر نہ ہو کچھ ردّ و بدل اس میں اگر ورنہ ست دھرم ہمارا نہ رہے گا ہے یہ ڈر
پاس کرتا ہے بھرت کا مجھے مجبور بہت
(۳۲) دل مگر دھرم سے پھرنے میں ہے رنجور بہت

ہو گئی فکر مری سوچ کے اس بات کو کم اِن پہ گُورُو دیو کا ماتا کا ہے کچھ خاص کرم
دھرم میں ان سا نہ ہو گا کوئی لے لاکھ جنم اِن کو ممکن نہیں ہو تمکنتِ جاہ وحشم
مُنہ پہ کرتے ہوئے تعریف ہچک جاتا ہوں
(۳۳) ایسا بھائی کہیں دنیا میں نہیں پاتا ہوں

اب یہ تشویش ہے جس سے نہیں پاتا ہوں قرار ہوں شش و پنج میں کچھ کر نہیں سکتا اظہار
اک طرف دھرم ہے تو ایک طرف بھائی کا پیار کیا کروں کیا نہ کروں ہے یہی اک سوچ وچار
حکم دیں آپ جو مُنی راج میں لاؤں وہ بجا
(۳۴) آپ کے ہاتھ میں ہے سب کی مصیبت کی دوا

بن کے آزار سے ہے دُکھ میں رعایا ساری مُول پھل ملتے ہیں لیکن وہ بصد دشواری
عیش و آرام کے سامانوں سے ہے ناداری اُس پہ ہے موت کا غم شاہِ اودھ کی طاری
آپ تو سب کی بھلائی پہ نظر رکھتے ہیں
(۳۵) علم عرفاں سے زمانہ کی خبر رکھتے ہیں

آپ کے ہوتے ہوئے کونسی حیرانی ہے — آپ سا کون زمانہ میں بھلا گیانی ہے
آپ کا حکم ہمارا خطِ پیشانی ہے — آپ سے کچھ جو کہوں میں تو یہ نادانی ہے
آج تک ہو کے رہا آپ کا کہنا مُن ناتھ
چاہتا کون نہیں چین سے رہنا مُن ناتھ (۳۶)

بولے مُن راج یہ تب رام سے اے نیک شعور — بات کہتے ہو جو سب سچ ہے وہ دانا کے حضور
کیا کروں پریم سے ہوں میں بھی بھرت کے مجبور — چاہتے اپنا بھلا اہلِ زمانہ ہیں ضرور
رائے میری ہے نہ چاہیں جو بھرت لال نہ ہو
عشق کے سامنے اندیشۂ اعمال نہ ہو (۳۷)

تب بھرت جی نے کہا رام سے اے دھرم نِدھان — دل کی ہر بات کا ہر شخص کے ہے آپ کو گیان
واپسی سے نہ کریں آپ جو پورا ارمان — لیجئے مجھ کو بھی ہمراہی میں اپنی بھگوان
اور اس بات کی بھی دل میں اگر راہ نہیں
چھوڑ دوں جسم کو اس کی مجھے کچھ چاہ نہیں (۳۸)

ارتھ اور دھرم سے ہے کچھ نہ مجھے کام سے کام — ہفت اقلیم کو چاہوں نہ تو ہے خواہشِ نام
ہیچ ہیں میرے لئے خُلد کے بھی عیش تمام — مجھ کو نِروان[1] ملے یہ بھی نہیں دل کا مرام
میں جہاں جاؤں وہاں۔ ایسی ہو قسمت میری
آپ کے ہو قدمِ پاک سے اُلفت میری (۳۹)

دھوپ میں بیٹھ گئے کہہ کے بھرت لال یہ بات — رو بہ مشرق گئے اور رام کو جوڑے ہوئے ہات
ٹھان کر دل میں کہ کر دیں گے یہیں ختم حیات — خوش ہوئے سوچ کے ہو جائیگی اب غم سے نجات
اس طرح دیکھ کے اصرار یہ قائم اُن کو
رام جی نے کیا آنکھوں سے اشارہ مُن کو (۴۰)

اس کنایہ پہ شری رام کے مُن راج نے تب — حال خلوت میں بھرت جی سے کہا جا کے وہ سب
جس طرح ڈھایا تھا دیتوں نے بہت ظلم و غضب — دیوتوں مُنیوں کو تھا جو سببِ رنج و تعب
اُستتی جا کے چتر مکھ نے تھی جس طرح سے کی
جس طرح پایا تھا بردان وہ سب بات کہی (۴۱)

[1] निर्वान

جیسے اوتار لیا رام نے دشرتھ کے یہاں داستاں جنم کی سیتا کے بھی کی اُن سے بیاں
لکشمن روپ میں فرمایا کہ ہیں شیش نہاں آج جو رام کی ہمراہی میں ہیں بن کو رواں
ساتھ یہ چھوڑ نہیں سکتے ہیں تم لاکھ کہو
اور کب راج رہے گا کوئی راجہ جو نہ ہو (۴۲)

جائیں گے رام مع جانکی اور بھائی کے بن قتل کُفّار کو اس میں نہیں کچھ جائے سخن
بعد بن باس کے آئیں گے پلٹ کر یہ وطن دیوتوں کا ہے جسے کُبری کا سب کہتے ہیں فن
پریم جو رام سے تھا۔ تم سے نہ تھا رانی کا
اُن کا کیا دوش یہ کرتب ہے شری بانی کا (۴۳)

کر دیا میں نے بھرت راز کا تم سے اظہار ہے انھیں مدِ نظر سارے جگت کا اُدّھار[1]
چھوڑ دو ہٹ یہ پھریں گے نہ ابھی تو زنہار کچھ دنوں راج کو تم چل کے سنبھالو ناچار
قومِ کُفّار کو یہ مُلکِ عدم پہنچا کر
ہوں گے تب زیب دہِ تختِ اجودّھیا آکر (۴۴)

راز اوتار کا معلوم ہوا اُن کو یہ جب جا کے نزدیک بھرت جی نے شری رام کے تب
جوڑ کر ہاتھ کہا اُن سے بہ تعظیم و ادب ہو گیا آپ کے اوتار کا معلوم سبب
آپ کا حکم بجا لاؤں مرا فرض یہ ہے
دل کو تسکیں ہو مگر جس سے مری عرض یہ ہے (۴۵)

آپ کے پانوں کے مِل جائیں کھڑاؤں مجھے گر تو یہ ممکن ہے کہ ہو جائے مرا وقت بسر
ہوں گے ہر دم مرے ہر کام میں وہ پیشِ نظر اُن کی خدمت میں رہونگا میں لگا شام و سحر
کہہ کے یہ پیش کئے لا کے مُزیّن قبقاب
تاب سے جن کی نہ رہ جاتی تھی مہتاب کی تاب (۴۶)

دیکھ کر بھگتی بھرت جی کی یہ اور پریم کا حال شاد و مسرور ہوئے دل میں شری رام کمال
دیکر اپنے وہ کھڑاؤں انھیں تھا جنکا سوال راج نیتی انھیں سکھلانے لگے دینِ دیال
ایک ساں ساری رعایا کو سمجھنا بھائی
رحم و انصاف سے ہو کام ہے یہ دانائی (۴۷)

[1] उद्धार

اُن مشیروں سے جو رکھتے ہوں بھلائی پہ نظر مشورہ لے کے گُورُو جی کا بھی ہو حُکم اگر
راج کے کام وہ کرنا ہو نہ کچھ جن میں خطر تپسیوں اور نہ مُنیوں کو ہو تکلیف مگر
جان سے بڑھ کے رعایا ہو تمھیں اپنی عزیز
بے سبب رنج نہ پہونچے اُسے اے اہلِ تمیز (۴۸)

لیکے تب اُن کے کھڑاؤں وہ بھرت پریم کے ساتھ رام کو کرکے پرنام اپنا جھکائے ہوئے ماتھ
عاجزی کرتے ہوئے کہنے لگے جوڑ کے ہاتھ عرض ہے داس کی یہ آپ سے اے وشنو کے ناتھ
وقتِ موعود سے اک دن بھی جو بڑھ جائیگا
طائرِ روح مرے تن میں نہ رہ پائے گا (۴۹)

کیجئے بات جو کہتا ہوں میں اے رام یقیں جان جائیگی جو اک دن کی ہوئی دیر کہیں
دے کے تسکیں اُنھیں بولے شہِ افلاک و زمیں دیر اک دن کی بھی ہو جائے یہ ممکن ہی نہیں
پندرھویں سال کے پہلے ہی دن آجائینگے ہم
عہد میں اپنے نہ کچھ فرق کبھی لائیں گے ہم (۵۰)

کرکے حل تھی جو گرہ بھائی کی دشواری کی پھیرا سکھلا کے اُنھیں راج کی سب باریکی
حکم پایا تو اودھ چلنے کی تیاری کی باری تب کیکئی کی آئی غم و زاری کی
غم کے جب ضبط کا کیکیئی کو یارا نہ رہا
اور کہیں جز قدمِ رام سہارا نہ رہا (۵۱)

بولی تنہائی میں مایا تھی فقط آپ کی رام وجہ سے جس کی ہوا راج میں رخنہ یہ تمام
کیجئے دور اب آپ اپنے کرم سے الزام مل گیا خوب مجھے اپنے کئے کا انجام
دشمنوں پر بھی کرم اہل کرم کرتے ہیں
میں تو اُن میں ہوں جو خود کردہ پہ غم کرتے ہیں (۵۲)

آپ ہیں برہمہ سگن روپ میں اے رام سجان ستیہ[1] گن کے بھی ہیں اور آپ ہی سنسار کی جان
آپ کی مرضی سے مایا نے بنایا ہے جہان آپ مایا سے الگ آپ ہیں مایا کے ندھان
آپ سے فعل بد و نیک نظر آتے ہیں
جس سے ذی روح سزا اور جزا پاتے ہیں (۵۳)

[1] सत्यगुणमय

دیوتاؤں کی غرض تھی جو لیا ہے یہ شریر ‏ آپ اب قتل بھی دیتوں کو کرینگے رگھوبیر
کیجئے اپنی دیا سے کوئی ایسی تدبیر ‏ جس سے ہو عفو مری کی ہوئی ساری تقصیر

بعدہٗ گیان مجھے دیجئے مایا نہ رہے
موہ دھن پُتر کا اب دل میں سمایا نہ رہے ‏ (۵۴)

مُسکرا کر یہ کہا رام نے کیکیئی سے تب ‏ مجھ سے جو کچھ بھی کہی تم نے وہ سچ بات ہے سب
میری مرضی تھی کیا تم نے جو بردان طلب ‏ دیوتا ہیں نہیں تم موت کا راجا کی سبب

ہے اُنھیں کا یہ نہیں دوش تمھارا کوئی
تھا لکھا یوں ہی نہیں اس کا تھا چارا کوئی ‏ (۵۵)

رات دن جا کے کرو دھیان ہمارا ماتا ‏ اس سے پا جاؤ گی کچھ گیان ہمارا ماتا
کیا کرے گا کوئی اپمان[1] ہمارا ماتا ‏ ہے کوئی جان نہ انجان ہمارا ماتا

گیان ہے جن کو مرا اُن کو خبر ہے میری
ایک ساں سارے زمانہ پہ نظر ہے میری ‏ (۵۶)

جس طرح اپنی بنائی ہوئی چیزوں کی بشر ‏ قدر کرتا ہے کم و بیش نہ کچھ اُن سے حذر
بس اُسی طرح مری سب پہ برابر ہے نظر ‏ ہاں مگر کرتے ہیں جو یاد مجھے شام و سحر

اُن پہ اوروں سے دیا اپنی سوا کرتا ہوں
میں ہی اُن کے مرضِ غم کی دوا کرتا ہوں ‏ (۵۷)

گیان جن کو نہیں میرا ہے اُنھیں کو آزار ‏ جان سکتے نہیں مایا کو وہ میری زنہار
میرے ہی نام کا ہو وِرد زباں پر ہر بار ‏ روپ میرا ہی بسا دل میں رہے لیل و نہار

اس طریقہ سے رہائی تمھیں مل جائے گی
ہو گی آسان جو مشکل بھی کوئی آئے گی ‏ (۵۸)

جاں فزا رام کے کیکیئی نے سُن کر یہ کلام ‏ دل میں مسرور بہت ہو کے کیا اُن کو پرنام
پریم اُس روز سے بڑھتا ہی گیا دل میں مدام ‏ کام تھا رام سے دنیا کے نہ تھا کام سے کام

رکھ لئے سر پہ کھڑاؤں جو بھرت نے پائے
اپنے ہمراہ لئے سب کو وطن میں آئے ‏ (۵۹)

(1) अपमान

بھیج کر سب کو تھا جس جس کا جہاں پر مسکن | کی وہ تدبیر رہے جس سے پرجا ساری مگن
مشورہ لے کے وزیروں سے جو تھے نیک چلن | پا کے پھر اپنے گورو دیو کا بھی انوشاسن[1]

نندی گرام[2] آ کے بھرت تھا جو نگر سے کچھ دور
رام کی یاد میں رہنے لگے ہر دم مسرور (۶۰)

وہ کھڑاؤں جو ملے تھے پئے تسکیں اُن کو | رکھ دئے تخت پہ سونے کے بہ تمکیں اُن کو
تھے وہ توقیر میں سلطانِ سلاطیں اُن کو | درحقیقت وہی دنیا تھے وہی دیں اُن کو

رات دن اُن کی پرستش میں رہا کرتے تھے
ساری تکلیفِ ریاضت وہ سہا کرتے تھے (۶۱)

سر پہ بالوں کی لٹیں جسم پہ بلکل کا بسن[3] | مول پھل ہی تھا فقط اور نہ تھا کوئی اشن[4]
اندریاں بس میں تھیں کرتے تھے وہ دھرتی پہ شین[5] | کرتے برہمچریہ[6] کا پالن تھے وہ اور فکر و دمن

دل میں خواہش نہ زمانہ کی کوئی اور رہی
فکر اک رام کے دیدار کی ہر طور رہی (۶۲)

راج کے کام جو کچھ ہوتے تھے اُن کو جا کر | عرض کرتے تھے کھڑاؤں سے بھرت وقتِ سحر
رام کے آنے کے دن گنتے تھے بس آٹھ پہر | برہمہ رشیوں کی طرح یاد میں کرتے تھے بسر

غم کسی کو نہ نگر میں تھا نہ آزار کوئی
فکر تھی اور نہ جز خواہشِ دیدار کوئی (۶۳)

اُس طرف تو تھا بھرت اور رعایا کا یہ حال | اِس طرف رام کو فرقت کا ہوا اُن کی ملال
دل میں آتا تھا کبھی بھائی کی اُلفت کا خیال | خدمتِ جانکی جی سے کبھی ہوتے تھے نہال

رشیوں جہرشیوں میں وقت اپنا بسر کرتے تھے
بن کے پھل مول پہ صرف اپنی گذر کرتے تھے (۶۴)

جب اسی طور سے کچھ روز رہے رام وہاں | غم کا رشیوں کے ہوا دور جو تھا بارِ گراں
اُن کے جس جس نے سنا حُسن و مروت کا بیاں | آیا دیدار کو اُن کے وہیں ہر خورد و کلاں

مجمع عام وہاں آٹھ پہر رہنے لگا
خواہشِ دید میں ہر اہلِ نظر رہنے لگا (۶۵)

[1] अनुशासन
[2] नन्दिग्राम
[3] वसन
[4] अशन
[5] शयन
[6] ब्रह्मचर्य

بھیڑ رہنے لگی اُس جا پہ جو مرد و زن کی اور عبادت میں نظر آیا خلل مُن جن کی
یاد سب آگئی بیداد و جفا راون کی راہ لی پوچھ کے تب مُنیوں سے دنڈک بن کی
آئے اُس شیل سے استھان پہ اَتری مُن کے
جوڑ کر ہاتھ جھکے قدموں پر آگے اُن کے (۶۶)

راجہ دشرتھ کا پسر ہوں میں کہا نام ہے رام لکشمن جانکی میں آپ کو کرتا ہوں پرنام
باپ کے حکم سے آکر ہے کیا بن میں قیام آپ کا حکم جو ہو دوں میں اب اُس کو انجام
خوش نصیبی ہے جو آج آپ کا دیدار ہوا
آپ کی وجہ سے یہ بَن مجھے گلزار ہوا (۶۷)

بعد ازاں رام نے حالات وہ سب بتلائے جس طرح حُکم سے ماں باپ کے بن میں آئے
خوش ہوئے اتری سگن برہمہ کے درشن پائے دیکھتے رہ گئے کچھ دیر اُنھیں اتنا بھائے
بن کے پھل مُول سے تب تینوں کی پہونائی کی
خوش تواضع سے ہوئے رام جی مُن رائی کی (۶۸)

دوہا

شُچی آسن آسین کری۔ مُنی اَتی پُوجا کینہ
اَستُتی کری کر جور کے۔ جنم سُپھل کری لینہ

استُتی

چوپائی۔ جے شری پَتی رگھوبیر دَیالا جے شرناگت پال کرپالا
بھکتن من مندِر سُکھ مُورت چرن کمل ابھلاشا پُورت

दो०—शुचि आसन आसीन करि, मुनि अति पूजा कीन्ह ।
अस्तुति करि कर जोरि के, जन्म सुफल करि लीन्ह ॥

स्तुति

चौ०—जय श्रीपति रघुवीर दयाला । जय शरणागत-पाल कृपाला ॥
भक्तन मन-मन्दिर सुख मूरति । चरणकमल अभिलाषा पूरति ॥

پد امبج اکام جو دھیاوہِن ۔ بن پریاس تو دھام سو پاوہِن
لوچن نو راجیو سمانا ۔ شیام بدن لکھی مدن لجانا
رام نام بھو سندھوہیں سیتو ۔ سمپورن آنند نکیتو
بھج بشال ویبھو نہیں تھاہا ۔ دھنو شر پانڑی وشو کے ناہا
نروکار تم انگھ اکاما ۔ پورن سچدانند سدھاما
پرنوہوں تمھیں دین ہتکاری ۔ دنج وناشک تم اسراری
بھانو ونش بھوشن اکھلیشا ۔ بندت پد بدھی وشنو مہیشا
سیتا لکھن سہت گھن شیاما ۔ مم ار باس کرہو نت راما
چرن کمل بندوں تو سوامی ۔ سیا انج سہ تمھیں نمامی
گیان روپ تم دوشن ہاری ۔ نرگن تدپی سگن اوتاری
نام کلپ ترو بھکتن لاگی ۔ تو درشن پاوہیں بڑ بھاگی
جگت جنک تم الکھ نرنجن ۔ مد ماراری دوش دکھ بھنجن
مو پر کرپا کینھ اتی سوامی ۔ رام نمامی نمامی نمامی

पद-अम्बुज अकाम जो ध्यावहिं । बिनु प्रयास तव धाम सो पावहिं ॥
लोचन नवराजीव-समाना । श्याम-वदन लखि मदन लजाना ॥
राम नाम भव सिन्धुहिं सेतू । सम्पूरन आनन्द निकेतू ॥
भुज विशाल वैभव नहिं थाहा । धनु-शर-पाणि विश्व के नाहा ॥
निर्विकार तुम अनघ अकामा । पूर्ण सच्चिदानन्द सुधामा ॥
प्रणवहुँ तुमहिं दीन-हितकारी । दनुज-विनाशक तुम असुरारी ॥
भानु-वंश-भूषण अखिलेशा । बन्दत पद विधि विष्णु महेशा ॥
सीता-लखन-सहित घनश्यामा । मम उर वास करहु नित रामा ॥
चरण-कमल बन्दउं तव स्वामी । सिया अनुज सह तुमहिं नमामी ॥
ज्ञान रूप तुम दूषण-हारी । निर्गुण तदपि सगुण अवतारी ॥
नाम कल्पतरु भक्तन-लागी । तव दर्शन पावहि बड़भागी ॥
जगतजनक तुम अलख निरञ्जन । मद-मारादि-दोष-दुख-भञ्जन ॥
मो पर कृपा कीन्ह अति स्वामी । राम नमामि नमामि नमामी ॥

دوہا - موہیں بھکتی نج دیہو پربھو - مانگہوں یہ بردان
بسیں سدا تو پد کمل - مم ہئے کرپا ندھان

رام جی شاد ہوئے مُن کی یہ استُتی سُنکر جس سے بھکتی ہو زیادہ وہ دیا تب اُنھیں بر
رکھّا سیتا نے اُدھر پانوں پہ مُن پتنی کے سر فخر و اعزاز سے - یاد آگیا اپنا اُنھیں گھر
دی دعا پیار سے چھاتی سے لگا کر اُن کو
(۶۹) پاس انسویا[1] نے تب اپنے بٹھا کر اُن کو

وشوکرما سے جو کنڈل تھے اُنھوں نے پائے اور کپڑے وہ کبھی جن کی نہ زینت جائے
خود ہی سیتا کو پنھا کر اُنھیں تب بتلائے دھرم پتی برت کے وہ دنیا میں ہیں جو چل آئے
اپنا شوہر ہی ہمارے لئے سُکھ دائی ہے
(۷۰) راہ ویدوں نے سدا سے یہی دکھلائی ہے

باپ ماں بھائی ہیں سنسار کے جتنے ناتے سب یہیں ہیں نہیں پرلوک کے کچھ کام آتے
جانتی تم تو ہو رُکتی ہے زباں بتلاتے پریم ہو پتی میں تو کیا دیر ہو مُکتی پاتے
ہر طرح خوش ہو پتی اپنا ہے بس پریم یہی
(۷۱) برت اگر ہے تو یہی دھرم یہی نیم یہی

پتی برتا چار طرح کی ہیں بتاتے ہیں پوران ایک جو دھرم کو رکھتی ہیں گنوا دیتی ہیں جان
غیر کا کرتیں نہیں خواب میں بھی بھول کے دھیان سب سے بہتر ہیں وہ سب کرتے ہیں ایسوں کا بکھان
اُن کا ہو سکتا کسی سے بھی ہے اپمان نہیں
(۷۲) کون مشکل ہے جو اُن کے لئے آسان نہیں

دوسری وہ ہیں جو کہلاتی ہیں اوسط ناری باپ بھائی کی طرح اُن کو ہے دنیا ساری
پاپ سے بچتی ہیں جو کُل کی سمجھ کر خواری نیچ ایسوں کو بیاں کرتے ہیں دھرم آچاری[2]
ڈر سے اور گھات نہ ملنے سے جو رُک جاتی ہے
(۷۳) ہے وہی چوتھی بہ نزلوں جگ میں وہ کہلاتی ہے

(1) अनसूया
(2) धर्माचारी

दो०—मोहि भक्ति निज देहु प्रभु, मांगहुँ यह वरदान।
बसहिं सदा तव पद-कमल, मम हिय कृपा-निधान॥

غیر کی چاہ کرے پتی کو جو دھوکا دے کر سیکڑوں کلپ کرے گی وہ نرک ہی میں بسر
کر کے شوہر کو خفا جنم بھی پائے گی اگر بیوہ ہو جائے گی آتے ہی جوانی کی سحر
سُکھ سے پل بھر کے جو اَپ(۱) ورگ بدل لیتی ہے
(۷۴) اُس کی کرنی ہی اُسے کرم کا پھل دیتی ہے

अपवर्ग (۱)

جانکی تم کو تو ہے دھرم زیادہ معلوم دھرم کی ہو گی تمہارے تو سکل وِشو میں دھوم
مُدّعا تھا مرا کہنے میں یہ تم سے مکتوم کہ نہ دنیا میں رہیں عورتیں اس سے محروم
فاجرہ ہو جو ذرا سُن کے وہ اسکو شرمائے
(۷۵) اور جو سمجھی نہ ہو اُس کی سمجھ میں آجائے

غزل

زوجۂ اتری جس کی تھی کشورِ دیں میں سروری جانکی جی سے یوں لگی کہنے بہ مہرِ مادری
گو ہے یہ تیری کسرِ شاں تجھ سے کروں جو میں بیاں تیری تو سب یہ ہے عیاں دھرم کے فن میں برتری
دہر کی عورتیں مگر سُن کے ہوں اس کو باخبر ہے یہی مُدّعا اگر تیری ہو بندہ پروری
بھائی بھی ماں بھی باپ بھی یوں تو ہیں دہر میں سبھی عُقبیٰ میں کوئی بھی کبھی کر نہیں سکتا یاوری
مخزنِ عیش والتفات معرجِ سرمدی حیات کس کی برائے زن ہے ذات ہے تو ہے ذاتِ شوہری
بھولے نہ بھول کر کبھی اپنا پتی کسی گھڑی دھرم ہمارا ہے یہی بس ہے اسی میں بہتری
کور ہو یا کہ ہو اَصم۔ تن میں ہو یا برص کا سم بخت میں اُس کے ہو رقم مفلسی یا تونگری
قہر و غضب کرے ستم۔ خواہ وہ اُلفت و کرم دھرم نہیں ہے اپنا ہم اُس کی کریں برابری
مرد کو اپنے چھوڑ کر ڈالے جو غیر پر نظر ڈھائے گا اُس پہ عمر بھر قہر سپہرِ چنبری
مرد سے اپنے خوش نہ ہو چاہے جو دل سے اور کو ہوتی ہے نابکار وہ خوار ز نفس پروری
خوش نہ رہے گی جیتے جی رنج اُٹھائیگی سبھی مر کے نہ ہو گی پھر کبھی نارِ سقر سے جاں بری
سُن کے نہ جو اسے ڈری بولی یہ پھر رکھیشوری
ایک نہ اک دن آئیگی اُس کی نراین ابتری

سوئیا

چار پرکار کی پتی ورتا ناری اہیں جو پُوران بتاوت ہیں
ایک سوئی جو نہ اور کوئی نر کو نج دھیان میں لاوت ہیں
دُوجی جو اورن کے پتی کو سُت بندھو پتا سم دھیاوت ہیں
تیجی جو دھرم وچار رہیں اور چوتھی نہ اوسر پاوت ہیں

دوہا

جو نج بھرتا کو کرے ۔ ادھم ناری اپمان
بھوگے رورو نرک سو پاوے بپت مہان
چھل جو نج پتی سوں کرے اورن کے پرتی پریم
سو بدھوا ترونی بھئے ہوئے امٹ یہ نیم

सवैया—चारि प्रकार की पति-व्रता नारि अहैं जो पुराण बतावत हैं।
एक सोई जो न और कोई नर को निज ध्यान में लावत हैं।
दूजि जो औरन के पति को सुत बंधु पिता सम ध्यावत हैं।
तीजि जो धर्म विचारि रहैं अरु चौथि न अवसर पावत हैं॥

दो०—जो निज भर्ता को करे, अधम नारि अपमान।
भोगै रौरव नरक सो, पावै विपति महान॥

छल जो निज पति सों-करै, औरन के प्रति प्रेम।
सो विधवा तरुनी भए, होय अमिट यह नेम॥

بن کانڈ

سورٹھ۔ بلکل رُچر شریر۔ جٹا جُوٹ شوبھت سُبھگ
بندوں شری رگھوبیر۔ ششی لاجت مُکھ کی چھٹا
دوہا۔ بام بھاگ دھرنی سُتا۔ داہن لکھن سمیت
اتی منگل مے دھیان یہ۔ جو سب کہاں سُکھ دیت

سرگ پہلا

بِرادھ[1] بدھ[2]

(1) विराध (2) वध

کر کے مُن اترِی کے استھان پر اُس وزنواس عرض کی جا کے یہ تب رام نے مُن راج کے پاس
تاب میری ہے کہاں آپ کی ہو مجھ سے سپاس ہاں مگر ہم یہ دیا یوں ہی رہیگی ہے یہ آس
ڈنڈوت کر کے سبھی رشیوں کو اور مُن جن کو
ہو اگر حکم۔ کہا۔ جاؤں میں ڈنڈک بن کو (۱)

सो०—वल्कल-रुचिर शरीर, जटा-जूट-शोभित सुभग।
वन्दउं श्री रघुवीर, शशि लाजत मुख की छटा॥
दो०—वाम भाग धरणी-सुता, दाहिन लषन-समेत।
अति मंगल-मय ध्यान यह, जो सब कंह सुख देत॥

خوش ہوئے پا کے اجازت شہِ افلاک و زمیں اور پھر عرض بہ تعظیم یہ کی اُن سے وہیں
راہ مجھ کو کوئی بن کے لئے معلوم نہیں اس لئے دیں وہ مُرید اپنے جو بھٹکیں نہ کہیں
بن کے دلچسپ مقامات دکھا کر ہم کو
پھر پلٹ آئیں گے وہ راہ بتا کر ہم کو (۲)

ہنس کے مُن بر نے کہا جب یہ سنی رام کی بات آپ کا نام ہی گمراہوں کو ہے راہِ نجات
دیوتوں کے لئے آدھار ہے اک آپ کی ذات آپ کی سارے جہاں کو ہیں برابر برکات
چیز دنیا میں کوئی آپ سے مکتوم نہیں
راہ وہ کون ہے جو آپ کو معلوم نہیں (۳)

لوک بیوہار کے بس آپ ہیں اِس وقت مگر اس لئے کام وہ کرتے ہیں جو کرتا ہے بشر
تب مُریدوں کو جنھیں تھی رہِ منزل کی خبر بھیج کر رام کے ہمراہ پھر آئے مُن بر
چل کے دو میل نظر اُن کو ندی اک آئی
کر گئے پار جسے ناؤ پہ رگھو کل رائی (۴)

جا کر اُس پار مُریدوں سے کہا رام نے تب آ گئے دور بہت آپ پلٹ جائیے اب
حکم اس طور سے پایا تو پھرے گھر کو وہ سب پُرخطر بن کی طرف رام بڑھے لے کے سلب
گونجتا بن وہ درندوں کی تھا آوازوں سے
تھا ہر اک سمت بھرا خوف کے اندازوں سے (۵)

سہمتا دل تھا اُٹھاتے ہوئے اُس بن میں نظر بھیڑیئے باگھ تھے ملتے تھے وہاں شیر ببر
دیتا دکھلائی نہ تھا ایک بھی انسان کا گھر راچھس ایسے تھے کہ کھالیں کہیں پا جائیں اگر
اُن سے کچھ کم نہ تھا ڈر مردمِ صحرائی کا
ہوش سب گم تھا وہاں صبر و شکیبائی کا (۶)

ایسے ناگوں[1] سے بھرا تھا وہ بیابانِ عظیم جو نگل جاتے تھے حیوانِ توانا و جسیم
جا بجا قافلے دیتوں کے تھے جنگل میں مقیم راہ کوئی نہ تھی جس میں کہ نہ ہو خطرہ و بیم
راہ زن لُوٹتے اور برسرِ رُسوائی تھے
خارِ صحرا بھی کفِ پا کے تمنائی تھے (۷)

[1] नागों

بولے لچھمن سے شری رام جی یہ دیکھ کے حال — لو کماں ہاتھ میں اور تیر کو ترکش سے نکال
جانکی بیچ میں دونوں کے ہوں اے نیک خصال — راہ مخدوش ہے واجب ہے ہر اک سمت خیال
اور سیتا سے یہ کہتے ہوئے کچھ خوف نہیں
باتوں باتوں ہی میں طے کر گئے چھ کوس زمیں (۸)

دیکھی اک پشکرنی[۱] تب تھے کھلے جس میں کمل — پاس ہی جس کے درختوں میں تھے ہر قسم کے پھل
ہنس بیٹھے تھے کناروں پہ بہت صاف تھا جل — دور ہو کسل جسے پینے سے دل جائے بہل
دل ہوئے اُن کے تر و تازہ جو پانی وہ پیا
لمحہ بھر سایہ میں تب تینوں نے آرام کیا (۹)

دیکھا اک دیت کو تب اپنی طرف آتے ہوئے — مُنہ کو کھولے ہوئے اور دانتوں کو دکھلاتے ہوئے
شور کرتے ہوئے سب جیووں کو ڈرواتے ہوئے — نشیچروں بنچروں[۲] اور ہاتھیوں کو کھاتے ہوئے
جیو ایسے بھی کئی تھے جو چھدے شُول[۳] میں تھے
اور بہت ایسے جو پامال وہیں دھول میں تھے (۱۰)

رام جی بولے لکھن لال سے یہ دیکھ کے تب — شکل سے اسکی ہیں دیکھو تو عیاں قہر و غضب
ہیں جو بزدل یہ انھیں کیلئے ہے ڈر کا سبب — لو اسی سمت کو آتا ہے یہ آ ہی گیا اب
لکشمن بان شراسن پہ چڑھا لو اپنے
جانکی تم نہ ڈرو دل کو سنبھالو اپنے (۱۱)

اُٹھ کے جب رام ہوئے شیر کی مانند کھڑے — دیت نے ہنس کے تب اُن سے کہے فقرے یہ کڑے
نظر آتے ہو دھنش بان سے مغرور بڑے — بن میں تم کب سے ہو دیتوں کے جو پالے نہ پڑے
بھیش مُنیوں کا مگر ساتھ میں ناری کیوں ہے
کھینچ لے آئی تمھیں موت تمھاری کیوں ہے (۱۲)

نام تم سب کے ہیں کیا رہتے ہو تم لوگ کہاں — کام کیا تھا تمھیں تم کس لئے آئے ہو یہاں
رام جی بولے ہمارا ہے اجودھیا میں مکاں — بھائی لچھمن ہے یہ ہے رام مرا نام عیاں
میری پتنی[۴] ہیں یہ پرانوں سے بھی پیاری سیتا
ہیں یہ متھلیش جنک راج دُلاری سیتا (۱۳)

[१] पुष्करिणी
[२] बनचरों
[३] शूल
[४] पत्नी

باپ کے حکم سے ہم آئے ہیں اے فتنہ شعار　　قصد بھی ہے کہ کریں تم سے ہی دیتوں کا شکار
لو سنبھل جاؤ عبث کرتے ہو اتنی تکرار　　بچ کر اب ہم سے تو تم جا نہیں سکتے زنہار
ابتدا خوب ہوئی روز ملیں گے اک آدھ
(۱۴)
ہنس پڑا زور سے اِن رام کی باتوں پہ براَدھ

پھر کہا اُس نے ابھی کیا تمھیں معلوم نہیں　　مجھ کو کہتے ہیں برادھ اور میں رہتا ہوں یہیں
کانپتے خوف سے ہیں میرے فلک اور زمیں　　بھاگتے دور مرے نام سے ہیں گوشہ نشیں
دیکھ کر تم کو مگر دل میں ترس کھاتا ہوں
(۱۵)
ہاتھ اُٹھاتے ہوئے تم بچوں پہ شرماتا ہوں

جان کی خیر اگر چاہو تو تم جاؤ نکل　　دے دو سیتا کو مجھے چھوڑ دو آہنگ جدل
جانکی جی کی طرف کہہ کے یہ دوڑا وہ دغل　　کر دیا رام نے تب کاٹ کے ہاتھ اُسکے عزل
مُنہ کو پھر کھول کے رگھوناتھ کی جانب وہ بڑھا
(۱۶)
پھر لیا رام نے بان اپنے شراسن پہ چڑھا

کاٹ کر پھینک دیئے پیر کیا تیر جو سَر　　لُنج تب ہو کے زمیں پر وہ گرا مثلِ شجر
جانکی جی کی نہ کچھ اپنی رہی اُس کو خبر　　پیٹ کے بل وہ بڑھا جلدی سے تھے رام جدھر
کر دیا رام نے تب کاٹ کے سر تن سے جُدا
(۱۷)
جسم سے روح ہوئی اُسکی خودی مَن سے جُدا

دیوتاؤں کے نگاڑوں کی ہوئی عرش پہ دھوم　　اپسراؤں کا ہوا کنّروُں[1] کا خوب ہجوم
اس طرف چھوڑ کے اُس جسم کو روحِ مرحوم　　پا گئی دوسرا قالب ہوئے سب دور غموم
تاب کم جس کی نہ کچھ مہرِ جہاں تاب سے تھی
(۱۸)
کم نہ گہنوں کی چمک چشمۂ سیماب سے تھی

رام کو کر کے پرنام اپنا جھکائے ہوئے سَر　　بولا بھکتوں کی سدا لیتے ہیں آپ اپنے خبر
بیکسوں پر ہے بس اک آپ کی شفقت کی نظر　　آپ جن کے ہیں نہیں اُن کو کوئی خوف و خطر
ساتھ سنسار کی مایا کا چھڑاتے ہیں آپ
(۱۹)
روح کو زحمِ تناسُخ سے بچاتے ہیں آپ

[1] किन्नरों

اے کمل نین شری رام مری عرض سنو　　جس سے انُو راگ بڑھے اپنی وہ بھکتی مجھے دو
دھیان چرنوں کا تمھارے کبھی جائے نہ پربھو　　وِرد میں نام تمھارا ہی زباں پر مری ہو
دُور آنکھوں سے مری عارضِ پُر نور نہ ہوں
(۲۰)　　ہاتھ خدمت سے تمھاری کبھی معذور نہ ہوں

پیر اُٹھیں گر تو نہ اب راہِ ستم پر سوامی　　سر جھکے آپ ہی کے صرف قدم پر سوامی
غم نہیں کرم سے دُکھ آئے جو ہم پر سوامی　　آپ کی ہے جو نظر مہر و کرم پر سوامی
وِدّیا دھر تھا میں پہ چھپا تا نہیں کچھ آپ سے میں
(۲۱)　　بن گیا دیت تھا دُرباسا کے اک شاپ سے میں

ہو گیا آج بری اُس سے اب اے نیک صفات　　بھول سکتا ہی نہیں آپ کے میں احسانات
سَت چِت اور پرم آنند ہے اک آپ کی ذات　　جو شرن آپکی آتے ہیں وہ پاتے ہیں نجات
دیجیے رام مجھے بھکتی چرن کی اپنے
(۲۲)　　ہو جواب حکم تو لوں راہ وطن کی اپنے

اس طرح پر جو کیا قصۂ غم اپنا بیان　　ہو کے خوش اُس سے دیا رام نے اُسکو بردان
میرے درشن سے کہا میرا تُو وِدّیا دھر مان　　اب کرے گی نہ یہ مایا مری تجھ کو حیران
ہو گی حاصل تجھے بھکتی مری دیتا ہوں یہ بر
(۲۳)　　خود بخود جس سے ملے گا تجھے مُکتی کا ثمر

کہہ کے بر کھکیتُ اُماجی سے یہ فیضِ شری رام　　جس طرح دیت کو بھکتی سے دیا عیشِ مُدام
بولے سننے سے ملے گا اِسے دنیا میں مرام　　بعد ازاں ہو گا سدا کے لئے جنّت میں قیام
جو پڑھے گا اِسے وہ رام کو پیارا ہو گا
(۲۴)　　جنم دنیا میں نہ پھر اُس کا دوبارا ہو گا

غزل

زمانہ میں وہ ہر جگہ جلوہ گر ہے　　نہ آئے نظر تو یہ نقصِ نظر ہے
ہیں نرگُن سگُن دونوں ملزوم و لازم　　وہی دیکھتا ہے جو اہلِ نظر ہے

کہیں پر ہے جہر اور کہیں اُس کا پرتو کہیں ماہتاب اور کہیں پر قمر ہے
کہیں پر عیاں ہے نہاں ہے کہیں پر کہیں پر حرارت کہیں پر شرر ہے
کہیں گیان ہے اور کہیں پر ہے بھکتی شجر دو مگر ایک اُن کا ثمر ہے
خبردار ہے وہ ہی اُسکے نشاں سے جو اپنی ہی ہستی سے خود بے خبر ہے
وہی جاگتا ساری دنیا ہے سوتی جسے خواب سارا جہاں سربسر ہے
نظر آئے وہ گر کھُلے چشمِ باطن ہے جس کی تجسس یہ دل اُسکا گھر ہے
خودی کا جو پردہ اُٹھے اپنے دل سے تو اک لمحہ بھر میں ادھر سے اُدھر ہے
نہیں کوئی حامی ہے نارآین اپنا نہ دل ہے نہ قالب نہ سودا نہ سر ہے
سہارا ہے اک اُسکے فیض و کرم کا وہی بندہ پرور وہی راہبر ہے
بچالے اگر وہ تو ہے شکر اُسکا
یہی روح ورنہ یہی رہگذر ہے

سوئیا۔ یگیہ کرے چاہے یوگ نرآین ہوت کہا جو گنوائے دے پرانا
رام کے نام کو جاپ کرے کلی میں نہیں اور اُپاؤ ہے آنا
آن کی آن میں دیت سُدھار کہاں لگ اور کروں میں بکھانا
ہوئے نِورتّ تُرنت جو انت سمے ہیئے میں رہے رام کو دھیانا

دوہا

سنمکھ آئے جیو کے۔ نہیں دیکھت اپرادھ
کو ہے رام سمان جن۔ بھکتی دینھ برادھ

सवैया—यज्ञ करे चाहे योग 'नरायन' होत कहा जो गंवाय दे प्राना ।
राम के नाम को जाप करे कलि में नहिं और उपाउ है आना ।
आन की आन में देत सुधार कहां लगि और करौं मैं बखाना ।
होइ निवृत्ति तुरन्त जो अन्त समय हिय में रहे राम को ध्याना ॥
दो०—सम्मुख आये जीव के, नहिं देखत अपराध ।
को है राम-समान जिन, भक्ती दीन्ह विराध ॥

نارآین کلی کال مہاں - رام نام آدھار
اور کئے کچھو نا سرے - یوگ یگیہ آچار

سرگ دوسرا

شربھنگ[1] اور ستیچھن رشیوں وغیرہ سے رام کی ملاقات

شاپ سے دیکے اُسے رام جی اسطرح نجات — بھائی اور جانکی سے کہتے ہوئے دھرم کی بات
ہر طرف دیکھتے دشٹوں کی بچاتے ہوئے گھات — پہونچے جس جا پہ تھے شربھنگ رشی نیک صفات
خوش ہوئے دیکھ کے دلکش وہ تپوبن مُن کا
جانفزا عیش وطرب خیز تھا آشرم اُن کا (۱)

رام کو آئے ہوئے دیکھ کر اُٹھے شربھنگ — تن میں پُلکا ولی اور دل میں اُٹھی پریم اُمنگ
گر پڑے دوڑ کے قدموں پہ نہ کی کچھ بھی درنگ — دے کے تعظیم سے پھولوں کا سنگھاسن گلرنگ
پوجا ہر طور سے حالت ہوئی آنند[2] گھن کی
اپنے تن کی نہ رہی یاد نہ اپنے مَن کی (۲)

کند پھل مول سے شربھنگ نے کی پہونائی — جوڑ کر ہاتھ کہا تب کہ سُنو رگھورائی
ایک مُدّت سے تھی دل میں جو ہوس بر آئی — تھی تمنّا ہمیں جس شکل کی دی دکھلائی
تپ کا پھل اپنے تمھیں آج دیئے دیتا ہوں
مُکتی میں اس کے عوض تم سے لئے لیتا ہوں (۳)

کر دیا کہہ کے یہ پھل دھرم کا اُن کو ارپن — دل میں ویراگ بڑھا ہٹ گیا سنسار سے مَن
پھر پردچھن[3] کیا رگھوبر کا جھکا کر گردن — تب چتا پر ہوئے آسین بہت ہو کے مگن
دھیان اُس شیام برن روپ کا دل میں دھر کے
بولے یوں لچھمن وسیتا کو مخاطب کر کے (۴)

(۱) शरभंग
(२) आनंद-घन
(३) प्रदक्षिणा

'नारायन' कलि-काल मंह, राम-नाम आधार।
और किये कछु ना सरे, योग यज्ञ आचार॥

رام سا کون ہے دُکھ سکتا ہو دُکھیوں کا جو ہر — رام سا کون ہے لیتا ہو جو دینوں[1] کی خبر
رام سا کون ہے بھکتوں پہ جو رکھتا ہو نظر — رام سا کون ہے وہ جس کی کرے یاد بشر
رام سا کون ہے جو دامنِ مقصد بھر دے
(۵)
رام سا کون ہے ارمان جو پورا کر دے

یاد کرنے سے مرے آئے ہیں رام آج کہاں — ورنہ یہ وادیٔ پُرغم وہ اودھ راج کہاں
میں گدا اور یہ راجاؤں کے سرتاج کہاں — مخزنِ فیض یہ میں بندۂ محتاج کہاں
ہیں یہ بے مثل کہ ثانی نہیں ان کا کوئی
(۶)
بانیٔ دہر ہیں بانی نہیں ان کا کوئی

دھیان تب رام لکھن جانکی جی کا دھر کر — وہ کمل نین جٹا جوٹ مکٹ رُوپ سُگھر[2]
بولے شر بھنگ کہ اے رام رمایت رگھوبر — جاتے برہما کے تھے ہم دھام مگر پاکے خبر
بن میں تم آتے ہو دیدار تمہارا ہوگا
(۷)
رُک گئے تھے کہ سپھل جنم ہمارا ہوگا

کی دَیا تم نے دیا آکے جو درشن بھگوان — رہ گیا اب نہ جو پورا نہ ہوا ہو ارمان
آرزو ہے تو یہی ہے فقط اے رام سُجان[3] — ہمرہِ جانکی دل میں رہو میرے ہر آن
دیر تک دھیان وہ تب رام کا دل میں کرکے
(۸)
رام کے دھام گئے آگ چِتا میں دھر کے

دل میں مُنِ ہر کے جو تھا رام کی بھکتی کا خیال — اس لئے رہ نہ گیا مُکتی کے ملنے کا سوال
تھے جو مُن لوگ وہاں خوش ہوئے یہ دیکھ کے حال — مانگا پھر سب نے یہ بردان کہ اے ذاتِ کمال
یوں ہی ہم سب پہ دیا آپ کی رگھوبیر رہے
(۹)
دل کے پردے پہ کھنچی آپ کی تصویر رہے

جوڑ کر ہاتھ کیا رام نے مُنیوں کو پرنام — تب اُنھوں نے یہ کہا۔ دیکے دعا اُن کو کہ رام
آپ بھگوان ہیں ایشور ہیں نہیں اسمیں کلام — رُوپ کرونا[4] کے ہیں اور آپ ہی آنند کے دھام
جانکیِ لچھمی ہیں اور شیش کے اوتار لکھن
(۱۰)
شنکھ اور چکر ہیں دونوں بھرت اور شترودمن

[1] दीनों
[2] सुघर
[3] सुजान
[4] करुणा

آپ نے سُن کے بِدھاتا کی زبانی فریاد — اور خود دیکھ کے ہوتی تھی جو ہم پر بیداد
تنِ انسانی میں اے فضل و کرم کی بنیاد — آج ہم سب کا کیا آ کے یہاں پر دل شاد

دیجئے رام جی اب دُکھ سے رہائی ہم کو
کیجئے دور دیا کر کے ہمارے غم کو (۱۱)

چلئے دکھلائیں گے ہم چلتے ہیں اے نیک شعار — ظالموں کے ہوئے جس طور سے ہم لوگ شکار
ہم نے ایذائیں سہیں ہم کو جو دیں لیل و نہار — اُس پہ یہ ظلم کہ لاشوں کے لگائے انبار

قتل ہم سب کو وہ کرتے ہیں درندوں کی طرح
بھاگتے پھرتے ہیں ہم اُن سے پرندوں کی طرح (۱۲)

سُن کے یہ قصۂ پُر درد بڑھے اور جو رام — جا بجا دیکھتے کرتے ہوئے رشیوں کو پرنام
راہ میں اُن کو نظر آئے کئی ایسے مقام — تھیں جہاں سوکھی ہوئی کھوپڑیاں اور عظام

پوچھا رگھوناتھ نے پڑتی یہ جو دکھلائی ہیں
ہڈیاں کس کی ہیں اور کیسے یہاں آئی ہیں (۱۳)

ہاتھ تب جوڑ کے یہ رام سے مُنیوں نے کہا — جانتے آپ ہیں کیا پوچھتے ہیں ہم سے بھلا
ہم پہ جو ظلم ہوا ہے یہ نمونہ اُس کا — اور چلئے تو ابھی آپ نے دیکھا ہی ہے کیا

اس قدر دیکھئے دیتوں نے ستم ڈھایا ہے
ہڈیاں سر کی یہ اُن کے ہیں جنھیں کھایا ہے (۱۴)

اشک بھر آئے سُنے دُکھ سے بھرے جب یہ بچن — آ گیا جوش بڑی طیش سے ماتھے پہ شکن
دیکھ کر اُن کی مصیبت جو بڑھی دل کی جلن — تو کیا رام نے اُن سب کو سُنا کر یہ پرن[۱]

رام ہے نام جو میں سب کو دکھا دوں تو سہی
نام دیتوں کا زمانہ سے مٹا دوں تو سہی (۱۵)

گھومتے کرتے ہوئے رشیوں کے درشن شری رام — کچھ دنوں کر گئے آرام سے اُس بن میں مقام
بعدہٗ آئے جہاں پر تھا سُتیچھن[۲] کا قیام — خوبیاں رہتی تھیں ہر فصل کی جس جا پہ مدام

تھے اگست ان کے گُرو اُنکے یہ انوگامی[۳] تھے
رام کے نام کے جپ میں یہ بڑے نامی تھے (۱۶)

(۱) परण
(۲) सुतीक्ष्ण
(۳) अनुगामी

جب سُنا رام کا استھان پہ اپنے آنا دوڑے یوں اُٹھ کے ہو جس طور کوئی دیوانا
بادۂ عشق سے پُر دل کا ہوا پیمانا کچھ نہ سُوجھا کہ کدھر جاؤں کہاں ہے جانا

بے خودی پہلے سے تھی راہ بھی اب بھول گئے
(۱۷)
دل میں تھے جتنے خیالات وہ سب بھول گئے

آگے بڑھتے کبھی پیچھے کو وہ پھر جاتے تھے رقص کرتے کبھی ہنستے تو کبھی گاتے تھے
جذبۂ عشق میں آنسو کبھی بھر لاتے تھے رام جی دیکھتے تھے چھپ کے یہ سکھ پاتے تھے

بادۂ عشق سے مخمور جو پایا اُن کو
(۱۸)
دل میں تب رام نے روپ اپنا دکھایا اُنکو

پریم کے مارے سکے پیر نہ جب اُنکے سنبھل راہ میں بیٹھ گئے تھک کے وہیں ہو کے اچل
پھل ملا تپ کا اُنھیں اپنے ہوا جنم سپھل تن میں پلکا ولی تھی آنکھوں میں تھا پریم کا جل

خوش ہوئے رام جی یہ دیکھ کے حال اُنکا عجیب
(۱۹)
خوابِ راحت سے جگانے کو گئے اُن کے قریب

کوششیں اُن کو جگانے کیلئے رام نے کیں تھے وہ بے خود مگر اتنا کہ تھا کچھ ہوش نہیں
جب کسی طور نہ مُن راج نے آنکھیں کھولیں پربھو جی روپ دکھایا اُنھیں تب دل میں وہیں

دیکھ کر روپ سوتیچھن جی وہ گھبرا کے اُٹھے
(۲۰)
کُھل گئیں آنکھیں وہیں ہوش میں تب آ کے اُٹھے

سامنے دیکھ کے شری رام کا وہ شیام بدن گر پڑے دوڑ کے قدموں پہ پڑا کچھ جو نہ بن
تن کی کچھ سُدھ نہ تھی تھے پریم میں اتنا وہ مگن خوش ہوئے دیکھ کر اُن کو شری سیتا و لکھن

تب دیا بندھ نے دیا کر کے اُٹھایا اُن کو
(۲۱)
ہرش اور پریم سے چھاتی سے لگایا اُن کو

لا کر استھان پر اُن تینوں کو با شوکت و شاں مُن سوتیچھن نے بہت عجز سے یوں کھولی زباں
کیسے ہو آپ کی تعریف بھلا مجھ سے بیاں رکرمِ شب تاب کہاں چشمۂ سیماب کہاں

شیام تن سر پہ جٹا۔ روپ جو من کو ہر لے
(۲۲)
ایسا پاون کہ اپاون کو بھی پاون کر لے

آپ گنجینۂ اکرام ہیں اے جانکی ناتھ رکھتے ہیں آپ کے قدموں پہ جہاد کو بھی ماتھ
ساری دنیا کی بھلائی ہے بس اک آپکے ہاتھ مایا رہتی ہے الگ آپ سے اور آپ کے ساتھ

اُس کا دُکھ جس پہ نظر آپ کی ہو کٹ جائے
(۲۳)
سُکھ ملے گیان سے مایا کا جنوں ہٹ جائے

پدکمل آپ کے یہ ناؤ ہیں بھوسِندھُ کو رام بھکت جن اِن کے سہارے سے اُترتے ہیں مُدام
میں تو ہوں آپکے داسوں کے بھی داسوں کا غلام مجھ کو جکڑے ہوئے ہے دُنیوی آرام کا دام

وہ دیا کیجئے ابھماں ہمارا چھوٹے
(۲۴)
موہ دھن استری اور پُتر کا سارا چھوٹے

آپ کا رُوپ یہ اے رام منوہر سُندر دھیان میں شیوؔ کے جو رہتا ہے سدا آٹھ پہر
جانکی جی کے رہا کرتا ہے جو پیشِ نظر اور ہے آپ کے بھکتوں کے لئے سُکھ کا جو گھر

آرزو یہ ہے کبھی دل سے مرے دور نہ ہو
(۲۵)
موت آجائے جو یہ آپ کو منظور نہ ہو

نام ہی آپ کا ہے جن کو سہارا بھگوان رہتے ہیں رام جی آپ اُن کے محافظ ہر آن
جو نہیں کرتے مگر بھول کے بھی آپکا دھیان عیش و عشرت کے نہیں چھوٹتے جن سے سامان

جو سمجھتے ہیں کہ گھر سُکھ کا یہی گیتی ہے
(۲۶)
آپ کی مایا اُنھیں اور بھی دُکھ دیتی ہے

آپ ہی کرتے ہیں تکوینِ جہاں دینِدیال آپ ہی اُس کی نگہبانی کا رکھتے ہیں خیال
آخرش آپ ہی کر دیتے ہیں اُس کو پامال آپ اج[1] آپ ہری[2] آپ ہیں ہر[3] ذاتِ کمال

نام جپتے ہیں جو ت آپ کے جو گاتے ہیں
(۲۷)
دور دُکھ کرتے ہیں آپ انکا وہ سُکھ پاتے ہیں

دور اگیان سے گو آپ ہیں اے جانکی بَر تو بھی اِن پدکملوں پر ہے مرا آج یہ سر
دھیان میں آپ کے مسرور ہیں جو آٹھ پہر آپ انھیں دہر کی ہر شکل میں آتے ہیں نظر

جس طرح لاکھوں ظروف اُن میں اگر پانی ہو
(۲۸)
منعکس ہوں وہ سب اک مہر کی تابانی ہو

(۱) अज (۲) हरी (۳) हर

ہنس کے تب رام نے مُن راج سے یہ فرمایا — تم سے مُنیوں کے ہی دیدار کو ہوں میں آیا
دُور بھکتی سے مری رہتی ہے ساری مایا — اک طریقہ یہی ویدوں نے بھی ہے بتلایا
اور کو چھوڑ کے جو میری شرن میں آئے
وہ ہمیشہ مرے سُکھ روپ کے درشن پائے (۲۹)

خوش ہوا تم سے میں استُتی[۱] یہ تمھاری سُن کر — مانگ لو دل میں تمھارے کوئی خواہش ہو اگر
جوڑ کر ہاتھ یہ تب رام سے بولے مُن بر — آج تک میں نے کسی سے بھی نہ مانگا کوئی بر
آپ تو خود ہی ہیں حاکم کوئی محکوم نہیں
ساری چیزیں بھی جہاں کی مجھے معلوم نہیں (۳۰)

آپ کو پا کے میں اب آپ سے مانگوں بھی تو کیا — آپ کے دل میں جو آئے مجھے کیجیے وہ عطا
بولے تب رام کہ کیا دوں تمھیں بھکتی کے سوا — گیان ویراگ ہے اور جس میں ہے وِگیان بھرا
اپنی بھکتی وہی دیتا ہوں تمھیں آج مُنیش
تا رہو تم نہ کسی بات کے محتاج مُنیش (۳۱)

عرض پھر کی یہ ستیچھن نے کہ اے رگھورایا — آپ نے بر جو دیا مجھ کو وہ میں نے پایا
آپ نے کی ہے اگر مجھ سے ادھم پر دایا — تو مجھے دیجیے وہ بر ہے جو مجھ کو بھایا
جانکی لکشمن اور آپ کا نِت باس رہے
دل میں ہر وقت مرے آپ کی اک آس رہے (۳۲)

دے کے مُن بر کو یہ بر دان بہ الطاف و کرم — رام جی بولے ہماری یہی خواہش ہے کہ ہم
جا کے کُنبھج[۲] رشی کا بھی کریں دیدارِ قدم — اور ست سنگ بہم ہو ہمیں اُن کا کوئی دم
اُن کے دیدار سے راحت ہمیں حاصل ہوگی
شکل کب اُن کی ان آنکھوں کے مقابل ہوگی (۳۳)

عجز سے پھر یہ کہی رام سے مُن راج نے بات — کیجیے کر کے کرم آپ قیام آج کی رات
صبح کل آپ کے ہمراہ میں اے نیک صفات — چل کے گورُ دیو کی کچھ روز کرونگا خدمات
رام جی نے یہ کہا آپ جو فرماتے ہیں
لیجیے آج کی شب ہم یہیں رہ جاتے ہیں (۳۴)

(۱) असतुति
(۲) कुम्भज

غزل

ہ ہر دم رہے زباں پر اے رام نام تیرا گلزارِ عرش دل ہو گر ہو مقام تیرا گ

م موجود ہر جگہ پر ہے اک ترا ہی جلوہ رہتا جہاں میں سب پر ہے لطفِ عام تیرا ر

ت تیری عنایتوں کا شاکر ہوں میں تو کیوں کر ناچیز نا سمجھ ہوں میں اک غلام تیرا ن

ب بندوں کی اپنے خاطر کیا کیا کیا نہ تُو نے احسانِ سرمدی ہے بہرِ انام تیرا ا

ہ ہیں تیری ہی تجلّی سے مہر و ماہ روشن رہتا ہے ذرّہ ذرّہ میں بھی قیام تیرا ر

ا اے خالقِ جہاں تُو کرتا ہے حُکمرانی آتا نظر ہر اک جا ہے انصرام تیرا ا

د دنیا میں آکے اُسنے حاصل کیا نہ کچھ بھی یک لحظہ دھیان جس کو آیا نہ رام تیرا ی

ر رحمت کی آس تجھ سے نارائن اک یہی ہے نگہِ کرم ہو۔ پائے بیکنٹھ دھام تیرا ن

سوئیا

پاپ پیودھِ سے پار کریں پربھُ پریت کئے پد پنکج میں
نام تے لیت اُبار پرنت سُو بھاؤ رہے جو رہیو گج میں
دھیان دھرے نہیں راکھت ہیں کچھو انتر جیون میں اج میں
چھانڑُ سبے کرُ نیہہ نرائن تُو اُن پاوَن کی رج میں

سورٹھ۔ بھوندھِ اگم اپار۔ پوت پدا مبج پریم درڑھ
جیو جاسُو آدھار۔ جاہیں پار سندیہہ بنُ

دوہا۔ بھکتن کے ہت کون سو۔ جو نہیں کیو اُپائے
لاج نہ راکھی داس کر۔ کہاں رام رگھورائے

सवैया—पाप-पयोधि से पार करें प्रभु प्रीति किये पद-पङ्कज में।
नाम ते लेत उबार परन्तु सो भाव रहै जो रह्यो गज में।
ध्यान धरे नहिं राखत हैं कछु अन्तर जीवन में अज में।
छांडु सबै करु नेह 'नरायन' तू उन पाँवन की रज में॥

सो०—भव-निधि अगम अपार, पोत पदाम्बुज प्रेम दृढ़।
जीव जासु आधार, जाहिं पार सन्देह बिनु॥

दो०—भक्तन के हित कौन सो, जो नहिं कियो उपाय।
लाज न राखी दास कर, कहां राम रघुराय॥

سرگ تیسرا

بھگوان رام کا اگستؔ مُنی کے آشرم پر آنا

حال اب کہتے ہیں شیوجی وہ پسندیدۂ عام جس کو سننے سے ہو ویراگ کا حاصل انعام
رات بھر کر کے سوتیچھن کی کُٹی پر بسرام ہو گئے صبح کو اُس بن سے روانہ شری رام
ساتھ سومتر سوتیچھن کو سیا کو لے کر
تھے اگن جِہیہ[1] جہاں آئے وہاں پر رگھوبر (۱)

خوش ہوئے دیکھ کے مُن راج کی خاطر داری رات کی سب نے بسر رہ کے وہیں پر ساری
دوسری صبح کو پھر رام نے کی تیاری آئے کُنبھج کا تپو بن تھا جہاں مَن ہاری
تھا یہ بن اُن کا جنھیں کام نہ تھا کچھ دھن سے
تھا کسی بات میں بھی کم نہ یہ نندن[2] بن سے (۲)

پیڑ اس بن میں پھلے رہتے تھے ہردم پھل کے میٹھے سوتے کئی اس جا پہ تھے نرمل جل کے
جھونکے لاتی تھی ہوا نشر کے ہلکے ہلکے رہتے حیوان تھے ہِل مِل کے سب اس جنگل کے
بولیاں چڑیوں کی ہر سمت تھیں پیاری پیاری
جتنی چیزیں تھیں یہاں پر وہ تھیں ساری پیاری (۳)

جا کر استھان پہ کُنبھج کے جو پہونچے شری رام بھیجا باہر سے سوتیچھن کی زبانی یہ پیام
جا کے کہہ دو کہ ہے دروازہ پہ موجود غلام ہے اودھ کے شہِ دشرتھ کا پسر رام ہے نام
آپ کے قدموں کے دیدار کو وہ آیا ہے
ساتھ میں جانکی اور بھائی کو بھی لایا ہے (۴)

جا کے پہونچے جو سوتیچھن جی بہت تیز خرام دیکھتے کیا ہیں کہ گھیرے ہیں اُنھیں بھگت تمام
زاہد و عابد و عارف کا ہے اک مجمع عام جن سے کرتے ہیں بیاں وہ کرم و رحمتِ رام
جوڑ کر ہاتھ سوتیچھن نے جھکا کر سر کو
عرض گورُو دیو سے کی لایا ہوں بیتا بر کو (۵)

[1] अगिन जिह्व
[2] नन्दन

آپ رہتے ہیں مگن جن کے بھجن میں ہردم | آج آئے ہیں یہاں وہ پئے دیدار قدم
دست بستہ ہیں کھڑے جانکی اور رام بہم | ہو اجازت اگر آنے کی تو لائیں انھیں ہم
خوش ہوئے سُن کے سو تیچھن کی یہ باتیں مُن راج
بولے ہو تیرا بھلا اور مجھے دھن[1] ہے آج (۶)

جن کا پاتے ہیں بڑے بھاگ سے دیدار منیش | دھیان میں رہ کے سدا جنکے مگن ہیں جوگیش
جن کے قدموں پہ جُھکاتے ہیں آج اور دُھوجا[2] بھی شیش | خوش نصیبی سے وہ رگھوبنس بھوشن[3] جگدیش
داس کے واسطے تکلیف گوارا کر کے
گھر مرے آئے ہیں خود گھر سے کنارا کر کے (۷)

جلد لے آؤ یہاں اُن کو سو تیچھن جا کر | جن کے درشن کیلئے بن میں بسا ہوں آ کر
آج دو جنم کا پھل مجھ کو اُنھیں دکھلا کر | کوئی خواہش نہیں رہ جاتی ہے جن کو پا کر
کہہ کے یہ بات بڑھے خود بھی سماگم[4] کے لئے
منتظر رہ نہ سکے دید کے دو دم کے لئے (۸)

جا کے نزدیک مع رشیوں کے یوں فرمایا | خوش نصیبی ہے جو آج آپ کا درشن پایا
آئیے رام جی استھان میں کر کے دایا | گو بھکاری ہوں میں اور آپ چراچر رایا
لیکن اعلیٰ ہیں جو اسفل پہ کرم کرتے ہیں
جو بھلے ہیں وہ نظر عیب پہ کم کرتے ہیں (۹)

پریم سے اور تو کچھ کہہ نہ سکے رشی رائی | دھار آنکھوں سے چلی تن میں پُھریری چھائی
بات کانوں میں جو یہ رشی کی زبانی آئی | اُن کے قدموں پہ گرے دوڑ کے دونوں بھائی
بس میں بھگتوں کے جو اس طور سے پایا اُنکو
خوش ہوئے رشی نے کلیجہ سے لگایا اُن کو (۱۰)

پریم اُس وقت کا مُن بر کے ہو کس طور بیاں | چشم پُرنم سے تھا اور تن کے ہر اک مو سے عیاں
ہاتھ میں ہاتھ لئے دل میں ہزاروں ارماں | لے چلے ساتھ بہ اعزاز اُنھیں سوئے مکاں
لا کر اندر مع سیتا و لکھن کے اُن کو
مول پھل دے کے کُش آسن دئے بن کے اُنکو (۱۱)

[1] धन्य
[2] ध्वज
[3] विभूषण
[4] समागम

جوڑ کر ہاتھ کہا رام سے رِشی راج نے تب
چھیر ساگر پہ گئے برہمّا تھے پاس آپکے جب
اور کیا قتل کا راون کے تھا بر دان طلب
سوچ کر تب سے کہ دنیا ہے مصائب کا سبب
بن میں آیا ہوں کہ ہوگا مجھے دیدار نصیب
(۱۲)
یہ کمل آپ کے ہو جائیں گے سرکار نصیب

مل گیا دیکھ کے رام آپ کو تپ کا مجھے پھل
دل میں ارماں تھا جو میرے وہ گیا آج نکل
میری تقدیر پھری شومیٔ قسمت گئی ٹل
ہو نہ جز بھکتی کے اب اور کوئی دل میں اَمَل
پریم سے کہہ نہ سکے اور کوئی بات اگست
تب لگے رام کی یوں کرنے مُناجات اگست

اَستُتی

جے جے رام جگت ہِتکاری
کیہی بِدھی استُتی کروں تمھاری
نہیں کو اُو پاؤ آدی نہیں اَنتا
تم اکھلیش ایک بھگونتا
سیتا شکتی روپ تو مایا
موہت سبھیں چراچر رایا
تیہی مایا کر نام انیکا
کو اُو بندھن کو اُو کہہ اویویکا
وید تاہی اوّیاکرت گاوت
مُول پرکرتی تیہی سانکھ بتاوت
مہت تتو کر کارن سوئی
جاتے اہنکار درِڑھ ہوئی
ست رَج تم گُن کارن ماہیں
تاتے اہنکار پرت جاہیں

स्तुति

जय जय राम जगत-हितकारी । केहि विधि अस्तुति करउं तुम्हारी ॥
नहिं कोउ पाव आदि नहिं अन्ता । तुम अखिलेश एक भगवन्ता ॥
सीता शक्ति-रूप तव माया । मोहति सबहिं चराचर-राया ॥
तेहि माया कर नाम अनेका । कोउ बन्धन कोउ कह अबिवेका ॥
वेद ताहि अव्याकृत गावत । मूल प्रकृति तेहि सांख्य बतावत ॥
महत्तत्त्व कर कारण सोई । जाते अहङ्कार दृढ़ होई ॥
सत रज तम गुण कारण माहीं । ताते अहंकार प्रति जाहीं ॥

شبد سپرش روپ رس گندھا ۔ اہنکار تامسی پربندھا
ایک شبد تاسوں آکاسا ۔ شبد سپرش وایو کر باسا
شبد سپرش روپ مِل ہوئی ۔ جا کہاں اگنی کہیں سب کوئی
شبد سپرش روپ رس-باری ۔ سب مِل ہوہیں بھومی آکاری
راجس اہنکار تے اُتپن ۔ ہوہیں کرم اُر گیان اندریہ گن
ساتوِک اہنکار رگھورائی ۔ مَن اُر اِندریہ سُر سمُدائی
نیترن سُورج شروتر دِش جانا ۔ توچا پَوَن جانہو بھگوانا
رسنا کیر ورُن آکارا ۔ گھران باس اشونی کمارا
واک دیو اگنی کہاں کہہیں ۔ اندر ہست اندریہ کر اہہیں
وشنو پاؤں کر متر گُدا کر ۔ برہما لنگ اندریہ کر رگھوبر
شبد آدی تن ماتر کہاوت ۔ تے پُن لنگ دیہہ اُپجاوت
لِنگ شریر سُوتر ہے سوئی ۔ رُوپ وِراٹ پُرش تیہی ہوئی
تیہی وِراٹ سُر ہوہیں انُوپا ۔ تریک یونی اُر مانو رُوپا

शब्द स्पर्श रूप रस गन्धा । अहङ्कार तामसी प्रबन्धा ॥
एक शब्द तासों आकासा । शब्द स्पर्श वायु कर बासा ॥
शब्द स्पर्श रूप मिलि होई । जा कंह अग्नि कहैं सब कोई ॥
शब्द स्पर्श रूप रस, वारी । सब मिलि होहिं भूमि आकारी ॥
राजस अहङ्कार ते उत्पन । होहिं कर्म अरु ज्ञानेन्द्रिय गन ॥
सात्त्विक अहङ्कार रघुराई । मन अरु इन्द्रिय-सुर समुदाई ॥
नेत्रन सूर्य्य श्रोत्र दिशि जाना । त्वचा पवन जानहु भगवाना ॥
रसना केर वरुण आकारा । घ्राण बास अश्वनीकुमारा ॥
वाक्-देव अगनी कंह कहहीं । इन्द्र हस्त-इन्द्रिय कर अहहीं ॥
विष्णु पाँव कर मित्र गुदा कर । ब्रह्मा लिंगेन्द्रिय कर रघुवर ॥
शब्द आदि तन्मात्र कहावत । ते पुनि लिङ्गदेह उपजावत ॥
लिङ्ग-शरीर सूत्र है सोई । रूप विराट पुरुष तेहि होई ॥
तेहि विराट सुर होहिं अनूपा । तिर्यक्-योनि अरु मानवरूपा ॥

جانوں رام ایک میں باتا ۔ تم ہیں تے سب جگ کر ناتا
رَج گُن کری بدھِ جگ نرمانا ۔ سَت گن پالن ہری بھگوانا
تَم گُن رُودر دیہہ تُم دھاری ۔ پرلے کال تم ہیں سنگھاری
سَت رَج تم سب جیون ماہیں ۔ جاگرتِ سوپن سوشُپتی کہاہیں
تُم ہیں ساچھی روپ کھراری ۔ دیکھو سبہیں جگت ہتکاری
تم ہیں نِت چیتنّ سُجانا ۔ تاتے نہیں بدلو نج بانا
لیلا کرن چہو تم جب ہیں ۔ مایا کری اولمبن تب ہیں
پرم آتما نرگن رُوپا ۔ مایا مِل دھری سگن سُورُوپا
جُگ پرکار تو مایا راما ۔ وِدّیا اَپر اَوِدّیا ناما
جیو ہیں ودّیا دیت نورِتّی ۔ ملے اوِدّیہیں ہوت پرورِتّی
پائے نورِتی بھکتی دِرڑھ ہوئی ۔ تاتے مُکتی پاؤ سب کوئی
منتر جاپ دِرڑھ بھکتی سُہائی ۔ جیو ہیں اوش مکتی سُکھ دائی
سادھ سنگ بِن ہوئے نہ بھکتی ۔ تیہی بن جیو ہیں ملے نہ مُکتی

जानउं राम एक मैं बाता । तुमहीं ते सब जग कर नाता ॥
रज-गुन करि विधि जग निर्माना । सत-गुन पालन हरि भगवाना ॥
तम-गुन रुद्र-देह तुम धारी । प्रलय-काल तुम ही संहारी ॥
सत रज तम सब जीवन माहीं । जाग्रत् स्वप्न सुषुप्ति कहाहीं ॥
तुमहीं साक्षी रूप खरारी । देखहु सबहिं जगत्-हितकारी ॥
तुमहीं नित चैतन्य सुजाना । ताते नहिं बदलौ निज बाना ॥
लीला करन चहहु तुम जबहीं । माया करि अवलम्बन तबहीं ॥
परम आतमा निर्गुण-रूपा । माया मिलि धरि सगुन स्वरूपा ॥
युग प्रकार तव माया रामा । विद्या अपर अविद्या नामा ॥
जीवहिं विद्या देत निवृत्ती । मिले अविद्यहिं होत प्रवृत्ती ॥
पाइ निवृत्ति भक्ति दृढ़ होई । तातें मुक्ति पाव सब कोई ॥
मन्त्र-जाप दृढ़ भक्ति सुहाई । जीवहिं अवशि मुक्ति-सुख-दाई ॥
साधु-सङ्ग बिनु होइ न भक्ती । तेहि बिनु जीवहिं मिलै न मुक्ती ॥

سوئی سادھو تات میں جانا ۔ جو سُکھ ارُ دُکھ سم پہچانا
اِچھّا رہت شانت جیہی بھاؤ ۔ تپ کلیش نہیں کام پربھاؤ
سنیم نیم بھجن نِشکرما ۔ کیول جو جانے نج دھرما
اندری جت من بش کر راکھا ۔ سوئی سادھو وید اَس بھاکھا
جب ہیں سادھو سنگ اَس پاوے ۔ تب ہیں منج چرن چِت لاوے
تو پد کمل اُپج جب پریتی ۔ تب درڑھ بھکتی ہوئے یہ ریتی
ملے بھکتی تے نِرمل گیانا ۔ تاتے ملے موکش پرمانا
رام موہیں پد پریت ابھنگا ۔ دیہو بھکتی بھکتن کر سنگا
یگیّادک پھل دینھ جنائی ۔ جنم سپھل تو درشن پائی
تو سوروپ اِن نینن دیکھوں ۔ میں نج کہاں کرتگیہ کر لیکھوں

دوہا

سیتا سہت ہردے مم۔ کرو ہو رام تم باس
تو سُمرن بن نہیں کبھوں۔ نکسے ایکھو شواس

सोई साधु तात मैं जाना । जो सुख अरु दुख सम पहिचाना ॥
इच्छा-रहित शान्त जेहि भाऊ । तप-कलेश नहिं काम-प्रभाऊ ॥
संयम नियम भजन निष्कर्मा । केवल जो जाने निज धर्मा ॥
इन्द्रिय-जित मन वश करि राखा । सोई साधु वेद अस भाखा ॥
जबहीं साधु-सङ्ग अस पावे । तबहीं मनुज चरन चित लावे ॥
तव पद-कमल उपज जब प्रीती । तब दृढ़ भक्ति होइ यह रीती ॥
मिलै भक्ति ते निर्मल ज्ञाना । ताते मिलै मोक्ष परमाना ।
राम मोहिं पद-प्रीति अभङ्गा । देहु भक्ति भक्तन कर सङ्गा ॥
यज्ञादिक फल दीन्ह जनाई । जनम सफल तव दर्शन पाई ॥
तव स्वरूप इन नयननि देखौं । मैं निज कहं कृतज्ञ करि लेखौं ॥

दो०—सीता-सहित हृदय मम, करहु राम तुम बास ।
तव सुमिरन बिनु नहिं कबहुं, निकसै एकहु श्वास ॥

استُتی رام کی یوں کر کے اُنھیں دی وہ کماں لاکے پہلے ہی سے جو آندر نے رکھّی تھی وہاں
اور ۲ دو کیش بھی پُر جنکے تھے تیروں سے دہاں تیر کم ہوتے نہ تھے جن میں تھا یہ وصفِ نہاں

بھائیوں کو وہ دیئے رام کو تلوار بھی دی
(۱۴)
اور تب رام سے رشی راج نے یہ بات کہی

آپ کا قہر اگر اے شہِ والا ہو جائے چکر دشمن کے لئے ماہ کا ہالا ہو جائے
ہو امر تو بھی اجل کا وہ نوالا ہو جائے آپ اگر چاہیں تو دُنیا تہ و بالا ہو جائے

آپ بھکتوں کو جرأت اپنے دکھانے کے لئے
(۱۵)
آئے سنسار میں راون کو مٹانے کے لئے

آپ جا کر انھیں ہتھیاروں سے اے واقفِ حال ماریئے دیتوں کو ہم سب کا مٹے رنج و ملال
آگے کچھ دور پہ ہے پنچ بٹی دینڈیال پاس دریا بھی ہے جسمیں ہے بھرا آبِ زُلال

پنچ-वटी

گوتمی نام سے مشہورِ جہاں ہے وہ ندی
(۱۶)
سر بسر مُظہرِ قالب وجاں ہے وہ ندی

جا کے کچھ روز وہیں کیجئے اے رام قیام ہر طرح آپ کو اُس بن میں ملے گا آرام
ہوگا پورا وہیں جا کر ہے جو کچھ دل کا مرام چلدیئے سُن کے یہ اور لیکے اجازت شری رام

راہ طے کر گئے وہ شیرِ نیستاں کی طرح
(۱۷)
بن گیا اُن کے لئے بن بھی گلستاں کی طرح

غزل

تعریف تری مُجھ سے بیاں کیسے بھلا ہو محدود ہو کس طرح وہ جو حد سے سوا ہو
آگاہ نہ تجھ سے ہو جو بے خود نہ ہو خود سے تیری ہی جو رحمت ہو تو یہ عقل رسا ہو
آغاز نہ ہے کوئی نہ انجام ہے تیرا کچھ تیری حقیقت کا پتا ہو بھی تو کیا ہو
وہ گردشِ تقدیر کو سمجھے نہ صعوبت در جس کے لئے تیری عنایات کا وا ہو
احسانِ گرانبار ہے خلقت پہ جہاں کی ممکن نہیں بندوں سے ترا شُکر ادا ہو
اک قطرۂ ناچیز بھی دامانِ صدف میں تیرا ہی کرم ہے کہ دُرِ بیش بہا ہو

ہوتا نہیں مایوس تری ذات سے کوئی
عاصی کوئی کتنا ہی سزاوارِ سزا ہو
کھل جائے گنہگار پہ بھی بابِ ارم کا
رحمت کی نظر تیری اگر اُس پہ ذرا ہو
یکتا ہے تو ثانی کہیں تیرا نہیں کوئی
جز تیرے نہیں کوئی بھی جس کو نہ فنا ہو
کس منہ سے کروں اپنی رہائی کی تمنّا
کرموں کا ملے پھل مجھے اچھا کہ بُرا ہو
پروا نہیں مجھ کو ہو تلافیٔ معاصی
اور ہو کے رہے بخت میں جو کچھ بھی لکھا ہو
لیکن ہے دعا اتنی کہ ہو تیرا تصوّر
یہ روح جب اس قالبِ خاکی سے جدا ہو

نزدیک نرائن نہ سوا تیرے ہو کوئی
اور سر یہ مرا تیرے ہی قدموں پہ دھرا ہو

کبت

تاریو پرہلاد اور تاریو دس مول بالی
تارے گج گیدھ گوال کوبجا بیچاری ہے
تاریو دھرو بھکت اور تاریو دھن ہین بپر
دیکھی دین نرسی کیر ہنڈوی سکاری ہے
تاریو تم سور اور تاریو تم تلسی داس
تاروے میں بھکت کے مہتو کون بھاری ہے
تاردیو موہیں سمان پاتکی تو جان لیہوں
ستّیہ وید گاویں نام پاپ دوش ہاری ہے

دوہا- مو سمان پاپی نہیں تم سمان اگھ ہارِ
نارائن یہ ستّیہ تب۔ جب موہیں لیہو اُبار

कवित्त—तारयो प्रह्लाद और तारयो दशमौलि वालि,
तारे गज गीध ग्वाल कूबजा बिचारी है।
तारयो ध्रुव भक्त और तारयो धनहीन विप्र,
देखि दीन नरसि केर हुन्डवी सकारी है॥
तारयो तुम सूर और तारयो तुम तुलसीदास,
तारिबे में भक्त के महत्व कौन भारी है।
तारि देउ मोहिं समान पातकी तो जानि लेहुँ,
सत्य वेद गावें नाम पाप-दोष-हारी है॥
दो०—मो समान पापी नहीं, तुम समान अघहारि।
'नारायन' यह सत्य तब, जब मोहिं लेहु उबारि॥

سرگ چوتھا

گیدھ متر تا پنچ بٹی پر نواس اور لچھمن جی کو اپدیش

راہ طے کرتے ہوئے جاتے تھے جب رگھورائی یک بیک شکلِ مہیب اک اُنھیں دی دکھلائی
تب کہا رام نے لچھمن سے کہ دیکھو بھائی ہے سرِ کوہ کہ عفریت کوئی دکھدائی
دو دھنش بان ہمیں بھاگ یہ جائے نہ کہیں
(۱)
ہاتھ پیر اپنے یہ پاس آکے چلائے نہ کہیں

خوف سے کانپ اُٹھا سنتے ہی یہ رام کی بات سوچ کر دل میں کہ ایسا نہ ہو آجائے حمات
زور سے گدّھ یہ چلّایا کہ اے نیک صفات کیا سبب ہے مجھے کرتے ہو جو محرومِ حیات
ہوں ادھم گدّھ جٹایو ہے مرا نام سنو
(۲)
راجہ دشرتھ کا میں غمخوار ہوں اے رام سنو

مٹ گئی پاکے مری حسرتِ دیدار تمھیں چاہیئے قتل نہ کرنا مجھے سرکار تمھیں
کوئی ہوگا نہ مری ذات سے آزار تمھیں ہر طرح دوں گا مدد ہوگی جو درکار تمھیں
تم اگر جاؤ گے باہر کسی حاجت کے لئے
(۳)
جانکی جی کی رہوں گا میں حفاظت کے لئے

رام جی بولے جٹایو سے یہ سُن کر بہ ادب آپ خوش ہو کے رہیں بن میں بہ آرام و طرب
چین سے آپکے سایہ میں رہیں گے ہم سب آپکے ہوتے ہوئے ڈر ہمیں ہوگا کوئی کب
آپ کا لطف نہ کم مہرِ پدر سے ہوگا
(۴)
عیش کب ہم کو یہاں کم کوئی گھر سے ہوگا

کرکے اس طرح بہ اخلاص و محبت کے کلام اپنے ہمراہ لئے جانکی اور بھائی کو رام
پہونچے آکر تھا جہاں پنچ بٹی نام مقام راحت افزا تھا جو اور تھا نہ گذرگاہِ عوام
آکے گوداوری دریا کے شمالی لب پر
(۵)
رام جی رہنے لگے پریم تھا یکساں سب پر

دیوتا رہتے ہیں سُرلوک میں جس طرح مگن یوں وہاں رہنے لگے جانکی رام اور لکھن
بن گیا بڑھ کے کہیں باغِ ارم سے بھی وہ بن کوئی تکلیف وہاں تھی نہ تھا آزار و محن
جانکی اور لکھن ہوتے تھے جس طور سے شاد
(۶)
رام جی طرز وہی کرتے تھے ہر دم ایجاد

رام کو یاد اجودّھیا کی نہ آتی تھی کبھی دل کو اُن کے نہ کوئی فکر دُکھاتی تھی کبھی
پریت شری جانکی کی دل کو لُبھاتی تھی کبھی اور لکھن لال کی طاعت اُنھیں بھاتی تھی کبھی
بَن سے پھل مُول لکھن روز نئے لاتے تھے
(۷)
پہرہ پر رہتے تھے جب رام جی سو جاتے تھے

کرتے لچھمن تھے ہر اک طور سے خدمت اُنکی اُن کو بھاتا تھا وہی جسمیں تھی راحت اُن کی
جانتے تھے عظمت اور کرامت اُن کی اس لئے دل سے وہ کرتے تھے عبادت اُنکی
استراحت سے نہ کھلانے سے نہ تھا خواب سے کام
(۸)
تھا تو بس رام کی خدمات کے اسباب سے کام

رام جی بیٹھے تھے اک روز بیابان میں جب جا کے نزدیک لکھن لال نے کی عرض یہ تب
ہے یہ خواہش کہ سنوں آپ سے مُکتی کا سبب اس لئے مختصراً وہ مجھے بتلائیے اب
حال کچھ گیان کا ویراگ کا بتلائیے آپ
(۹)
جانتے آپ ہیں بہتر مجھے سمجھائیے آپ

سُن کے یہ بات شری رام نے تب فرمایا تم کو دیتا ہوں میں اب گیان کا وہ سرمایا
ہے جسے رشیوں نے اور مُنیوں نے بھی کم پایا جھوٹ ہو جاتی ہے سنسار کی جس سے مایا
یہ نہیں گیان وہ جو آج رہے کل نہ رہے
(۱۰)
اس سے ویراگ ہو مایا کبھی اک پل نہ رہے

رُوپ مایا کا ہے جو پہلے کروں گا وہ عیاں بعدہٗ گیان کا کچھ حال کروں گا میں بیاں
گیان وِگیان کا اک ساتھ عمل بعد ازاں ہوگا ظاہر ہے جو پرماتما کا رازِ نہاں
جان کر جس کو خوشی اور نہ آزار رہے
(۱۱)
راحت و غم نہ رہے پھر نہ یہ سنسار رہے

آتما کا ہے جو اس جسم میں انساں کو گماں ہے یہ مایا۔ ہے اثر میں تو اسی کے انسان
ہے اِسی مایا کی خوبی کا نتیجہ یہ جہان کرتے دو روپ بیاں مایا کے ہیں وید پُران
ایک وہ جس سے ہے عالم میں ظہورِ تفریق
دوسری شکلِ حجابِ دوئی ہے باعثِ ضیق (۱۲)

گیان ہونے سے یہ دنیا نہیں رہتی کوئی چیز جیسے رسّی میں بھرم سانپ کا اے اہلِ تمیز
جسم خود اپنا یہ۔ دنیا کی جو چیزیں ہیں وہ نیز دیکھ سُن پڑتی ہیں معلوم جو ہوتی ہیں عزیز
کچھ حقیقت نہیں رکھتی ہیں یہ ہیں خواب تمام
یہی مایا ہیں پھنسانے کے ہیں اسباب تمام (۱۳)

جسم اس عالمِ فانی کی ہے بنیادِ متیں اسلئے اپنوں سے اُلفت ہے تو غیروں سے ہے کیں
جسم اور آتما دونوں ہیں الگ ایک نہیں اب سنو جسم کا حال اس کو کرو ذہن نشیں
دہر میں پانچ عناصر جو کہے جاتے ہیں
ان سے دنیا میں سب استھول[۱] نظر آتے ہیں (۱۴)

دوسرا جسم جسے کہتے ہیں سب لنگ[۲] شریر رُوپ رس گندھ وغیرہ کی ہے اس میں تنویر
بھاس[۳] چیتن کا۔ مَن۔ بُدّھی۔ اہنکار کثیر اور دس اندریوں سے ملکے ہوا ہے تعمیر
کرم کا پھل یہی ہر ایک کو دلواتا ہے
ہے خودی اس میں خودی ہی سے یہ بنجاتا ہے (۱۵)

جیو اور آتما ہیں ایک کوئی فرق نہیں جیو کو برہمہ بیاں کرتے ہیں سب عالمِ دیں
ہو جو یہ گیان تو ہرگز نہ ہو انساں حزیں اُنس ہو سب سے نہ دشمن کوئی رہ جائے کہیں
سب پہ یکساں ہو نظر اپنی پرائی نہ رہے
دل میں غیروں کی بدی اپنی بھلائی نہ رہے (۱۶)

اب بتاتا ہوں عمل جس سے ہو یہ گیان بہم خواب میں بھی نہ کرے اوروں پہ انسان ستم
سمجھے وہ سب کو برابر نہ زیادہ نہ تو کم بھول کر راہِ خودی پر کبھی رکھے نہ قدم
کوئی سامان زمانہ کا نہ بھائے اُس کو
موہ پریوار کا مطلق نہ ستائے اُس کو (۱۷)

(۱) स्थूल
(۲) लिङ्ग-शरीर
(۳) भास

اُس کو آزار نہ کوئی نہ مسرّت ہووے دُنیوی لوگوں کی اُلفت نہ تو قربت ہووے
میری بھکتی کی طرف اُسکی طبیعت ہووے صاف دل آئینہ مطلق نہ کدورت ہووے
دھرم کی راہ کو بھولے سے بھی چھوڑے نہ کبھی
(۱۸) مُنھ مرے داسوں کی سیوا سے وہ موڑے نہ کبھی

ہر گھڑی آتما کے گیان کی ہی چاہ رہے دھیان میں ویدوں کی بتلائی ہوئی راہ رہے
حرص دولت کی نہ تو آرزوِ جاہ رہے شکل اک میری ہی بس نظروں میں دلخواہ رہے
بات نکلے بھی جو کچھ مُنھ سے تو سچّائی کی
(۱۹) دل میں کچھ بھی نہ تمنّا ہو خود آرائی کی

پران ۔من ۔ بُدّھ ۔اہنکار[1] وغیرہ یہ شریر آتما میں الگ ان سب سے ہے میری تنویر
گیان اس علم کو کہتے ہیں جو عارف ہیں کبیر گیان سے ہوتی ہے وِگیان کی حاصل تدبیر
گیان وِگیّان ہو دیدار مرا گر ہو جائے
(۲۰) مُکتی مل جائے اُسے وصل میسر ہو جائے

آتما سارے زمانہ میں ہے موجود لکھن اُس کو ہوتا ہے نہ آرام نہ آزار و محن
عیب سے پاک ہے یہ عیش وخوشی کا مخزن جسم کو نُور سے کرتا ہے یہ اپنے روشن
دُکھ نہ مرنے کا نہ جینے کا ستاتا ہے اسے
(۲۱) گیان کا روپ ہے سب جگ نظر آتا ہے اسے

گیان سے ملتی تو بے شبہ ہے انساں کو نجات ہو نہ بھکتی مری تو ہو نہیں سکتی ہے وہ بات
آنکھ ہوتے ہوئے جس طرح اندھیری ہو جو رات نظر آئے نہ بلا نُور کے خود اپنا ہی ہات
یوں ہی دل میں مری بھکتی کا اگر نور نہیں
(۲۲) آتما اپنا کوئی دیکھے یہ مقدور نہیں

اب سنو بھکتی مری ہوتی ہے جس طرح نصیب مُکتی دینے میں جو رکھتی ہے اثر اپنا عجیب
سیوا بھکتوں کی کرے میرے رہے اُنکے قریب آسرا ہو مرا ہو اور نہ کوئی ترغیب
رات دن وردِ زباں صرف مرا نام رہے
(۲۳) اک سوا دھیان کے میرے نہ کوئی کام رہے

[1] अहङ्कार

دل میں رہتی نہیں خواہش جو ملے بھکتی کہیں اپنے بھکتوں سے مجھے بڑھ کے کوئی اور نہیں
دیکھ سکتا نہیں داسوں کو میں رنجور و حزیں وہ جہاں رہتے ہیں رہتا ہوں میں ہر وقت وہیں

مختصر حال یہی گیان کا وگیّان کا ہے
میری بھکتی کا ہے اور مُکتی کے سامان کا ہے (۲۴)

پاٹھ اگر روز کرے گا کوئی اس کا انسان اُس میں اگیّان کا کوئی بھی رہے گا نہ نشان
مُکتی پائے گا اس اُپدیش پہ رکھّے گا جو دھیان میری اور سنتوں کی سیوا پہ ہے مُکتی قربان

جو مراد اس ہے اُس سے نہ چھپانا اس کو
جو نہیں بھکت اُسے ہرگز نہ بتانا اس کو (۲۵)

غزل

ہردم زباں پہ نام ہو دشرتھ کُمار کا اور دل میں دھیان ہو اُسی پروردگار کا
دل سے خودی ہو دُور تو آجائے خود نظر جھگڑا اُمٹے سدا کے لئے بار بار کا
کب تک رہے گی نفس پرستی دماغ میں کے دن رہے گا عمر میں موسم بہار کا
ہے زن زمین وزر پہ نظر سب کی آج کل کچھ ہو رہا ہے رنگ عجب روزگار کا
کبر و غرور چھوڑ کے چل راہِ دیں پہ تو گر خوف دل میں کچھ بھی ہو روزِ شمار کا
غافل نہ یاد سے کبھی پرماتما کے ہو کیا اعتبار زندگیٔ مُستعار کا
مائل پہ شر نہ ہو تو بشر پھر کہائے کیوں معدوم سلسلہ نہ ہو کیوں گُل سے خار کا
جا کر پھرا نہ ساحلِ دریائے فیض سے لب تشنہ کب رہا کسی اُمّیدوار کا

نارائین اُس کے در پہ رہے رات دن جبیں
کیونکر نہ ہو گا دیکھیں تو دیدار یار کا

سوئیا۔ جوگ وِراگ تے گیان ملے اُر بھکتی سدا ست سنگ کئے
دھرم ملے اُپکار کئے اُر پُنّیہ سدا ہری نام لئے

सवैया—योग विराग ते ज्ञान मिले अरु भक्ति सदा सत्सङ्ग किए।
धर्म मिले उपकार किए अरु पुण्य सदा हरिनाम लिए।

مان ملے سنمان نرائین راج مِلے دھن دھانیہ دیئے
رام کو رُوپ نہ دیکھِ مِلے یدی پریم ترنگ اُٹھے نہ ہیئے
دوہا۔ کام کرودھ تج مان مد۔ کرُ سنتن کو ساتھ
نارائین دِرڑھ پریم کرُ۔ تب مِلہیں رگھوناتھ

سرگ پانچواں

کھر دوشن بدھ

جب اسی طرح گئے اُن کو کچھ ایّام گذر اور مُن لوگ بھی رہنے لگے بیخوف وخطر
شورپنکھا[1] جس میں بھراکوُٹ کے تھا فتنہ وشر ایک دن گھومتے پھرتے ہوئے آنکلی اُدھر

تھی یہ راون کی بہن ظلم وستم پیشہ تھی
(۱) بدسلیقہ تھی بداطوار تھی بدکیشہ تھی

ریگ میں رام کے قدموں پہ نظر جب ڈالی بادۂ نفس پرستی سے بنی متوالی
سُرمہ آنکھوں میں لگا دانتوں میں مسّی کالی حوُر کی شکل بنی دل کو لُبھانے والی

نازو انداز سے اٹھلا کے سُبک گام چلی
(۲) اُن نشانوں کے سہارے سے سوئے رام چلی

جس جگہ جانکی اور رام جی تھے جا کے وہیں غمزۂ وعشوہ دکھاتے ہوئے وہ کافر دیں
یوں لگی رام سے کہنے کہ کہیں تم سا حسیں مجھ کو آیا نہ نظر ڈھونڈھ پھری ساری زمیں

کس کے ہو نورِ نظر نام تمھارا کیا ہے
(۳) کیوں ہے مُن بھیش یہاں کام تمھارا کیا ہے

[1] शूर्पणखा

मान मिले सन्मान 'नरायन' राज मिले धन धान्य दिए ।
राम को रूप न देखि मिले यदि प्रेम तरङ्ग उठे न हिए ॥
दो०—काम क्रोध तजि मान मद, करु सन्तन को साथ ।
'नारायन' दृढ़ प्रेम करु, तब मिलिहैं रघुनाथ ॥

ہوں میں راون کی بہن راچھسی شوپنکھا راج راون سے ملا ہے مجھے سارے بن کا
گر کہیں پاتی ہوں منیوں کو تو جاتی ہوں میں کھا چاہتی ہوں میں جو لیتی ہوں وہ شکل اپنی بنا

خوف کوئی بھی کسی کا نہ خطر ہے مجھ کو
(۴) صرف عشرت یہ نظر آٹھ پہر ہے مجھ کو

رام ہے نام مرا بولے یہ تب رگھو رائی پتی برتا ہے مری سیتا یہ جنک کی جائی
ساتھ لچھمن بھی مرے ہے مرا چھوٹا بھائی اسکی مجھ سے بھی کہیں بڑھ کے ہے سُندرتائی

چاہتی کیا ہو کہو تم کو تمنّا کیا ہے
(۵) کس لئے آئی ہو تم دل میں ارادا کیا ہے

راچھسی کہنے لگی چھوڑ کے تب شرم و حیا کیا کہوں دل میں تمنّا ہے جو اے ماہ لقا
عرض ہے یہ کہ تمھاری ہو اگر چشمِ عطا ہوں بغل گیر تو ہو میرا کلیجہ ٹھنڈا

دل کرو شاد مرا چل کے جو جینا چاہو
(۶) شربتِ وصل ہے تیار جو پینا چاہو

دیکھ کر جانکی کو ہنس کے یہ بولے شری رام سُندری مجھ سے ترا ہو نہیں سکتا کوئی کام
ہر طرح دیتی ہے سیتا مجھے آرام تمام چھوڑ دوں اس کو بھلا کون سا رکھ کر الزام

بھول کر شکل نہ بھائے گی سَوَت[۱] کی تجھ کو
(۷) ڈاہ[۲] دن رات جلائے گی سَوَت کی تجھ کو

ہاں مگر تجھ کو بتاتا ہوں میں اک اور بھی راہ ہے یہ ممکن کہ ملے اُس میں مرادِ دلخواہ
ہیں اکیلے نہیں ہمخوابۂ لچھمن ہمراہ عرض کر اُن سے تو شاید کہیں اُٹھ جائے نگاہ

دلربا شکل پسند اُن کو اگر آئے گی
(۸) جو تمنّا ہے ترے دل میں وہ بر آئے گی

رام کا پا کے اشارہ یہ گئی دوڑ وہاں مستعد بیٹھے تھے دربانی میں سومتر جہاں
دیکھ کر اُن کو بصد ناز کہا اے مری جاں مرہمِ زخمِ جگر چارہ گرِ دردِ نہاں

محوِ الفت ہوں پریشان ہوں مجبور ہوں میں
(۹) نشّۂ نفس پرستی میں بہت چور ہوں میں

(۱) सवत
(۲) डाह

ہم بغل کیجئے ہو دور مری حسرتِ دل حکم ہے آپ کے بھائی کا نہ ہوں آپ خجل
چلئے ہمراہ مرے ہو نہ جہاں کوئی مُخل کیجئے دیر نہ ۔ تا وصل ہو جلدی حاصل

کام کی آگ بھڑکتی ہے نکالو جلدی
(۱۰) مجھ کو اے جان کلیجہ سے لگا لو جلدی

لکشمن جی نے دیا تب اُسے اس طور جواب زندگی کرتی ہے کیوں اپنی مرے ساتھ خراب
دیکھتی ہے مرے ہمراہ عبث عیش کا خواب مجھ سے ہوگا نہ ترا نخلِ تمنّا شاداب

داس اُن کا ہوں مجھے عیش سے کچھ کام نہیں
(۱۱) اُنکی خدمت کے سوا خواہشِ آرام نہیں

کر کے اپنا سب مجھے خاوند تو کیا پائے گی خادمِ رام ہوں تو خادمہ کہلائے گی
بس میں اپنے اُنھیں لیکن تو اگر لائے گی وہ شہنشاہ ہیں شاہی تجھے مِل جائے گی

اُنکے امکاں میں نہ ہو ایسی کوئی بات نہیں
(۱۲) رام سے بڑھ کے کسی میں بھی کرامات نہیں

بات سنکر یہ ہوئی قہر و غضب سے بدحال رام کے پاس گئی آنکھیں نکالے ہوئے لال
ڈانٹ کر بولی کہ چلتے ہو دغا بازی کی چال یاد رکھّو نہ کبھی ہوگا بھلا اس کا مآل

خود سری کے یہ طریقے نہیں دانائی کے
(۱۳) بولتے جھوٹ ہو درپے مری رسوائی کے

کم ہی کیا تھا کیا میں نے جو مجبور نہیں کونسی بات کا ورنہ مجھے مقدور نہیں
اتنی رسوائی پہ بھی وصل جو منظور نہیں لو میں کھا لیتی ہوں سیتا کو کہیں دور نہیں

جانبِ جانکی کہہ کر یہ بصد جوش چلی
(۱۴) کھول کر مُنھ کو وہ عیّارہ ستم کوش چلی

سچ کہا ہے کہ پدر ہو کہ پسر یا بھائی دیکھ کر حُسن کو ہو جاتی ہے زن شیدائی
نشیچری کی نہ کسی طور سے جب چل پائی صورتِ خوف و خطر جانکی کو دکھلائی

رام کا پایا اشارہ تو لکھن لال اُٹھے
(۱۵) ہاتھ میں لے کے کھڑگ وہ پئے امثال اُٹھے

تھی غرض ناک سے۔ ہے شرم سے بے بہرہ وری کان کاٹے تو بتایا نہ سُنی بات کھری
سامنے بھائی کے روتے ہوئے تب خوں سے بھری گر پڑی جا کے وہ کہہ کر کہ مری ہائے مری
تیرے ہوتے ہوئے حالت یہ ہماری اب ہو
(۱۶)
حیف صد حیف کہ یوں ذلّت وخواری اب ہو

کیا ہوا کھر نے کہا۔ کس نے کیا یہ ترا حال کر دیا تجھ کو کُورُو یا یہ ہوئی کس کی مجال
مجھ سے کہہ کون ہے جینا ہے جسے اپنا وبال کون ہے موت کا اپنی جسے آیا نہ خیال
نام بتلا تو ابھی قتل اُسے کروا دوں
(۱۷)
ہو اگر کال بھی وہ تو بھی اُسے مروادوں

بولی تب شورپنکھا بھائی کے سُن کر یہ سخن رام دشرتھ کے پسر جانکی جی اور لکھن
دور کرنے کے لئے مُنیوں کا سب رنج ومحن آ بسے ہیں لب گوداوری پہ دُکھ ہرن
اب بچے گا کوئی راچھس نہ تو دانو[1] کوئی
(۱۸)
کال گویا ہیں ہمارے نہیں مانو[2] کوئی

آتے ہی دور کیا شاپ بھی ڈنڈک بن کا اُن کو بھاتا ہے جو کرتے ہیں وہ اپنے من کا
غول کا غول ہے پھر آ کے بسا مُن جن کا خوف کچھ اُن کو تمہارا نہ رہا راون کا
اُسی لچھمن نے یہ ایذا مجھے پہونچائی ہے
(۱۹)
سُن کے راون کی بہن کی مری رسوائی ہے

راچھسی کُل میں لیا جنم ہے تم سب نے اگر ہو تمہیں شرم اگر اپنی ہو رسوائی کا ڈر
قتل کر دو اُنھیں جا کر تو مٹے دردِ جگر چھوڑ کر جسم کو ورنہ میں ابھی جاؤنگی مر
مانس کھالوں گی جو اُنکا تو میں بچ جاؤنگی
(۲۰)
ہو گا دل ٹھنڈھا اگر اُن کا لہو پاؤں گی

قصّۂ ظلم ہوا کھر کے جو یہ گوش گذار خشمگیں ہو کے ہوا جنگ وجدل پہ تیار
گھر سے فوراً نکل آیا لئے تلوار کٹار فوج ہمراہ چلے۔ حکم دیا۔ چودہ ہزار
دوشن و ترشرا سب فوج لئے ساتھ چلے
(۲۱)
لے کے ہتھیار بڑھے جانبِ گھونا تھ چلے

[1] दानव
[2] मानव

رام جی دیکھ کے آتا ہوا بادل سا وہ دَل　　بولے یہ لچھمن و سیتا سے کہ جاؤ کہیں ٹل
شور برپا ہے کسی سمت سے ہے قصدِ جدل　　اب تمھارے لئے دم بھر نہیں رُکنے کا محل
تم سے سو بہتر بتاتا ہوں میں جو بات سُنو
(۲۲) آگیا لڑنے کو اب لشکرِ بدذات سُنو

کندراؤں[۱] میں چھپا دو انھیں لیجا کے کہیں　　کُشت و خوں دیکھ کے ہو جائینگی ورنہ یہ حزیں
میں ہی اُن سب کیلئے بس ہوں یہ ہے مجھکو یقیں　　تم کو میری قسم اب کہنے کا کچھ وقت نہیں
لکشمن چلدیئے بھائی کا یہ فرماں پا کر
(۲۳) درّۂ کوہ میں سیتا کو چھپایا جا کر

رام جی لے کے کماں ہوگئے تیار ادھر　　دونوں ترکش بھی نہ کم ہوتے تھے جنکے کبھی شر[۲]
آگیا لشکرِ جرّار بھی کٹنے کو اُدھر　　فوج سے اپنی مخاطب ہوا اس طور پہ کھر
گھیر لو بڑھ کے کہیں بھاگ نہ جانے پائیں
(۲۴) چھین لو جلد نہ عورت کو چھپانے پائیں

دے کے یہ حکم بڑھا اور تو دیکھا کہ وہاں　　ہے نہ لچھمن کا پتا اور نہ سیتا کا نشاں
ہیں مقابل میں فقط رام لئے تیر و کماں　　بولا کھر اُن سے کہ سیتا کو چھپایا ہے کہاں
دے کے تم اُس کو چلے جاؤ جو جانا چاہو
(۲۵) جان بچ جائے اگر اب بھی بچانا چاہو

بیکسی ہے یہ تمھاری جو میں کھاتا ہوں ترس　　رحم آتا ہے لڑکپن پہ تمھارے مجھے بس
جانکی دیدو اگر ہو تمھیں جینے کی ہوس　　ورنہ اب اور ہوا اس دہر میں دو چار نفس
رام جی بولے کہ تُو کیا مجھے دھمکاتا ہے
(۲۶) دیکھ کر حال بہن کا نہیں شرماتا ہے

تجھ سے دُشٹوں کی مجھے رہتی ہے ہر وقت تلاش　　ہیں ستمگار جو ہے ظلم و جفا جن کا قماش
ٹھہر جا ٹھہر جا ملتا ہے کئے کا پاداش　　دم کے دم میں گری جاتی ہیں یہاں لاش پہ لاش
خون کی نہر اسی جا پہ بہا دوں تو سہی
(۲۷) جادۂ مُلکِ عدم تجھ کو دکھا دوں تو سہی

[۱] कन्दराओं
[۲] शर

بات یہ جیوں ہی سُنی کھر کا بڑھا قہر و غضب — قتل کا حکم دیا خود بھی بڑھا لے کے سلب
وار پر وار لگے کرنے ہر اک سمت سے سب — سر کیا تیر شراسن سے شری رام نے تب

سیکڑوں تیر و تبر سیکڑوں سر کاٹ دیئے
جسم پر جسم لعینوں کے وہیں پاٹ دیئے (۲۸)

دم کے دم میں وہ ہوا لشکرِ جرار تباہ — دیوتا خوش ہوئے مایوسی سے بھرتے تھے جو آہ
ہٹ نہ پائی تھی ذرا دیکھنے والوں کی نگاہ — جبکہ لی مُلکِ عدم کی کھر و دوشن نے بھی راہ

قتل ترشرا بھی ہوا کوئی نشاچر نہ بچا
رام کے سامنے اُٹھے جو کوئی سر نہ بچا (۲۹)

جنگ میں رام نے انداز یہ جب دکھلائے — کوئی ایسا نہ بچا رَن میں نظر جو آئے
پھول آکاش سے تب دیوتوں نے برسائے — جانکی جی کو لکھن لال وہاں پر لائے

دیکھ کر جانکی جی رام کو مسرور ہوئیں
کلفتیں جتنی غمِ ہجر کی تھیں دور ہوئیں (۳۰)

دیکھ کر شُورپنکھا دوشن و کھر کا سنگھار — مارے دہشت کے گئی بھاگ بہت زار و نزار
سامنے جا کے وہ راون کے گری فتنہ شعار — کہہ کے لعنت ترے اس راج پہ تجھ پہ پھٹکار

حیف صد حیف کہ یوں موردِ بیداد ہوں ہم
اور ترے ہوتے ہوئے مائلِ فریاد ہوں ہم (۳۱)

یوں اُسے خوف زدہ دیکھ کے بولا راون — حال یہ کس نے کیا ہے ترا اے نیک چلن
اندر۔ یَم یا کہ برُن[1] کون ہے تیرا دشمن — نا سمجھ کون ہے جو سانپ کو سمجھا ہے رسن

مجھ سے کہہ کس نے یہ ایذا تجھے پہنچائی ہے
کون ہے نام بتا کس کی قضا آئی ہے (۳۲)

نشیچری بولی کہ شاہنشہِ دشرتھ کے پسر — رام جی لچھمن و سیتا کو لئے چھوڑ کے گھر
بن میں آ کر ہیں بسے ساحلِ گوداوری پر — اب کسی طرح ہمارا نہیں ممکن ہے گذر

ترشرا دوشن و کھر مار کے چھوڑے رن میں
دیکھ لے چل کے کٹی فوج پڑی ہے بن میں (۳۳)

[1] वरुण

ہر گھڑی عیش میں رہتا ہے پڑا مستِ شراب — کیا غرض تجھ کو ہوا ہم پہ جو یہ ظلم و عذاب
وصلِ جاناں ہی فقط ہے ترا دن رات کا خواب — سلطنت کیسے رہے گی تری اے خانہ خراب

پانوں پھیلا کے یہاں عیش میں تو سوتا ہے
(۳۴) علم کچھ تجھ کو نہیں راج میں کیا ہوتا ہے

بولا راون کہ بتا تو سہی ہے کون وہ رام — کس لئے آیا ہے کیوں کرتا ہے صحرا میں قیام
کس لئے قتل کیا لشکرِ جرّار تمام — کیوں سزا دی تجھے تھا کون سا تجھ پر الزام

حال بتلا تو ابھی چل کے اُسے قتل کروں
(۳۵) دل بھی ہو تو معِ دل[۱] بل کے اُسے قتل کروں

راجھسی نے یہ کہا تب کہ سنو اے بھائی — ایک دن جب کہ طبیعت مری کچھ گھبرائی
میں جن استھان سے گوداوری تٹ پر آئی — تب وہاں سے مجھے دی پنچ بٹی[۲] دکھلائی

تھی جگہ پہلے جو مُنیوں کی سہاون پاون
(۳۶) جس جگہ بگیّہ رشی کرتے تھے پاون پاون

پہونچی اُس جا تو نظر آئے مجھے رام و لکھن — جن کی تعریف میں قاصر ہے زباں بند دہن
خوبرو ایسے کہ قربان ہو دیکھے جو مدن — من ہرن ایسے کہ ہر لیتے ہیں ہر شخص کا من

کوئی دم پیشِ نظر اُن کا جو جلوا ہو جائے
(۳۷) کس میں یہ تاب ہے جو اُن پہ نہ شیدا ہو جائے

زوجۂ رام بھی ہے ساتھ میں اُن کے آئی — جس کی ہر بات میں پیدا ہے عجب زیبائی
روئے انور سے چھٹا چاند کی بھی شرمائی — صورت ایسی نہیں دیتی ہے کہیں دکھلائی

جانکی جی میں کوئی نقص کسی طور نہیں
(۳۸) خوبرو اُن سا زمانہ میں کوئی اور نہیں

یک بیک دل میں تمھارا مجھے آیا جو خیال — اُس کو لانے کی چلی میں نے تمھارے لئے چال
سُن کے لچھمن مری اُس بات کو اے نیک خصال — آ گئے طیش میں کچھ اتنا ہوا اُن کو ملال

دیکھتے تم ہو جو حالت یہ مری کر ڈالی
(۳۹) باغِ عالم کی ہنسے گی مجھے اب ہر ڈالی

(۱) दलबल
(۲) पंचबटी

دوڑ کر روتے ہوئے جا کے پکارا کھر کو
قتل دم بھر میں کیا رام نے کل لشکر کو
کس طرح تم سے بیاں میں کروں اُس منظر کو
جیت لیں پل میں اگر چاہیں وہ دنیا بھر کو

اُن سا بلوان زمانہ میں کوئی اور نہیں
اُن پہ چل پائے گا کوئی ستم و جور نہیں (۴۰)

بولی پھر شورپنکھا حال یہ سب بتلا کر
جیت پاؤ گے نہ تم اُن کے مقابل جا کر
بس میں کر لو اُنھیں مایا کا فسوں دکھلا کر
ہو گے مسرور بہت جانکی جی کو پا کر

جانکی جی جو ملیں جنم سپھل ہو جائے
دل کو تسکیں ہو مرے داغ الم دھو جائے (۴۱)

دی تسلی اُسے راون نے بہت سمجھایا
اُٹھ کے دربار سے پھر اپنے مکاں پر آیا
سوچ اور وہم بڑھا چین نہ دم بھر پایا
کاٹ دی رات اسی فکر میں دل گھبرایا

رام ہے کون بشر جس نے کہ مارا کھر کو
کس طرح جیت لیا اتنے بڑے لشکر کو (۴۲)

کیا عجب ہے کہیں ایشور نے لیا ہو اوتار
جس نے کی قتل بہ اک لمحہ سپاہ جرّار
ورنہ تھا مارنا کھر کا نہ کچھ آساں زنہار
قتل تھا دوشن و ترشرا کا بھی از حد دشوار

ہم سے طاقت میں وہ تھے کم نہ کسی حالت میں
جیت سکتے تھے اُنھیں ہم نہ کسی حالت میں (۴۳)

دشمنی رام سے بہتر ہے کہ میں چل کے کروں
مجھ کو جنّت ہو نصیب اُن کے جو ہاتھوں سے مروں
ورنہ انسان اگر ہیں وہ تو سیتا کو ہروں
گوہرِ حسن سے دامانِ مطالب کو بھروں

ہر طرح اُن سے لڑائی میں بھلائی ہو گی
عیش دنیا کا کہ دنیا سے رہائی ہو گی (۴۴)

غزل

عجب ہے کچھ گردشِ زمانہ نہیں کسی کو خبر کسی کی
کہیں پہ راحت کے ہیں جو ساماں تو ہے کہیں چشم تر کسی کی

کوئی کسی فکر میں ہے غلطاں کسی کو ہے سوجھتی ہنسی کی
کٹی کسی کی نہ چین سے کب بنی رہی عمر بھر کسی کی

بہ ناز و انداز شورپنکھا نے کہا یہ رگھوبر کے پاس جاکر
کہ ہو گئی پار اب جگر کے ہمارے تیغِ نظر کسی کی

ہو وصل ممکن تو چین آئے یہ قلبِ مضطر قرار پائے
نہیں ہے اس میں زیاں کسی کا جو آئے اُمّید بر کسی کی

جواب میں رام جی نے ہنس کر کہا سوت سے حذر ہے بہتر
نظر تو کر حسنِ لکشمن پر ہو چاہ دل میں اگر کسی کی

وہ پاس تب لکشمن کے جاکر یہ بولی غمزہ سے مسکراکر
کہ جان و دل سے ہوئی ہوں قربان شکل کو دیکھ کر کسی کی

کہا لکھن نے نہیں ہے مطلب ہمیں سوا رام کے کسی سے
ہمارے دل پر کبھی نہ مطلق کریں گی باتیں اثر کسی کی

میں اُنکا خادم ہوں وہ ہیں مالک نہ چین پائے گی ساتھ میرے
تجھے بھی کرنی پڑے گی خدمت مُدام آٹھوں پہر کسی کی

وہ ہیں شہنشاہِ ہفت کشور نہیں ہے اُن کو کسی کا کچھ ڈر
کریں جو چاہیں وہ اُن کو رُوکے مجال کب اسقدر کسی کی

گئی وہ پھر رام تھے جہاں پر بنا کے شکلِ مہیب اپنی
کہا کہ کھا لوں گی جانکی کو کہ ہے یہی رخنہ گر کسی کی

اُٹھے کھڑگ لیکے لکشمن تب اُڑا دیئے ناک کان دونوں
ہوئی ندامت کسی کو اور دشمنی ہوئی مشتہر کسی کی

بڑھی زیادہ جو بیقراری تو جاکے کی کھر سے آہ و زاری
کٹا دی دم بھر میں فوج ساری چلی نہ اُن سے مگر کسی کی

وہ چاہیں دنیا کو نیست کر دیں بنا دیں نارآین اسکو پھر سے
بگڑ کے اُن سے نہ شاخِ حسرت ہوئی کبھی بارور کسی کی

سوئیا۔ دش آنن کے پرت شُورپنکھا کھر دوشن ہار نہاری گئی
اُرُ بولی سکوپ اناری بھئے مل نارن تے متی ماری گئی
شٹھ سووت گوڑ پسار کے جاگو نشاچر سین سنگھاری گئی
مم کان گئے اُرُ ناک گئی اُٹھ بنش کی لاج سُراری گئی

سورٹھ۔ سُن بھگنی کے بین۔ راون بھیو سبھیت اتی
نیند پڑی نہیں نین۔ رین گنوای سوچ بس
بھاکو اس بلوان۔ جو ماریو نشیچر کٹک
راون من انومان۔ لینھ ایش اوتار اب

سرگ چھٹواں

راون کا ماریچ کے پاس جانا

کی اسی فکر میں کُل رات وہ راون نے بسر ٹھان کر دل میں بھلی موت ہے اُن سے ہو اگر
چلدیا رتھ پہ اکیلے وہ ہوئی جیوں ہی سحر آیا ماریچ جہاں پر تھا سمندر کے ادھر
تھی جٹا سر پہ بنا بھیش تھا جیسے مُنی کا
تھا سمادھی[1] میں وہ تھا دھیان اُسے نرگن کا (۱)

[1] समाधी

सवैया—दशआनन के प्रति शूर्पनखा खर-दूषन हार निहारि गई ।
अरु बोली सकोप अनारी भये मिलि नारिन ते मति मारि गई ।
शठ सोवत गोड़ पसारि के जागु निशाचर-सैन संघारि गई ।
मम कान गये अरु नाक गई उठु वंश की लाज सुरारि गई ।।
सोरठा—सुनि भगिनी के बैन, रावण भयो सभीत अति ।
नींद परी नहिं नयन, रैन गँवाई सोच-वश ।।
भा को अस बलवान, जो मारेउ निशिचर-कटक ।
रावन मन अनुमान, लीन्ह ईश अवतार अब ।।

ختم ہونے پہ سمادھی[1] کے جو فرصت پائی — دیکھتا کیا ہے کہ بیٹھا ہے نشاچر رائی
ماتھا ٹھنکا کہ مصیبت کوئی اب پیش آئی — پھر کیا غور کہ کیا ہے سبب تنہائی
جوڑ کر ہاتھ طبیعت کی بھی حالت پوچھی
(۲) زحمت آنے کی ہوئی جس سے وہ حاجت پوچھی

پھر کہا شکل سے ہوتی ہے عیاں حیرانی — فکر کیا ہے تمھیں کیا بات ہے دل میں ٹھانی
کچھ سنوں میں بھی اگر راز نہ ہو پنہانی — ہے یہ ممکن - ہو مری ذات سے کچھ آسانی
حکم لاؤں گا بجا میں جو کوئی پاپ نہ ہو
(۳) بہرِ انصاف ہو جس کام میں سنتاپ نہ ہو

بولا راوَن کہ شہنشاہِ اجودھیا کا پسر — ہو گیا ہے کسی تقصیر پہ جو شہر بدر
بھائی اور جانکی کو ساتھ لئے چھوڑ کے گھر — گھومتے پھرتے نکل آیا ہے صحرا میں ادھر
آکے گھر پنچ بٹی میں ہے بنایا اپنا
(۴) رنگ ہے تختِ بیاباں پہ جمایا اپنا

بانیٔ ظلم ہے کرتا ہے وہ دیتوں پہ ستم — اُس کو مطلق بھی کسی کے نہیں دُکھ درد کا غم
ہم سبھوں سے تو بلا وجہ ہوا ہے برہم — رہنے دیتا ہی نہیں چین سے ہم کو کوئی دم
بے خطا فوج ہماری ہوئی برباد تمام
(۵) کیا یہ انصاف ہے آزاد ہیں عُبّاد تمام

ظلم سے روتی ہوئی شورپنکھا آئی ہے — رام نے بے سبب ایذا اُسے پہنچائی ہے
شرم کچھ اُس کو نہ کچھ خطرۂ رسوائی ہے — حُسنِ سیتا میں یہ سنتا ہوں کہ یکتائی ہے
تم کرو چل کے مدد میری تو سیتا ہر لوں
(۶) بس میں اپنے اُسے اسطور سے شاید کرلوں

خوشنما بن کے ہرن اپنے کو تم دکھلانا — دُور دوڑا کے اُسے گھر سے کہیں لے جانا
کیا سکھاؤں تمھیں میں تم تو ہو خود ہی دانا — پھر نہاں ہو کے مکاں اپنے پلٹ تم آنا
دو جو امداد تو سیتا کو میں ہر لے جاؤں
(۷) ساری اُمید بر آئے اُسے گھر لے جاؤں

[1] समाधी

سُن کے ماریچ نے یہ بات دیا اُسکو جواب راہ کس نے یہ دکھائی ہے تجھے خانہ خراب
ہاتھ آئے گا نہ کچھ اس میں بجز رنج و عذاب رام سے لڑنے کی دنیا میں کسی کو نہیں تاب
کُل[1] ہو برباد ترا جس سے یہ تدبیر وہ ہے
(۸)
جس نے بتلائی ہو یہ قابلِ تعزیر وہ ہے

آج تک اُن کی جو طاقت مجھے یاد آتی ہے ہوش گُم ہوتا ہے سب عقل چلی جاتی ہے
نام سے اُن کے مری روح بھی تھرّاتی ہے اور قالب میں ذرا چین نہیں پاتی ہے
دشمنی بھول کے بھی اُن سے نہ کرنا راون
(۹)
جان لے لے گا ترا جانکی ہرنا راون

ساتھ کوشک کے لڑکپن میں وہ آنا اُن کا یگیہ کو مُنیوں کے دیتوں سے بچانا اُن کا
مجھ پہ اک تیر تپوبن میں چلانا اُن کا چار سو کوس یہ لے آکے گرانا اُن کا
یہ جرأت اُن کے مجھے یاد جب آجاتے ہیں
(۱۰)
رام ہی رام ہر اک سمت نظر آتے ہیں

دشمنی پہلے کی اک دن جو مجھے آگئی یاد دل میں آیا کہ عوض لیکے نکالوں میں عناد
مرگ بن کر میں گیا جیوں ہی لئے اپنی مُراد تیر اک رام نے مارا مجھے بن کر جلاّد
میرا یا راکھشسوں کا انھیں ڈر کچھ نہ ہوا
(۱۱)
سہمگیں شکل کا بھی میری اثر کچھ نہ ہوا

چھد گیا دل مرا اُس تیر کے لگتے راون تر بتر جسم ہوا خون سے پُر میرا ذہن
کچھ نہ بن آئی تو بھاگا میں وہیں چھوڑ کے بن اس جگہ رہنے لگا آکے بنا کر مسکن
راج رتھ رمنی[2] رتن جب کبھی سُن پاتا ہوں
(۱۲)
رام یاد آتے ہیں ورا، سنتے ہی ڈر جاتا ہوں

سُن کے یہ بات کہ آئے ہیں وہی رام یہاں چھوڑ کر میں نہیں جاتا ہوں کہیں اپنا مکاں
دیکھتا خواب میں ہوں اُنکو لئے تیر و کماں جاگنے پر بھی وہی سامنے رہتا ہے سماں
مار ڈالیں گے مجھے اُن کو اگر مل جاؤں
(۱۳)
دل یہ کہتا ہے نہ میں اُن کے مقابل جاؤں

[1] कुल
[2] रमनी

مان کر بات مری تُو بھی دشانن پھر جا جا کے گھر راج کا کر اپنے تُو پالن پھر جا
اُن سے تکرار مناسب نہیں راجن پھر جا نسل اپنی نہ مٹا دہر سے راون پھر جا
اُس بیاباں کی عبث آرزوِ سیر نہ کر
راز کی بات بتاتا ہوں تجھے بَیر[1] نہ کر (۱۴)

مجھ سے سَت جُگ میں کیا تھا کبھی نارد نے بیاں ہو گا اوتار پَرم برہمہ کا دشرتھ کے یہاں
سر سے دنیا کے ہٹانے کے لئے بارِ گراں اور دینے کے لئے رِشیوں کو مُنیوں کو اماں
رام انساں نہیں ایشور ہیں بشر کے تن میں
مارنے کے لئے ہم سب کو ہیں آئے بن میں (۱۵)

لَوٹ جا اپنے مکاں اُن سے تُو تکرار نہ کر چھیڑ کر شیر کو ناحق اُسے بیدار نہ کر
جُرم کا مجھ کو بھی ساتھ اپنے خطاوار نہ کر پھر بھی کہتا ہوں میں تو اُن سے نہ کر رار[2] نہ کر
کون ایسا ہے جو ہو اُن کا برابر والا
دش تو دش لڑ نہیں سکتا کوئی ننّو سر والا (۱۶)

سُن کے ماریچ کی یہ بات دشانن نے کہا مان بھی لوں ہے وہ بھگوان تو نقصان ہے کیا
مار ڈالے گا تو ہو جاؤں گا دنیا سے رہا چین سے ورنہ بسر ہو گی اگر جیت لیا
دونوں شکلوں میں ہے اُمید بھلائی کی مجھے
اس لئے بھائی ہے تدبیر لڑائی کی مجھے (۱۷)

میں نہ مانوں گا عبث دیتے ہو اس بات کو طول تم سے کہتا ہوں میں جو بات کرو اُس کو قبول
ڈر نہیں کوئی مجھے خوف دلانا ہے فضول قتل کر دونگا ابھی حُکم میں گر ہو گا عدول
موت یوں ہی ہے اگر تو تمھیں مرنا ہو گا
تم رعیّت ہو جو کہتا ہوں وہ کرنا ہو گا (۱۸)

دل میں ماریچ نے تب غور کیا آخر کار طیش کھا کر کہیں ایسا نہ ہو ڈالے مجھے مار
ہو گا بہتر ہوں اگر رام کے ہاتھوں سے شکار مُکتی مل جائے گی ہو جائے گا میرا اُدّھار
ہو گا پھر پھر کے جو اُن کا مجھے دیدار نصیب
مغفرت پاؤں گا ہو جائے گا بیدار نصیب (۱۹)

[1] बैर
[2] रारि

اس کے ہاتھوں سے اگر موت ہماری ہوگی دوسرے جنم میں پھر زندگی بھاری ہوگی
سوچ کر یہ کہ عبث ذلّت و خواری ہوگی بولا ہوگا وہی مرضی جو تمھاری ہوگی
حکم جو کچھ ہمیں دیتے ہو بجا لائیں گے ہم
(۲۰) تم جو کہتے ہو ہرن بننے کو بن جائیں گے ہم

کہہ کے یہ بیٹھ کے تب رتھ پہ گیا ساتھ وہاں رام جی رہتے تھے گوداوری کے پاس جہاں
شکلِ آہو میں وہیں ہو گیا ماریچ عیاں خوشنما جسم پہ تھے جس کے چمکدار نشاں
سینگیں رتنوں کی سی ہیرونکے سے تھے سُم اُسکے
(۲۱) تھی چمک آنکھوں میں نیلم سے تھے مردم اُس کے

غزل

یاری کسی بشر سے نہ یارانہ چاہیئے دل میں فقط تصوّرِ جانانہ چاہیئے
اس کے لئے نہ کعبہ نہ بُتخانہ چاہیئے مسجد نہیں ضرور نہ میخانہ چاہیئے
قصر و مکاں نہ گلبہ و کاشانہ چاہیئے معمورہ چاہیئے نہ تو ویرانہ چاہیئے
شانِ شہی نہ طورِ فقیرانہ چاہیئے لعلِ یمن نہ گوہرِ یک دانہ چاہیئے
عقلِ زبوں نہ دانشِ فرزانہ چاہیئے وہ شعلہ رُو ہے اُسکو تو پروانہ چاہیئے
طور اپنا زاہدانہ نہ رندانہ چاہیئے لبریز راحِ عشق سے پیمانہ چاہیئے
اُٹھے جو شکر میں اُسی دستِ دعا سے کام شیدا ہوا اُس کا جو دلِ دیوانہ چاہیئے
نارائن اپنا کام اگر ہے تو صبر سے
اُمّید حق سے ہمّتِ مردانہ چاہیئے

غزل

کرنا ستم نہ ظلم کبھی ڈھانا چاہیئے آفت زدوں پہ سب کو ترس کھانا چاہیئے
ہر لاؤں جانکی کو دشانن نے یہ کہا ماریچ آرزو مری بر آنا چاہیئے
مِٹ جائیگا حباب نما نقشِ تخت و تاج دو دن کی زندگی پہ نہ اترانا چاہیئے

مایا کا کُل طلسم ہو جس کی نگاہ میں — اُس کو فسوں نہ مایا کا دکھلانا چاہیئے
غیبت میں اُن کی جانکی ہر بھی جو لی تو کیا — شاہوں کو اپنا طرز بھی شاہانا چاہیئے
لانے میں جانکی کے نہیں خیر جان کی — اس راہ پر نہ بھول کے بھی جانا چاہیئے
نارآین اُس کی وصف بیانی کا مشغلہ
اچھا ہے دل کو اس میں ہی بہلانا چاہیئے

سوئیا۔ پھینک دیو شت جوجن ایکہیں بان چلائے بنا پھر ہُوں
بھرنگ سمان بھئی متی مور جہاں تہاں دیکھ دواُو ڈر ہُوں
سیوک جاسُو برنچ ہیں وشنُو ہیں شیش مہیش دنیشور ہُوں
ناہیں برودھ بھلو اُن سوں گھر جاہو دشانن پاں پر ہُوں

دوہا۔ نارآین تربھون پتی۔ مار سکے سنسار
کئے بیر تا سوں اوشی نشچر کُل سنگھار

سرگ ساتواں

سیتا ہرن

اس طرف رام جی معلوم ہے سب کا جنہیں حال — جن سے پوشیدہ کسی کا نہیں دنیا میں خیال
کر کے معلوم جو تھی راوَن و ماریچ کی چال — بولے تنہائی میں سیتا سے با اخلاصِ کمال
جب کھر و دوشن و ترشرا کا سہارا نہ رہا
اور باقی کسی غمخوار کا یارا نہ رہا (۱)

सवैया— फँकि दियो शत योजन एकहिं बान चलाय बिना फरहूं ।
भृङ्ग-समान भई मति मोरि जहाँ तहँ देखि दोऊ डरहूं ।
सेवक जासु विरञ्चि हैं विष्णु हैं शेष-महेश-दिनेश्वर हूं ।
नाहिं विरोध भलो उनसों घर जाहु दशानन पाँ परहूं ॥
दोहा—'नारायन' त्रिभुवन-पती, मारि सकै संसार ।
किये वैर तासों अवशि, निशिचर-कुल-संहार ॥

روتی چلاتی ہوئی دوڑ کے بھرتی ہوئی آہ لی ہے جا شورپنکھا نے شہِ راون کی پناہ
اب یہ خواہش ہے مری تم سے کہ اے غیرتِ ماہ سال بھر رہ کے کرو آگ میں تم اپنا نباہ
آنے والا ہے یہاں بھیش بدل کر راون
(۲) آکے لے جائے گا لنکا کو تمہیں ہر راون

हितकारी[1]

مجھ کو منظور ہے اک کھیل جگت ہتکاری[1] اُس میں امداد کی آئی ہے تمہاری باری
چاہیئے تم کو بھی اُس کے لئے کچھ تیاری چھوڑ دو شکل اک اپنی سی بنا کر ساری
ورنہ راون تو نہ تم کو کبھی چھو پائے گا
(۳) ہاتھ اگر تم کو لگائے گا تو جل جائے گا

جبکہ ہو جائے گا کُل لشکرِ راون پامال یوں ہی لونگا میں تمہیں آگ سے اُسوقت نکال
جانکی آگ میں پیوست ہوئیں سُن کے یہ حال عکس اپنا سا وہیں چھوڑ کے اپنا سا جمال
چاہا جس طرح سے جو کام وہ دلخواہ ہوا
(۴) یعنی بھائی بھی نہ اس راز سے آگاہ ہوا

مایا کی جانکی نے دیکھ کے مایا کا ہرن کر کے تعریف کہے رام سے ہنس کر یہ سخن
دیکھیئے جسم پہ ہیں نقش چمکتا ہے بدن اسکو پا جاؤں گی زندہ تو میں بہلاؤنگی من
دیر کچھ کیجیئے اے ناتھ نہ اب جائیے آپ
(۵) باندھ کر اس کو کسی طور سے لے آئیے آپ

हाथ میں لے کے شری رام جی تب تیر و کماں بولے لچھمن سے کہ سیتا کے رہو تم نگراں
مایاوی[2] راچھسوں کا یہ بیاباں ہے مکاں دور جانا نہ کہیں چھوڑ کے تم ان کو یہاں
جانکی جی کو تمہیں سونپ کے میں جاتا ہوں
(۶) باندھ کر اس کو ابھی ساتھ لئے آتا ہوں

मायावी[2]

جوڑ کر ہاتھ شری رام سے بولے یہ لکھن ہے حقیقت میں یہ مایا ہے یہ سچ نہیں کوئی ہرن
دیکھیئے جسم ہے رتنوں سے مُزیّن ہمہ تن آتی ہے بوئے دغا اس میں ہمیں رگھونندن
حکم لیکن مجھے جو کچھ ہے بجا لاؤں گا
(۷) چھوڑ کر جانکی جی کو نہ کہیں جاؤں گا

سُن کے بھائی کے سخن ہنسکے یہ بولے رگھوبر
مار ڈالوں گا اسے میں ہے یہ ماریچ اگر
ورنہ لے آؤں گا زندہ اسے اے نیک سیر
کیونکہ آتا ہے یہ سیتا کو پسندیدہ نظر
کہہ کے یہ رام بڑھے آہوئے پُرفن کی طرف
(۸)
چلدیا دیکھ کے ماریچ اُنھیں بن کی طرف

موہنی وشنو کی قابو میں ہے جس کے مایا
گیان کا روپ ہے ویدوں نے جسے بتلایا
راز کو جس کے کسی نے بھی نہ اب تک پایا
عام جیووں کی طرح وہ ہی چراچر رایا
دوڑتا پھرتا ہے مایا کے ہرن کے پیچھے
(۹)
جیسے لوبھی[1] کوئی سنسار میں دھن کے پیچھے

اس سے ظاہر یہ ہوا بھکت بچھل ہیں بھگوان
ورنہ دنیا میں ہیں سب جیو اُنھیں ایک سمان
جانکی جی کا جو منظور تھا رکھنا اُنھیں مان
بن گئے جان کے مایا کے ہرن کو انجان
دوڑتا تھا کبھی وہ اور کبھی رُک جاتا تھا
(۱۰)
چوکڑی بھر کے کبھی ڈر سے ٹھٹھک جاتا تھا

ہو کے روپوش کبھی سامنے اُن کے آکر
لے گیا دبت اُنھیں کچھ دور یوں ہی دوڑا کر
تیر تب رام نے مارا اُسے موقع پا کر
جس کے لگتے ہی زمیں پر وہ گرا چِلّا کر
اس قدر چوٹ لگی دل پہ کہ وہ سہ نہ سکا
(۱۱)
جسم مایا کا بنایا تھا جو وہ رہ نہ سکا

بہہ چلا مُنھ سے لہو پہونچی جو سینہ میں گزند
رام کو دیکھ کر آنکھیں ہوئیں ماریچ کی بند
لکشمن جی کو صدا دی یہ بہ آوازِ بلند
دو مدد آکے سومترا کے دُلارے فرزند
پھر کہا رام کی آواز میں مُارا مجھ کو
(۱۲)
دوڑو دوڑو کہ ہو جینے کا سہارا مجھ کو،

زور سے کہہ کے یہ پھر دل میں لیا رام کا نام
جسم بے جاں ہوا نکلا نہ کوئی اور کلام
ایک ہی تیر میں بس اُس کا ہوا کام تمام
بات کی بات میں جنّت کا ملا عیشِ مدام
سچ ہے گر رام زباں پر دمِ آخر آئے
(۱۳)
مُکتی حاصل ہو نہ سنسار میں وہ پھر آئے

[1] लोभी

رام کے نام نے دنیا میں نہ تارا کس کو رام کے نام نے دُکھ سے نہ اُبارا کس کو
رام کو جیت سکے اس کا ہے یارا کس کو رام کو پا کے جدائی ہے گوارا کس کو

رام میں جا کے ملی نکلی جو ماریچ کی روح
(۱۴)
نام کا پھل ہے یہ اُونچے کی ہو یا نیچ کی روح

رام جی گھر کو پھرے جبکہ گیا دیت وہ مر اُس کی آواز پڑی کان میں سیتا کے اُدھر
سوچ کر دل میں کہ آفت کوئی آئی سر پر یوں لگیں کہنے وہ لچھمن سے بہ حالِ مضطر

دیکھو جا کر اُنھیں کیا حادثہ پیش آیا ہے
(۱۵)
دوڑو دوڑو کوئی اس سمت سے چلّایا ہے

کیا خبر تھی کہ ہرن میں ستم آرائی ہے سر پر آفت یہ مرے جس نے نئی ڈھائی ہے
شاید ایذا کوئی اُس مرگ نے پہنچائی ہے میرے کانوں میں ابھی اُنکی صدا آئی ہے

کیا سُنا نام بھی اپنا نہیں لیتے اُن کو
(۱۶)
جا کے جلدی سے مدد کیوں نہیں دیتے اُن کو

جوڑ کر ہاتھ یہ لچھمن نے کیا گوش گذار ہو نہیں سکتی ہے دیوی یہ کبھی اُنکی پکار
بات کی بات میں سکتا ہو جو سنسار کو مار کون دے سکتا ہے بتلاؤ تو اُس کو آزار

ڈر کسی کا نہیں کچھ اُن کو تو بیباکی ہے
(۱۷)
یہ صدا اُس کی ہے کچھ اس میں بھی چالاکی ہے

یہ لکھن لال کی تقریر ہوئی باعثِ غم طیش میں آگئیں سیتا جی ہوئے دیدہ بھی نم
ڈانٹ کر بولیں یہ پھر اُن سے کہ اے دشٹ ادھم تجھ کو ایسا تو کبھی بھول کے سمجھے نہ تھے ہم

اپنے بھائی کی ہے تکلیف گوارا تجھ کو
(۱۸)
اب میں سمجھی ہے بھرت ان سے بھی پیارا تجھ کو

آج معلوم ہوا مجھ کو بھرت سے ترا ساز دشمنی کے ترے دریدہ ہیں سارے انداز
وقت پر بھائی کی امداد سے تو آتا ہے باز ساتھ آنے کا ترے جان گئی میں جو تھا راز

یاد رکھ تُو مجھے زنہار نہیں پا سکتا
(۱۹)
جان دینا مری طاقت سے نہیں جا سکتا

ہم کو مطلق نہ خبر تھی تری ان چالوں کی ٹھہر دیتی ہوں سزا میں ترے اعمالوں کی
شکل دیکھوں گی نہ تجھ جیسے میں چنڈالوں کی لے ابھی توڑتی ہوں قید میں جنجالوں کی

کہہ کے اب زندگی مجھ کو نہیں بھاتی اپنی
(۲۰)
رو کے ہاتھوں سے لگیں کوٹنے چھاتی اپنی

جانکی جی کی یہ تقریر جو آئی نہ پسند کر لیا ہاتھوں سے کانوں کو لکھن لال نے بند
جوڑ کر ہاتھ کہا پھر ہوں ترا میں فرزند ایسے نازیبا سخن کہتے نہیں دانشمند

ناسزا بات یہ ہے آبرو کھونے والی
(۲۱)
کچھ نہ پوچھ ہونی ابھی اور ہے ہونے والی

کہہ کے یہ سونپ کے بن دیوی کو متھلیش للی جس طرف رام تھے لچھمن نے بھی لی راہ وہی
پایا راون نے جو موقع یہ تو صورت بدلی اس طرح پر کہ ہو معلوم کوئی سنیاسی

جانکی جی تھیں جہاں جا کے وہاں پر پہنچا
(۲۲)
ڈرتے ڈرتے بہت آہستہ سے چھپ کر پہنچا

سچ ہے گر راہِ بدی پر کوئی رکھتا ہے قدم شان رہتی نہیں اور زور بھی ہو جاتا ہے کم
کچھ سمجھتا نہیں وہ عقل بھی کر جاتی ہے رم دل میں ہوتا نہیں محسوس کسی کا اُسے غم

دیکھو راون شہِ عفریت جو کہلاتا ہے
(۲۳)
آج ہر گام پہ دہشت سے وہ تھراتا ہے

جا کے پہونچا وہ جہاں جانکی جی تھیں دلگیر دیکھ کر اُس کو وہ سمجھیں کوئی آیا ہے فقیر
دے کے پھل مول ہر اک طرح سے کر کے توقیر پوچھ کر حال طبیعت کا یہ کی پھر تقریر

آپ بیٹھیں مرے سوامی ابھی آجائیں گے
(۲۴)
آپ کا حکم جو ہو گا وہ بجا لائیں گے

پوچھا راون نے ہو تم کون کمل دل[1] لوچن کون سوامی ہیں تمہارے کہو اے رشکِ چمن
کیا سبب تھا تمہیں کرنا جو پڑا ترکِ وطن کس لئے آ کے بنایا ہے یہاں پر مسکن

حال جو کچھ بھی ہو سارا وہ بتا دو مجھ کو
(۲۵)
قصد جواب ہو تمہارا وہ بتا دو مجھ کو

(1) कमल-दल-लोचन

ہیں شہنشاہِ اجودھیا کے جو فرزندِ کبیر — خوش قدو قامت و خوش سیرت ور و وتقریر
اہلیہ اُن کی ہوں دُختر ہوں جنک کی دل گیر — لکشمن ساتھ میں ہیں جو مرے دیور ہیں صغیر
حکم ہے چودہ برس باس کا بن میں ہم کو
سال بھر اور ہے جانے کو وطن میں ہم کو (۲۶)

آپ ہیں کون ہے کیا نام کہاں پر ہے قیام — آپ آئے ہیں یہاں کس لئے ہے کون سا کام
لایا تب اپنی زباں پر وہ بھکاری یہ کلام — بشروامُن کا ہوں فرزند میں راون بدنام
سارے دیتوں کا شہنشاہ کہاتا ہوں میں
سلطنت ہے مری لنکا میں بتاتا ہوں میں (۲۷)

حُسن کا حُسن کے زمانہ میں تمھارے چرچا — دیکھنے کی ہوئی خواہش مرے دل میں پیدا
تم کو دیکھا تو بڑھی اور یہ اب حرص و ہوا — تختِ لنکا پہ جو تم بھی ہو تو زینت ہو سوا
چھوڑو اس قیدِ بیاباں کو چلو لنکا میں
سلطنت رہ کے مرے ساتھ کرو لنکا میں (۲۸)

عیش کی عمر ہے بن باس کی یہ عمر نہیں — تپسیّوں[1] کے نہیں قابل ہو تم اے ماہ جبیں
رہ کے جنگل میں عبث ہوتی ہو رنجور و حزیں — لو چلو ساتھ مرے چھوڑ دو مُنیوں کو یہیں
تم جو چاہو گی بہم چیزیں وہ ساری ہونگی
رانیاں جتنی ہیں باندی وہ تمھاری ہونگی (۲۹)

ڈر گئیں جانکی جی سنتے ہی راون کی یہ بات — بولیں لاتا ہے عبث ایسے زباں پر کلمات
سر پہ آپہونچی ہے معلوم ہوا تیری حمات — ٹھہر جا دیر نہیں آتے ہی ہوں گے رگھونات
جادۂ ملکِ عدم تجھ کو وہ دکھلائیں گے
راج دھن دھام ترے خاک میں ملجائیں گے (۳۰)

ایک ہی تیر میں کردیں گے ترا کام تمام — وہ ترا جاہ وحشم ایک بھی آئے گا نہ کام
اپنی طاقت نہ دکھا نا مجھے اے نا فرجام — ورنہ ہو جائے گا جینا بھی تجھے اپنا حرام
شیرنی کو کوئی گیدڑ کبھی چھو سکتا ہے
بند کر اپنی زباں دُشت تو کیا بکتا ہے (۳۱)

[1] तपसियाँ

سُن کے یہ قہر سے راون پہ ہوا غش طاری — رہگئی شکل نہ تھی جس سے عیاں دیبنداری
دہشت انگیز بنی صورتِ راون ساری — دس سر اور بیس[2] بھجائیں ہوئیں بھاری بھاری
ابر ساں جسم سیہ اُس کا نمودار ہوا
دیکھنا جانکی جی کا جسے دشوار ہوا (۳۲)

کانپ اُٹھی ڈر سے اُسے دیکھ کے بن دیوی بھی — ہو گئے خوف زدہ جتنے تھے جاندار سبھی
سوچ کر چھُو نہیں سکتا ہوں میں سیتا کو کبھی — اور ایسا نہ ہو رام و لکھن آ جائیں ابھی
ناخنوں سے وہ زمیں جس پہ تھا سیتا کا قدم
کاٹ کر ہاتھ پہ راون نے اُٹھا لی اُسی دم (۳۳)

رکھ کے پھر رتھ پہ چلا اُسکو۔ اُڑا مثلِ سحاب — جانکی رونے لگیں غم سے ہوا حال خراب
رو کے چلائیں کہ آتے نہیں کیوں ناتھ شتاب — رکھتے ہو ہم پہ روا کیوں ستم و جور و عذاب
دُکھ میں داسی ہے تمہاری اسے کیا بھول گئے
تم دیا سندھ ہو کیوں اپنی دیا بھول گئے (۳۴)

ظلم راون نے کیا مجھ کو اکیلی پا کر — دُکھ مرا کون تمہیں ہائے سُنائے جا کر
پران پتی مجھ کو اس آفت سے نکالو آکر — کہہ کے یہ اور بھی رونے وہ لگیں چِلّا کر
(1) प्राणपति
دشتِ پُر ہول ہے کوئی نظر آتا بھی نہیں
اس نشاچر سے مجھے کوئی چھوڑاتا بھی نہیں (۳۵)

جیوں ہی کانوں میں جٹایو کے پڑی آہ و فغاں — بولا سیتا نہ ڈرو تم میں ہوں موجود یہاں
مار کر دُشٹ کا دُنیا سے مٹاتا ہوں نشاں — ٹھہر جا ٹھہر۔ کدھر جائے گا راون تو کہاں
تجھ کو معلوم بھی ہے کس کو لئے جاتا ہے
جانکی رام کی پیاری یہ جگت ماتا ہے (۳۶)

کہہ کے یہ دوڑ کے جلدی سے وہ رتھ موڑ دیا — زور سے داب کے جنگل میں اُسے توڑ دیا
چونچ سے مار کے گھوڑوں کو وہیں چھوڑ دیا — چوٹ پہ چوٹ سے راون کا بھی سر پھوڑ دیا
زخم وہ جسم پہ آئے کہ گرا غش کھا کر
پھر اُٹھا اور بھی غصہ میں بھرا جھلا کر (۳۷)

دونوں پر کاٹ دیئے ہاتھ میں لے کر تلوار لُنج تب ہو کے گرا گدھ بہت خستہ و زار
طاقت اُٹھنے کی رہی اور نہ تابِ پیکار رام ہا رام کہا آپ کی مہما ہے اپار[1]
قتل اِدھر میں ہوں اُدھر جانکی بھی روتی ہے
ہو جو بات آپ کو منظور وہی ہوتی ہے (۳۸)

دوسرے رتھ پہ کیا مایا سے جو جلد بہم جانکی جی کو بٹھا کر وہ اُڑا پھر اُسی دم
مضطرب ہو کے ہوئیں جانکی پھر محوِ الم دیکھ کر حال جٹایو کا بڑھا اور بھی غم
ڈالی ہر سمت اُٹھا کر پئے امداد نظر
کوئی آیا نہ مگر سُن لے جو فریاد نظر (۳۹)

ہائے کیوں دُکھ یہ ہوا چرخ سے مجھ پہ نازل ہائے رگھوناتھ ہو کیوں میری طرف سے غافل
کس طرح اپنی دکھاؤں تمھیں بیتابیٔ دل دور کرتے نہیں کیوں آکے یہ میری مشکل
بیکسی میں ہوں میں اور تم کو خبر کچھ بھی نہیں
کیا مری آہ میں اے ناتھ اثر کچھ بھی نہیں (۴۰)

کیا نہیں کوئی بھی سر سے جو یہ آفت ٹالے پڑ گئے حیف مری جان کے اب تو لالے
ناتھ جلد آؤ مرے پران ہیں جانے والے کیا کروں جس سے پہنچ جائیں یہ تم تک نالے
دیوتو دوڑو گرفتارِ ستم ہوتی ہوں
ہائے تم بھی نہیں سنتی ہو جو میں روتی ہوں (۴۱)

دیکھ سکتے نہ تھے تکلیف میں تم مجھ کو سجن[2] ہے گوارا تمھیں کیوں کر یہ مرا رنج و محن
تھی خطا میری تمھارا نہ تھا کچھ دوش لکھن تھی یہ نادانی کہے میں نے جو معیوب سخن
بخش دو مجھ کو میں شرمندہ ہوں پچھتاتی ہوں
جو کہا تھا تمھیں یہ اُس کی سزا پاتی ہوں (۴۲)

کیا نہیں کوئی بھی راون یہ ہو جس شخص کا بس کیا نہیں کوئی بھی کھائے جو مجھ ابلا پہ ترس
کام اک ایک کے آتے ہیں سبھی ناکس و کس کاش پھٹ جائے زمیں جائے یہ رتھ اُسمیں ہی دھنس
کہہ کے سیتا نے یہ نیچے جو نظر دوڑائی
پانچ وانر اُنھیں پربت پہ دیئے دکھلائی (۴۳)

[1] अपार
[2] सजन

باندھ کر کپڑے میں سیتا نے کچھ اپنے زیور پھینکا اُس جا پہ اُسے بیٹھے تھے جس جا وانر
تھا یہ مطلب کہ اِدھر رام جی آئیں گے اگر اُن کو مل جائے گی راون کی شرارت کی خبر

کر کے طے رتھ پہ سمندر کو دشانن جھٹ میں
(۴۴) اپنے رنواس کے لایا اُنھیں نرجن[1] بن میں

اُن کے آرام کے سب کر کے مُہیّا سامان داسیاں دے کے بجا لائیں جو اُن کا فرمان
ہر طریقہ سے اُنھیں مان کے ماتا کی سمان دل میں ڈرتے ہوئے ہو جائے نہ کوئی اپمان

قصر میں رہنے لگا آ کے وہاں سے راون
(۴۵) دھیان رکھتا تھا اُنھیں کا دل و جاں سے راون

جانکی جی کو نہ بھاتے تھے وہ آرام تمام رات دن اُن کی زباں پر تھا فقط رام کا نام
جیسے آہو کی طرف تھے وہ بڑھے تیز خرام بس اُسی روپ کے رہتا تھا اُنھیں دھیان سے کام

دن بدن رام کی فرقت میں لگیں مُرجھانے
(۴۶) ہو نہ سورج تو لگے جیسے کمل کُمھلانے

غزل

وقفِ رنج و غم و عذاب ہوں میں قیدیٔ دامِ اضطراب ہوں میں
ہوں حسیر و مریضِ بے درماں حسرتِ دیدۂ پُر آب ہوں میں
ظلم و بیداد و قہر و جور و جفا رات دن موردِ عتاب ہوں میں
بے خبر جو رہے۔ وہ بیداری منتشر جو رہے وہ خواب ہوں میں
جاں بلب مبتلائے آہ و فغاں دہر میں خانماں خراب ہوں میں
ناتھ کیوں اس قدر ہوئے غافل کیا سزاوارِ اجتناب ہوں میں
مجھ کو ابرِ کرم نہ بھولو تم صفتِ سایۂ سحاب ہوں میں
دُکھ ہرن نام ہے تو دُکھ ہر لو اک غریب الوطن مُصاب ہوں میں
جل رہی ہوں تپِ جدائی سے ہمہ تن مثلِ التہاب ہوں میں
ہے ستاتا اشوک بن بھی مجھے سنگ دل مرکزِ صعاب ہوں میں

[1] निर्जन

آتے ہو تم نہ موت آتی ہے   بدنصیبوں میں انتخاب ہوں میں
وائے ناکامی اپنی نارائن
تم کو پاؤں تو فیض یاب ہوں میں

سوئیا۔ آرت ناتھ پکارت ہوں شدھ کارن کون بسار دئی
ہائے نہ آئے سہائے کو سوامی میں ٹیرت ٹیرت ہار گئی
ایک ادھار تمہار 'نرائن' ساگر شوک سِوار مئی
ساس کی جو ابھلاش رہی سب پورن سو کرتار بھئی

دوہا۔ بن کی بپدا سب سہی۔ پتی سن بھیو بیوگ
نارائن نِردوش سب۔ کٹھن کرم کر بھوگ

سرگ آٹھواں

گیدھ کِریا

جب پھرے مار کے ماریچ کو رگھوکل رایا   دیکھ کر بھائی کو اور چہرہ بھی کچھ مرجھایا
خوش ہوئے دلمیں کہ مطلب تھا جو وہ بر آیا   جانکی ہرنے کا راون نے یہ موقع پایا
بعدہٗ دِل میں کیا رام نے یہ غور اپنے
رنج کے چاہئے دکھلانے ہمیں طور اپنے (۱)

सवैया—आरत नाथ पुकारत हौं सुधि कारन कौन बिसार दई ।
हाय न आये सहाय को स्वामि मैं टेरति टेरति हार गई ।
एक अधार तुम्हार 'नरायन' सागर शोक सिवार मई ।
सासु की जो अभिलाष रही सब पूरन सो करतार भई ॥

दोहा—बन की विपदा सब सही, पति सन भयो वियोग ।
'नारायन' निर्दोष सब, कठिन कर्म कर भोग ॥

گو ہر اک کام جو ہونا ہے وہ ہے مجھ پہ عیاں ہونے والا ہے جو کچھ وہ بھی نہیں مجھسے نہاں
تو بھی لازم ہے کروں میں وہ غم و آہ و فغاں عام انسان کی حالت میں جو ہوتے ہیں بیاں

جس سے میرا نہ لکھن لال پہ یہ راز کھلے
مایا کی جانکی ہرنے کا نہ انداز کھلے (۲)

اس بہانے سے میں کرتے ہوئے سیتا کی تلاش جا کے دش شیش کا کردونگا مع فوج کے ناش
اس طرح راز بھی میرا ہے جو ہوگا نہ وہ فاش دیوتاؤں کے بھی رہجائے گی دل میں نہ خراش

جانکی جی کو میں تب آگ سے واپس لوں گا
شاپ اور بر جو ہیں پورا میں اُنھیں کردوں گا (۳)

جسمِ انساں میں لیا جنم ہے میں نے آکر بس کروں گریہ وزاری میں یہاں دکھلا کر
ہونگے خوش بھکت مرے سارے چرِت یہ گا کر مُکتی پائیں گے نہ آئیں گے یہاں سے جا کر

رام جی بھائی سے بولے کہ کہاں آئے ہو
جانکی کو کسے تم سونپ وہاں آئے ہو (۴)

کھا گئے ہوں گے اُسے دیت بڑے مُنھ والے کسی عفریت کے یا پڑ گئی ہو گی پالے
یا تو ہر لے گئے ہوں آکے دنج[1] متوالے کر رہی ہو وہ بڑی یا تو کسی جا نالے

اپنی سیتا کو میں اب ہائے کہاں پاؤں گا
کون مُنھ لے کے اجودھیا کو میں اب جاؤں گا (۵)

جوڑ کر ہاتھ لکھن لال نے تب عرض یہ کی دوڑو دوڑو کی صدا کان میں جب جا کے پڑی
میرے آنے پہ مُصر مجھ سے ہوئیں جانکی جی میں نے سمجھایا بہت ایک بھی لیکن نہ سُنی

جو نہ شایاں تھیں اُنھیں مجھکو کہیں وہ باتیں
شرم آتی ہے بتا سکتا نہیں وہ باتیں (۶)

کہتے سنتے ہوئے اس طور پہ رام اور لکھن تیز رفتار سے آپہونچے جہاں تھا مسکن
جانکی جی کو نہ پایا تو بڑھا رنج و محن بھر کے آنسو یہ کہے رام نے بھائی سے سخن

میری آواز کو بھی تم نے نہ پہچان لیا
ایک عورت نے کہا جو اُسے سچ مان لیا (۷)

[1] दनुज

گر پڑے کہہ کے یہ اور زور سے اک آہ بھری سچ ہے مشہورِ جہاں چرخ کی بیداد گری
جانکی کیوں ہے مرے غم سے تجھے بے خبری حیف اتنی مرے نالوں میں ہوئی بے اثری

کام آتا ہے جو اوروں کی پریشانی میں
(۸)
آج دکھلاتا ہے دُکھ پیکرِ انسانی میں

بولے پھر رام جی دوڑا کے ہر اک سمت نظر دُکھ یہ اک اور پڑا آ کے ہمارے اوپر
کیا نہ تا عمر مٹے گا مرا اب دردِ جگر کیا لکھا ہی نہ تھا قسمت میں کبھی سُکھ سے بسر

راج ملنے کو تھا بن باس کا دُکھ پاتا ہوں
(۹)
اور اُس پر یہ کہ سیتا سے چُھٹا جاتا ہوں

پیڑ خاموش ہیں کچھ بھی نہیں کہتی ہیں لتا[1] کوئی ایسا نہیں جو دے ہمیں سیتا کا پتا
جانکی گر ہو چھپی تو نکل آ اب نہ ستا دیوتا بن کے جو ہو دو ہمیں کچھ تم ہی بتا

اتنی اے اہلِ نظر عرض پذیرائی ہو
(۱۰)
ہم کو بتلا دو نظر تم کو اگر آئی ہو

جانکی میں نے اودھ میں تجھے سمجھایا تھا کیسے دُکھ پڑتے ہیں جنگل میں یہ بتلایا تھا
لیکن اُس وقت سمجھ میں نہ تری آیا تھا میں نے جو تجھ سے کہا تھا نہ تجھے بھایا تھا

آخرش آ کے مرے ساتھ مصیبت ڈھائی
(۱۱)
جو نہ آنی تھی کبھی سر پہ وہ آفت آئی

بولو کچھ تم ہی بتا دو مجھے اے جانورو طائرو کیا ہے جو تم چُپ ہو زباں کھولو تو
اے زمیں کس نے ہے کاٹا تمہیں کچھ تم ہی کہو بولتا مجھ سے نہیں کوئی گئے کیا سبھی سو

جا بجا پوچھتے اس طرح سے رگھوناتھ چلے
(۱۲)
غرقِ بحرِ غم و کاوش ہیں لکھن ساتھ چلے

جا کے کچھ دور جہاں گیدھ جٹایو تھا وہاں دیکھ کر رام جی ٹوٹے ہوئے رتھ، چھتر، کماں
بولے اس طور لکھن سے ہمہ بین و ہمہ داں اس جگہ ہوتے ہیں کچھ جنگ کے آثار عیاں

آؤ ممکن ہے کوئی اہلِ وفا مل جائے
(۱۳)
یا کسی غیر کا اندازِ جفا مل جائے

[1] लता

بڑھ کے دیکھا جو ذرا اور بڑا اگدھ نظر کوہ ساں جسم تھا جسکا تھا مگر خون سے تر
رام جی جن کو ہے ہر بات کی ہر وقت خبر بولے روتے ہوئے بھائی سے یہ مانندِ بشر
ہے یہی دیت جو سیتا کو مری لایا ہے
(۱۴) خون گرتا ہے یہ ظاہر کہ یہاں کھایا ہے

بھر گیا پیٹ تو اب نیند اسے آئی ہے یہ سمجھتا ہے یہاں گوشۂ تنہائی ہے
ہے یہی جس نے یہ آفت مرے سر ڈھائی ہے مار ڈالوں میں اسے اب یہی دانائی ہے
دو لکھن تیر و کماں دیکھو تو غُصّہ آتا ہے
(۱۵) ٹھہر جا اپنے کیئے کا ابھی پھل پاتا ہے

بات یہ رام کی سُن کر وہ بہت گھبرایا پھر بڑھا پریم جو دیکھا اُنھیں دل بھر آیا
بولا چلّا کے وہیں سے کہ سُنو رگھو رایا میں جٹایو ہوں ادھم[1] کیجیے مجھ پر دایا
موت کا غم نہیں مرنے سے نہ میں ڈرتا ہوں
(۱۶) مارتے آپ ہیں کیا مجھ کو میں خود مرتا ہوں

ہے اگر کچھ بھی تو ہے آپ کے دیدار کی چاہ جاں بلب ہوں میں مرا حال ہے اے رام تباہ
آپ کو ظلم سے راون کے تو کردوں آگاہ بعد ازاں لوں میں ہمیشہ کیلئے خُلد کی راہ
آیئے جلد کہ اب پران مرے جاتے ہیں
(۱۷) داستان ظلم کی ہم آپ سے بتلاتے ہیں

جاکے نزدیک ہوئی بات یہ جب گوش گذار رام جی رونے لگے دیکھ کے اسکا تنِ زار
رکھ کے تب ہاتھ پہ زخمی سرِ غمخوار کا بار پوچھ کر اشک وہ آنکھوں سے بندھا جنکا تھا تار
دستِ شفقت تنِ مجروح پہ جس دم پھیرا
(۱۸) عین راحت کی طرف اُس کا رُخِ غم پھیرا

رام جی بولے کہو کچھ دلِ ناشاد کا حال کس نے ایذا تمھیں پہونچائی ہے اے نیک خصال
زندگی بخشدوں گر دل میں ہو جینے کا خیال یا جو چاہو تو کروں راحتِ عقبیٰ سے نہال
جانکی کا کہو کچھ حال اگر دیکھا ہو
(۱۹) اُس کو جاتے جو سرِ راہ گذر دیکھا ہو

[1] अधम

تب دیا رام کو اس طرح جٹایو نے جواب کیا کہوں ہاتھ سے راون کے جو آیا ہے عذاب
ہر کے لایا تھا وہ سیتا کو بصد جور و عتاب لے گیا ہے اُنھیں لنکا کی طرف رتھ یہ شتاب

بے طرح جانکی جی روتی تھیں چلاتی تھیں
(۲۰)
آتشِ صدمۂ فرقت میں جلی جاتی تھیں

دوڑ کر روک دیا رتھ جو سُنی آہ و فغاں توڑ کر میں نے اُسے مار دیئے اسپِ دواں
جسمِ راون پہ دیئے چوٹ کے دش بیس[(۱)] نشاں کر سکا میں جو۔ کیا میں نے وہ شاہِ دوجہاں

کیا کروں رام کہ بس کچھ بھی مرا چل نہ سکا
(۲۱)
تھا لکھا میرے مقدّر میں یہی ٹل نہ سکا

اُس نے تلوار سے کاٹے مرے دونوں بازو جسم مجروح ہے یہ دیکھئے جاری ہے لہو
اب نہیں تاب کہوں آپ سے میں ظلمِ عدو زندگانی کا مری جام ہے لب ریز پر بھو

آپ کے سامنے میں ملکِ عدم جاتا ہوں
(۲۲)
لوگ پاتے ہیں جو کم میں وہ گتی پاتا ہوں

روح جب تک عری اس جسم میں ہے بار مجھے چھوڑ کر آپ نہ جائیں مرے سرکار مجھے
خوش ہوں راون سے ملا ایسا جو آزار مجھے آخری وقت ہوا وشنو کا دیدار مجھے

ہو گئی بند زباں مُنہ میں یہ کہتے کہتے
(۲۳)
تھم گئے اشکِ رواں آنکھ سے بہتے بہتے

چھوڑ کر اُس نے ادھم تن وہ پرم پد پایا عیش و عشرت کا جسے کہتے ہیں سب سرمایا
اُس کے مرنے پہ ہوئے اشک فشاں رگھورایا گویا اک اور نیا زخم یہ دل پر کھایا

دیر تک خشک وہ پھر دیدۂ پُرنم نہ ہوئے
(۲۴)
باپ کے غم سے یہ اندوہ والم کم نہ ہوئے

بعد کچھ دیر کے بھائی سے کہا رام نے تب تھا لکھا یہ کبھی کہ ہم موت کا اسکی ہوں سبب
ہم کو لازم ہے کریں اپنے ہی ہاتھوں سے ہم اب سنسکار اگنی کا اور اسکا مرتک کرم بھی سب

لکڑیاں بِن[(۱)] کے تم اس واسطے لاد و جلدی
(۲۵)
اک چتا سورگ میں جانے کو بنا دو جلدی

(۱) बिन

رام کا حکم یہ پایا تو اُٹھے جلد لکھن لکڑیاں جا کے وہ لے آئے اُسی دم کئی من
ہوئی تیار چِتا اور بنا چھالوں کا کفن رکھ کے تب رام نے اُس کرگس مقتول کا تن
اُس کی کی داہ کریا شرطِ وفا دکھلائی
(۲۶) جو گتی پائی نہ دشرتھ نے وہ اس نے پائی

ہو گیا دیکھتے ہی دیکھتے پاپوں سے بری دُور دُکھ درد ہوا شکل میں ہم شکل ہری
تھی گدا سنکھ پدم چکر کی بھی جلوہ گری تن پہ تھے پیت[1] بسن زیورِ لعل و گہری
کریٹ کُنڈل کی چمک چاروں طرف جاتی تھی
(۲۷) روشنی جن سے مہ و مہر کی شرماتی تھی

اُس کی خدمت کے لئے دُوت وہاں پر آئے وشنو کے لوک سے اک رتن سنگھاسن لائے
پھول آکاش سے تب دیوتوں نے برسائے یوگیوں نے بھی وہیں آکے ہری گُن گائے
بیٹھ کر رتن سنگھاسن پہ وہ تب جوڑ کے ہاتھ
(۲۸) اس طرح کرنے لگا حمد و ثنائے رگھوناتھ

اے خالق و مالکِ دو عالم اے چارہ گر و رفیق و ہمدم
اے موجدِ علم و فہم و دانش اے مصدرِ بخشش و نوازش
اے کوہِ عظیمِ تاب و طاقت اے بحرِ عمیقِ عیش و راحت
اے معدنِ نورِ نیّر و ماہ اے مخزنِ عزّ و حشمت و جاہ
اے مبدءِ انبساط و آرام اے چشمۂ التفات و اکرام
ہر بات کا ہے تمھیں کو یارا ہر چیز میں جلوہ ہے تمھارا
تم ہر جگہ اور ہر زماں ہو ظاہر ہو کہیں کہیں نہاں ہو
ہیں بس میں تمھارے آگ پانی سب پر ہے تمھاری حُکمرانی
ارض و فلکِ بریں تمھیں ہو دُنیا ہو تم اور دیں تمھیں ہو
تھے تم۔ ہو تمھیں رہو گے دائم جانِ بشر و جن و بہائم
بنیاد تمھیں ہو اس جہاں کی ہو تم ہی اساس آسماں کی
قائم ہے تمھیں سے نامِ دنیا ہو تم ہی رفاہِ عامِ دُنیا

[1] पीत बसन

ہر پھول میں اک تمہاری بُو ہے ہر اک کو تمہاری جستجو ہے
ہے تم سے ہی داستانِ دنیا چاہو تو مٹے نشانِ دُنیا
میرا یہ سرِ نیاز خم ہے جب تم ہو تو مجھ کو کون غم ہے
برہما شمبھو ہیں مدح خواں تمہارے سُرپت ہیں تمہارے ہی سہارے
پڑتے ہیں یہ جب کسی محن میں آتے ہیں تمہاری ہی شرن میں
پاتے ہیں تمہیں سے سُکھ ہمیشہ کٹتا ہے تمہیں سے دُکھ ہمیشہ
رہتے ہیں جو دھیان میں تمہارے بر آتے ہیں اُن کے کام سارے
مارا ہے تمہیں نے پاپیوں کو تارا ہے تمہیں نے پاپیوں کو
جمنا سا تمہارا شیام تن ہے غنچہ سا کھلا ہوا دہن ہے
روشن ہے تمہارا نامِ نامی کرتا ہوں تمہیں پرنام سوامی
ہیں ناؤ چرن کمل تمہارے بھو سندھ میں بھکت کو سہارے
کر دیتے یہی ہیں داس کو پار اُودّھار ہے ورنہ سخت دشوار
خواہش نہیں جن کے دل میں کوئی جو کرتے نہیں ہیں یا وہ گوئی
اوروں کا ہے جنکو عیش بھاتا غیروں کا ہے جنکو غم ستاتا
پاتے ہیں وہی تمہارا درشن اک جن کے تمہیں ہو دھام اور دھن
تم بھکت بچھل ہو پاپ ہاری آیا ہوں شرن میں میں تمہاری
برہما ہو تمہیں مہیش بھی ہو ہو وشنو تمہیں دِنیش[1] بھی ہو
سنسار کے من ہرن تمہیں ہو ہری بھکت کو سُکھ کے بن تمہیں ہو
دھرتے ہیں تمہارا دھیان جوگی پا سکتے نہیں ہیں تم کو بھوگی
داسوں میں ہوا ہے نام میرا ہے رام تمہیں پرنام میرا

استُتی سُن کے جٹایو کی یہ بولے شری رام ہو کے خوش تم سے میں دیتا ہوں تمہیں وشنو کا دھام
جو پڑھے خواہ سنے گا مری استُتی یہ تمام دے گا اُس کو مرا سا روپ پد آرام مدام

پا کے بر دان جٹایو یہ پرم دھام گیا
وشنو کا روپ ملا اُس کو خوش انجام گیا (۲۹)

(1) दिनेश

غزل

تمہاری اک نظر لطف و مہر گر ہو جائے
تو بالیقیں جو گدا ہو وہ تاجور ہو جائے

اگر تمہاری محبّت میں چشم تر ہو جائے
گرے جو آنکھ سے آنسو تو وہ گہر ہو جائے

تمہیں سے چرخ پہ ہیں جلوہ گر مہ و خورشید
جو چاہو تم تو ہر اک ذرّہ جلوہ گر ہو جائے

تمہاری یاد سے غافل ہیں اہلِ بزمِ جہاں
تمہیں نہ بھولے تو تم سا ہر اک بشر ہو جائے

تمہارے دامنِ شفقت میں لے پناہ اگر
تو ساری عمر نہ کیوں عیش سے بسر ہو جائے

جسے ہو چاہ تمہاری رہے نہ چاہ کوئی
جسے خبر ہو تمہاری وہ بے خبر ہو جائے

ترستے جسکو ہیں یوگی گتی وہ گِدھ کو دی
عجب تمہاری ہے چشمِ عطا جدھر ہو جائے

بس اک تمہیں سے ہے اُمیدوار نارائن
تمہارے لُطف کی اُس پر بھی اک نظر ہو جائے

سوئیا۔ تارت ہو بھوساگر تے تم دوش کلیش نِوارت ہو
آرت ہوئے جو پکارت ہے تیہی کہاں گہی بانہہ اُبارت ہو
دِینن کے ہِت ہیتو 'نراین' دیہہ انیکن دھارت ہو
داسن کے بش میں تم ہو اک پریمہیں تے تم ہارت ہو

دوہا

نیچ گیدھ کہاں دینھ تم۔ نج ساکیت نِواس
کرپا سِندھو تم سم نہیں۔ بنے داس کر داس

सवैया—तारत हो भवसागर ते तुम दोष-कलेश निवारत हो।
आरत ह्वै जो पुकारत है तेहि कहँ गहि बाँह उबारत हो।
दीनन के हित-हेतु 'नरायन' देह अनेकन धारत हो।
दासन के वश में तुम हो इक प्रेमहिँ ते तुम हारत हो॥
दोहा—नीच गीध कहँ दीन्ह तुम, निज साकेत-निवास।
कृपा-सिन्धु तुम सम नहीं, बने दास कर दास॥

دیا درشٹ راکھت سدا، شرناگت کی اور
'نارائن'، دِشی دیکھئے۔ دیا درشٹ کی کور

سرگ نواں

کبندھ بدھ

دے چکے گدّھ کو دُرلبھ[1] گتی جب شری رام
دوسرے بن کو چلے چھوڑ کے اُس بن کا قیام
جا بجا کرتے مُنیشوں کی کُٹی پر بسرام
پوچھتے پھرتے تھے سیتا کو سرِ راہِ عوام
غم جو سیتا کی جدائی کا ستاتا تھا اُنھیں
کھاتے پیتے تھے نہ منظر کوئی بھاتا تھا اُنھیں (۱)

اس طرح جب وہ چلے جاتے تھے باحالِ تباہ
فکرِ سیتا میں لئے بھائی کو اپنے ہمراہ
پایا خود کو نئی آفت میں اُٹھائی جو نگاہ
دیکھا اک دیت نہ بچنے کی تھی جس سے کوئی راہ
شکل ایسی تھی جسے دیکھ کے ڈر بھی ڈر جائے
موت بھی سامنے اُس کے اگر آئے مر جائے (۲)

مُنھ تھا اک پیٹ میں کچھ اور نہ تھا مُنھ کے سوا
دونوں ہاتھ اُسکے دراز اتنے کہ تھے دستِ قضا
چل نہ سکتا تھا بس اک جا پہ وہ رہتا تھا پڑا
خود بخود ہاتھوں میں آجائے جو لیتا تھا وہ کھا
نام اُس دیت کا دنیا میں تھا مشہور کبندھ
دھرم کی راہ سے رہتا تھا بہت دور کبندھ (۳)

ہاتھ اُس وقت جو عفریت تھا وہ پھیلائے
اُسکے پھندے میں شری رام و لکھن بھی آئے
رام تو دیکھ کے اُس دیت کو کچھ جھلّائے
اور لکھن پڑ گئے حیرت میں نہ کچھ کہہ پائے
دیکھ کر بھائی کو بولے یہ شری رام سخن
سہمگیں شکل کو دیکھو تو ذرا اس کی لکھن (۴)

[1] दुर्लभ

दया-दृष्टि राखत सदा, शरणागत की ओर ।
'नारायण' दिशि देखिये, दया-दृष्टि की कोर ॥

ایک جو جن کے ہیں ہاتھ اس کے کوئی پیر نہیں
درمیاں ان کے جو آجائے تو پھر خیر نہیں
سب سے ہے خاص کسی سے اسے کچھ بیر نہیں
سب کا دشمن کوئی اپنا اسے یا غیر نہیں
پیٹ میں مُنھ ہے فقط آنکھ سے خالی بالکل
(۵)
اور دیتوں سے ہے شکل اس کی نرالی بالکل

پھنس گئے ہم بھی اُنھیں ہاتھوں میں اے نیک شعور
اب نہ چھوڑے گا یہ جیتا ہمیں کھالے گا ضرور
بھاگنا چاہیں تو ہیں بھاگنے سے بھی مجبور
جانبری ہم کو نظر آتی ہے اس دیت سے دور
کیا کریں کیا نہ کریں عقل ہے حیرانی میں
(۶)
آئی سر پر نئی آفت یہ پریشانی میں

بولے لچھمن جی کہ اس کا نہیں کچھ بھی ہمیں غم
آپ ہیں ساتھ تو ڈرتے نہیں مطلق اسے ہم
ہاتھ اس کے یہ عیاں جن سے ہے اندازِ ستم
لے کے تلوار کئے دیتے ہیں یک لخت قلم
اس میں رگھوناتھ منا سب ہمیں تاخیر نہیں
(۷)
کارگر اس کے سوا اب کوئی تدبیر نہیں

رام نے کہہ کے بہت خوب چلائی تلوار
دوسری سے کیا لچھمن نے بھی اک ساتھ ہی وار
کر دیا کاٹ کے ہاتھ اُس کے اسُر کو بیکار
ہو گیا دُور رہا سر میں نہ باقی پندار
گر گئے ہاتھ وہیں دونوں زمیں پر کٹ کر
(۸)
ہو گیا جیسے شجر ہو کوئی شاخیں چھٹ کر

پڑ کے حیرت میں کیا رام سے اُس نے یہ سوال
کون ہو آئے ہو کیوں بن میں ہے کیا دل میں خیال
کاٹ کر کیوں مرے ہاتھوں کو دیا رنج و ملال
پیٹ بھرنا بھی مجھے آج سے اب ہو گا محال
تاب انساں کی نہ تھی آ کے ستاتا مجھ کو
(۹)
دیوتا دیت کوئی جیت نہ پاتا مجھ کو

ہنس کے اس طرح کئے رام نے تب اُس سے کلام
راجہ دشرتھ کا پسر ہوں میں مرا نام ہے رام
لکشمن ساتھ ہے بھائی مرا فرخ فرجام
اہلیہ بھی مری تھی ساتھ پسندیدہ خرام
ایک دن ہم جو گئے تھے کہیں باہر گھر کے
(۱۰)
لے گیا جانکی جی کو کوئی نشیچر ہر کے

جا بجا کرتے ہوئے ہم اُسی سیتا کی تلاش　　آئے اس جا تو کھلا ہم پہ تمہارا یہ قماش
پڑ کے ہاتھوں میں تمہارے ہوئے جینے سے نراش[1]　　اپنی جان پہ جب ہم نے دیئے ہاتھ تراش
دیکھ کر جسم تمہارا ہمیں حیرانی ہے
(۱۱)　یہ تمنا ہے سُنیں راز جو پنہانی ہے

تب دیا رام کو اُس دیت نے اس طرح جواب　　پوچھتے حال ہو گیا مجھ سے تم اے عیش مآب
ہے گناہوں سے بھرا عالمِ طفلی و شباب　　اس جہاں میں نہ کیا میں نے کوئی کارِ ثواب
لیکن اب آکے دیا تم نے جو درشن مجھ کو
(۱۲)　عیشِ جاوید کا باعث یہ ہوا تن مجھ کو

رہ گیا کچھ بھی نہ ہاتھوں کے مجھے کٹنے کا غم　　ہو گیا مجھ کو اب آرام زمانہ کا بہم
تھا نہاں ظلم کے پردے میں جو اندازِ کرم　　مل گئی مجھ کو نجاتِ ابدی عیشِ اتم
اب سنو رام میں حال اپنا سناتا ہوں تمہیں
(۱۳)　بد دعا جیسے ملی تھی وہ بتاتا ہوں تمہیں

تھی حکومت مری گندھربوں پہ پہلے بھگوان　　تاب و طاقت میں نہ تھا کوئی مجھ ایسا بلوان
مہ جبینانِ جہاں ہوتی تھیں مجھ پہ قربان　　ہو کے خوش تپ سے یہ برہما نے دیا تھا بردان
موت سے بھی میں اگر سینہ سپر ہو جاؤں
(۱۴)　تو بھی آئے نہ مجھے موت امر ہو جاؤں

ہو گیا پا کے یہ بردان میں بے خوف و خطر　　رہ گیا مجھ کو کسی کا بھی نہ باقی کوئی ڈر
خوف کھاتے تھے سبھی مجھ سے میں جاتا تھا جدھر　　دست یاری کو کسی کا میں نہ تھا دست نگر
مجھ کو آئے نظر اک بار مُنی اشٹاوکر[2]
(۱۵)　میں ہنسا ہو گئے بیزار مُنی اشٹاوکر

بد دعا دی مجھے مُن راج نے یہ کرکے عتاب　　دیکھ کر مجھ کو ہنسا کس لئے اے خانہ خراب
ہے سزا تیری ہو تو دیت بد اطوار شتاب　　وہ بُری شکل ہو تیری کہ نہ ہو جس کا جواب
کانپ کر خوف سے قدموں پہ گرا میں اُن کے
(۱۶)　آگیا ہوش مجھے مُن کے سخن یہ سُن کے

[1] निराश
[2] अष्टावक्र

دیکھ کر چہرۂ پُر تاب یہ پھر اُن کے غضب — جوڑ کر ہاتھ کہا میں نے بہت عجز سے تب
دل میں نادم میں معافی کا طلبگار ہوں اب — فخر جس کا مجھے تھا بھول گئی بات وہ سب

اب کبھی ایسی خطا مجھ سے نہ سرزد ہو گی
(۱۷)
یہ تو بتلائیے اس غم کی کبھی حد ہو گی

دیکھی مُن راج نے جب یوں مری بیچارہ گری — ڈالی اک بار نظر میری طرف رحم بھری
بد دعا کہہ کے یہ کی ختم کہ تریتا[1] میں ہری — پاس آئینگے ترے ہوگا تو تب غم سے بری

اُن کے آتے ہی بُرے دن یہ پلٹ جائینگے
(۱۸)
ایک یوجن کے ترے ہاتھ بھی کٹ جائینگے

شکل جو تیری ہے ہو جائیگی پھر تجھ کو نصیب — اب کسی مُن پہ نہ ہنسنا کبھی اے بد تہذیب
چلدیئے جب وہ رہائی کی بتا کر ترکیب — دفعتاً ہو گئی دیتوں سی مری شکل عجیب

کچھ دنوں رنج رہا اپنے اُن اعمالوں کا
(۱۹)
پھر نشانہ میں بنا دہر کے جنجالوں کا

زعم پھر مجھ کو ہوا اپنے توانا تن کا — خوف مطلق نہ رہا دل میں کسی دشمن کا
جیت لوں سب کو یہ ارماں جو تھا میرے من کا — میں طلبگار ہوا اندر سے اندر آسن[2] کا

بجر اک اندر نے مارا مجھے ایسا کس کر
(۲۰)
رہ گئے پیٹ میں سر پیر بھی میرے دھس کر

ہاں مگر پہلے جو برہما نے دیا تھا بردان — بچ گیا اُسکے سبب سے میں نہ نکلی مری جان
دیوتوں نے مجھے بے مُنھ کے جو دیکھا حیران — آگیا رحم اُنھیں حال پہ میرے بھگوان

التجا جا کے سبھوں نے یہی کی سُرپت سے
(۲۱)
پیٹ بھرنے کی تو صورت ہو کسی صورت سے

بولے تب اندر ترس کھا کے مری حالت پر — بجر کا مٹ نہیں سکتا کسی صورت سے اثر
ہاں مگر آئے ہو تم اسلئے دیتا ہوں یہ بر — ہوں بھجائیں بڑی اور پیٹ میں مُنھ آئے نظر

تب سے بس نام تمھارا میں پڑا لینا تھا
(۲۲)
دونوں ہاتھوں کو جو ملتا تھا وہ کھا لیتا تھا

[1] त्रेता
[2] इन्द्रासन

کٹ گئے ہاتھ تو اب جان ہوئی مجھ کو وبال — اس لئے میں جو کہوں تم وہ کرو دینڈیال
چھوڑ دو جلتے ہوئے کنڈ[1] میں ہے یہ ہی سوال — عین راحت مجھے ہوگی نہ ذرا ہوگا ملال

شکل میری تھی جو پہلے وہ میں پا جاؤں گا
(۲۳)
حال سیتا کا بھی تب کچھ تمھیں بتلاؤں گا

بات سُن کر یہ اشارہ جو ملا بھائی کا — دی لکھن لال نے فی الفور وہیں آگ جلا
رام نے آگ میں تب جسم کو اُس کے ڈالا — لکڑیاں ڈال کے پھر اور دیا اُس کو دبا

اک نیا جسم مِلا آگ میں جل جانے سے
(۲۴)
تپ کے جیسے ہو طلا سانچہ میں ڈھل جانے سے

خوش قد و قامت و خوش وضع و اطوار و دہن — زیوروں کی چمک ایسی کہ تھا پُر نور بدن
حُسن چہرہ کا جو دیکھے تو ہو حیران مدن[2] — پر تو ماہ تھا جسم اُس کا وہ گویا ہمہ تن

جوڑ کر ہاتھ کیا پہلے طواف شری رام
(۲۵)
استتی اُن کی یہ کی بعد ازاں کرکے پرنام

استتی

سنو ہو رام سروگیہ سُجانا — سب کے ہردے بسو ہو بھگوانا
ایک انادی اننت انوپا — سگن اگن دواو برہمہ سُورُوپا
گھٹ گھٹ باس کرہو تم سوامی — گیان روپ پربھو انتریامی
مہما میں کم کہوں بکھانی — نہیں جانیں تم کہاں مُنی گیانی
پرے ہرینہ گربھ رگھورائی — گیان رُوپ تو ویدن گائی

---

(1) कुण्ड
(2) मदन

स्तुति—सुनहु राम सर्वज्ञ सुजाना। सब के हृदय बसहु भगवाना॥
एक अनादि अनन्त अनूपा। सगुण अगुण दोउ ब्रह्म स्वरूपा॥
घट-घट वास करहु तुम स्वामी। ज्ञान-रूप प्रभु अन्तर्यामी॥
महिमा मैं किमि कहौं बखानी। नहिं जानहिं तुम कहँ मुनि ज्ञानी॥
परे हिरण्यगर्भ रघुराई। ज्ञान रूप तव वेदन गाई॥

جو نہیں جان سکیں یوگی جن — سو میں رام کرہوں کم ورنن
مَن کہاں اگم سو رگھو کُل کیتُو — اَستُتی باک بپھل تیہی ہیتو
چِت پرتی بمب بُدّھی جب پرئی — جیو رُوپ سو جگ وِستری

دوہا

جگ سمست جڑ وستو جو۔ ساکشی تاسو نہ جیو
جیہی بھاست جڑ جگت سو۔ انتریامی سیو

چوپائی۔ مَن بانی تے پرے سو ایشا — چیتن شُدّھ برہمہ جگدیشا
اکھل بھُون ویاپک سوئی راما — سدا ایک رس پُورن کاما
نروکار اُر سروسوروپا — سب گُن رہت سکل گُن بھُوپا
تاہی لِنگ دیہہ جو کہئی — سو اگیان کوپ ماں رہئی
جے تو کرہیں بھجن نشکاما — دیہو رام تن کہاں نج دھاما
بھُوت بھوشیہ آدی تیہوں کالا — وِشوپال تُم دین دیالا
جگ ویاپک تُم جگ تے نیارے — رُوپ وِراٹ بسہیں جگ سارے
تیہی پد تل پاتال کہاوا — ایڑی تاسو مہاتل گاوا

जो नहिं जानि सकैं योगीजन। सो मैं राम करहुँ किमि वर्णन ॥
मन कहँ अगम सो रघु-कुल-केतू। अस्तुति वाक् विफल तेहि हेतू ॥
चित्प्रतिबिम्ब बुद्धि जब परई। जीव-रूप सो जग विस्तरई ॥

दोहा—जग समस्त जड़ वस्तु जो, साची तासु न जीव।
जेहि भासत जड़ जगत सो, अन्तर्यामी सीव ॥

चौपाई—मन वाणी ते परे सो ईशा। चेतन शुद्ध ब्रह्म जगदीशा ॥
अखिल-भुवन-व्यापक सोइ रामा। सदा एक-रस पूरण-कामा ॥
निर्विकार अरु सर्व-स्वरूपा। सब-गुण-रहित सकल-गुण-भूपा ॥
ताही लिङ्ग-देह जो कहई। सो अज्ञान-कूप मँह रहई ॥
जे तव करहिं भजन निष्कामा। देहु राम तिन कहँ निज धामा ॥
भूत भविष्य आदि तिहुँ काला। विश्वपाल तुम दीनदयाला ॥
जग-व्यापक तुम जग ते न्यारे। रूप विराट बसहिं जग सारे ॥
तेहि पद-तल पाताल कहावा। एड़ी तासु महातल गावा ॥

دوہا- تاکر گلف رساتل - پھلّی تلاتل دیش
جانو دواُو تاکر سُتل - جنگھا وِتل رمیش

چوپائی- وِتل اُپر جو جگھن کھراری — اتل لوک کہہ وید پُکاری
کٹی مہی لوک جاہی کہہ دھرنی — نابھی بھُورلوک سب برنی
سُورگ لوک وکش استھل باسا — گریوا مہر لوک پرکاسا
مُکھ منڈل جن لوک بتاوا — تپ للاٹ جو مُنی من بھاوا
ستیہ لوک مستک رگھونندن — رہت بھُجا بچ لوکپال گن
دس دِشی دواُو کرن کرتارا — ناسا دواو اشونی کمارا
آنن اگنی سُوریہ دواُو لوچن — مَن ہے چندر سنو ہو دُکھ موچن
پربھو تو بھرکٹن بیچ بس کالا — بُدّھی سوراچاریہ مہیپالا

دوہا- اہنکار بس رُودر ارُ - واک وید کر باس
داڑھن یم نکشتر گن - دشنن کرت نِواس

दोहा—ताकर गुल्फ रसातल, फिल्लि तलातल देश।
जानु दोऊ ताकर सुतल, जङ्घा वितल रमेश॥

चौपाई—वितल उपरि जो जघन खरारी। अतल लोक कह वेद पुकारी॥
कटि महिलोक जाहि कह धरणी। नामी भुवर्लोक सब वरणी॥
स्वर्गलोक वच्छ-स्थल वासा। ग्रीवा महर्लोक परकासा॥
मुख-मण्डल जनलोक बतावा। तप ललाट जो मुनि-मन भावा॥
सत्य लोक मस्तक रघुनन्दन। रहत भुजा विच लोकपाल-गन॥
दस दिशि दोऊ कर्ण करतारा। नासा दोउ अश्विनी कुमारा॥
आनन अग्नि सूर्य दोउ लोचन। मन है चन्द्र सुनहु दुख-मोचन॥
प्रभु तव भृकुटिन विच वस काला। बुद्धी सुराचार्य महिपाला॥

दोहा—अहङ्कार बस रुद्र अरु, वाक वेद कर वास।
दाढ़न यम नच्त्र-गण, दशनन करत निवास॥

چوپائی۔ مایا ہاسیہ وید اس گاوا سُنو ہو رام جو سبھیں نچاوا
سرشٹی کٹاکش دھرم رہ سنمکھ پاچھے رہت ادھرم دھام دُکھ
پلک پلک پر سمے سو راتا کھُلے پلک سوئی دن جگ ترّاتا
سات سِندھُ تیہی تن کر کوکھا ناڑی ببدھ ندی تیہی پوکھا
روم ورکش ارُ اوشدھِ نانا ویریہ برشٹی مہما تیہی گیانا
یہی بدھی تو استھول شریرا جانے ملے مُکتی رگھوبیرا
رام وراٹ سوروپ تمھارا گیانن ہیت مُکتی کر دوارا
رگھوپتی رُوپ پرنت سہاوا مُنی مَن بسے موہیں اتی بھاوا
دوہا۔ جو وراٹ کیول پربھو۔ جن کہاں مُکتی دیت
رام رُوپ اب دیکھ موہیں مُکتی نہ بھاوت لیت
چوپائی۔ اِچھا ایک ناتھ مَن مورے بار بار بنوؤں کر جورے
یہ تو رُوپ چاپ شر دھاری بلکل جٹا جُوٹ مَن ہاری
منُج سمان بِکل متی بھوری بن ہیرت متھلیش کشوری

चौपाई—माया हास्य वेद अस गावा। सुनहु राम जो सबहिं नचावा॥
सृष्टि कटाक्ष धर्म रह सम्मुख। पाछे रहत अधर्म धाम दुख॥
पलक पलक पर समय सो राता। खुले पलक सोइ दिन जगत्राता॥
सात सिन्धु तेहि तन कर कोखा। नाड़ी विविध नदी तेहि पोखा॥
रोम वृक्ष अरु ओषधि नाना। वीर्य वृष्टि महिमा तेहि ज्ञाना॥
यहि विधि तवअस्थूल शरीरा। जाने मिलै मुक्ति रघुबीरा॥
राम विराट स्वरूप तुम्हारा। ज्ञानिन हेतु मुक्ति कर द्वारा॥
रघुपति रूप परन्तु सुहावा। मुनिमन बसइ मोहिं अति भावा॥
दोहा—जो विराट केवल प्रभू, जन कहँ मुक्ती देत।
राम रूप अब देखि मोहिं, मुक्ति न भावत लेत॥
चौपाई—इच्छा एक नाथ मन मोरे। बार बार विनवउँ कर जोरे॥
यह तव रूप चाप-शर-धारी। बल्कल जटाजूट मनहारी॥
मनुज-समान विकल मति भोरी। बन हेरत मिथिलेश-किशोरी॥

بسے سدا ان نینَن ماہیں — اَج ہری ہر جیہی دھیان دھراہیں
جیہی بَل دیت نرنتر کاشی — مُکتی دان شنکر اَویناشی
تیہی تے تُمھیں جان جگدیشا — پُن پُن میں ناوَوں پدشیشا
مایا بس سب جیو جہانا — سو نہیں تمھیں سکیں پہچانا
بنتی کرہوں جوردو او ہاتھا — تُم رکشا کری کرہو سناتھا

دوہا۔ مانگوں یہ بَر دیا ندھ۔ کوشل پال کرپال
مایا جنی ویاپہی کبھوں۔اب موہیں دین دیال

رام جی بولے یہ گندھرب کی استتی شُنکر — ہو کے خوش تم سے بہت میں تمھیں دیتا ہوں یہ بر
گیان استُتی یہ جو کی تم نے پڑھیگا کوئی گر — اُس کو آجائے گا جلوہ مرا اک بار نظر

اب وہی لوک پرم دھام جو کہلاتا ہے
(۲۶)
تم کو دیتا ہوں جسے بھکت مرا پاتا ہے

غزل

مرے سر میں وہ سودا ہو جس سے کبھی کوئی تیرے سوا نہ خیال رہے
مری آنکھوں کو نُور عطا ہو وہی بھرا جس میں ترا ہی جلال رہے
مرے دل میں خودی نہ بدی نہ ریا نہ ہو کبر نہ فسق و فتور و ہوا
مئے وحدتِ حق کا سُرور سدا اُسی ایک سے شوقِ وصال رہے

बसै सदा इन नयनन माहीं। अज हरि हर जेहि ध्यान धराहीं॥
जेहि वल देत निरन्तर काशी। मुक्ति-दान शङ्कर अविनाशी॥
तेहि ते तुमहिं जानि जगदीशा। पुनि पुनि मैं नावौं पदशीशा॥
माया बस सब जीव जहाना। सो नहिं तुमहिं सकहिं पहिचाना॥
विनती करहुँ जोरि दोउ हाथा। तुम रच्छा करि करहु सनाथा॥
दोहा--मांगहुँ यह वर दया-निधि, कोशल-पाल कृपाल।
माया जनि व्यापहि कबहुँ, अब मोहिं दीन दयाल॥

ترے نام سے خالی رہے نہ زباں نہ ہو دھیان ترا تو رہے نہ یہ جاں
کسی اور کا بھول کے ہو نہ گماں نہ نشاط رہے نہ ملال رہے
ذرا پردۂ ہستی اُٹھا تو سہی مجھے اپنی تجلّی دکھا تو سہی
ذرا نقشِ دوئی کا مٹا تو سہی نہ یہ مایا رہے نہ یہ جال رہے
پڑے ایسی کرم کی نگاہ کوئی رہے باقی نہ جس سے گناہ کوئی
سوا تیرے نہ دل میں ہو چاہ کوئی ترے جذبۂ عشق میں حال رہے
کوئی ایسی بدی نہ بچی جو نہ کی گئی جانبِ نیکی نظر نہ کبھی
نہیں دہر میں رنج و عذاب کوئی مری جان پہ جو نہ وبال رہے
تُو نے بھکتوں کے واسطے کیا نہ کیا بھلا کون ہے جس کا ہوا نہ بھلا
تُو نے داسوں پہ اپنے جو کی ہے دیا وہی دین پہ دین دیال رہے
نہ تو تن کی ہے فکر نہ ہے دھن کی نہیں تجھ سے ہے بات چھپی من کی
یہی ایک دعا ہے نرائن کی مرے فرق پہ دستِ نوال رہے

سوئیا۔ کیش منہوں بہو بھرنگ لسیں دیوتی دیکھی للاٹ کی سوم چھپاہیں
لوچن تے لہی جوت بِروچن دیکھی کپولن کام لجاہیں
آنن میں ترےلوک نراین، کُنڈل سو روی منڈل ناہیں
پانون کوٹی اَپاوَن کو کریں پاوَن پاوَن تے چھِن ماہیں

دوہا۔ روم روم برہمانڈ بس۔ لوچن تیج ندھان
تاراگن جیہی چرن نکھ۔ سو وِراٹ بھگوان

सवैया—केश मनहुं बहु भृङ्ग लसैं द्युति देखि ललाट की सोम छिपाहीं।
लोचन ते लहि ज्योति विरोचन देखि कपोलन काम लजाहीं।
आनन में त्रैलोक्य 'नरायन' कुण्डल सो रविमण्डल नाहीं।
पाँवन कोटि अपावन को करैं पावन पावन ते छिन माहीं॥

दोहा—रोम रोम ब्रह्माण्ड बस, लोचन तेज-निधान।
तारागण जेहि चरण-नख, सो विराट भगवान॥

داسن کی جانت بپتی سُنت دین کی ٹیر
نارآین اَتی دُکھت پربھو۔ کرپا کرت کس بیر

سرگ دسواں

رام اور شبری

جب پرم دھام چلا رام سے پا کر بردان | یوں لگا کرنے بہت عجز سے گندھرب بیان
حال معلوم ہے سب تم کو تو اے رام سُجان | کون سی بات ہے ایسی نہ ہو جس کا تمہیں گیان

سامنے دیکھو کٹی[1] وہ جو نظر آتی ہے
(۱)
بھیلنی اُس میں ہے اک شبری[2] جو کہلاتی ہے

دل میں رہتا ہے تمہارا اُسے ہر وقت خیال | پریم تم سے ہے اُسے بھگتی میں حاصل ہے کمال
جا کے درشن اُسے دو جلد اب اے دینديال | جانکی کا وہ بتائے گی بہت کچھ تمہیں حال

رام سے کہہ کے یہ گندھرب پرم دھام گیا
(۲)
خوش ہوا چھوٹ کے غم سے لیے آرام گیا

سچ ہے جس پہ کرم رام کی پڑ جائے نظر | کیوں نہ کھُل جائے پھر اُسکے لئے فردوس کا در
رام کے نام کا سنسار میں روشن ہے اثر | تر گئے[3] جس سے اجامیل دھنا جیسے بشر

نام نے زہر میں امرت کا اثر دکھلایا
(۳)
نام کے پھل سے اچل راج کسی نے پایا

ساتھ بھائی کو لئے چھوڑ کے وہ بن شری رام | آئے اُس جا تھا جہاں بھیلنی شبری کا قیام
گر کے پیروں پہ کیا دوڑ کے شبری نے پرنام | خوش ہوئی دل میں کہ ہاتھ آیا اب آرام تمام

لا کے اندر اُنھیں آسن پہ بٹھایا اُنکو
(۴)
پریم آنند سرشکوں سے دکھایا اُنکو

[1] कुटी
[2] शवरी
[3] तर

दासन की जानत विपति, सुनत दीन की टेर।
'नारायन' अति दुखित प्रभु, कृपा करत कस वेर ॥

پدکمل دونوں شری رام ولکھن کے دھوکر جل کو آنکھوں سے لگایا اُسے رکھا سر پر
پاک پھر اُس چرنامرت سے کیا سینچ کے گھر پوچھنے بیٹھ کے تب اُن سے لگی حالِ سفر
چندن اور پھول سے پدکملوں کی پوجا کر کے
(۵)
پھل دیئے لا کے جو رکھے تھے اکٹھا کر کے

جوڑ کر ہاتھ وہ بولی کہ سنو رگھورائی تھا یہ مہرشیوں کا استھان کبھی سکھدائی
فصلِ گل رہتی تھی ہر وقت یہاں پرچھائی کی تھی قدرت نے عطا اس کو ہر اک زیبائی
رہ گئے اب نہ وہ دن اور وہ راتیں نہ رہیں
(۶)
رہ گیا وہ نہ سماں اور وہ باتیں نہ رہیں

کٹ گئے سال ہزاروں مجھے اے رام یہاں چل دیئے برہمہ پوری کو وہ سب ابرار جہاں
رہ گیا اب نہ کہیں پر بھی گلستاں کا نشاں جس جگہ فصلِ بہاری تھی وہاں اب ہے خزاں
آپ کے ملنے کی رشیوں نے دعا دی تھی مجھے
(۷)
اور ہدایت بھی سمادھی کیلئے کی تھی مجھے

اُن کے جانے کا جو از حد تھا مرے دل کو ملال آگیا رحم گوروجی کو مرا دیکھ کے حال
اور کہا مجھ سے کہ دیتوں کا اب آیا ہے زوال لے چکے جنم اودھ میں ہیں جگت پال کرپال
فکر میں جانکی جی کی وہ یہاں آئیں گے
(۸)
مضطرب قالبِ انساں میں نہاں آئیں گے

چتر کوٹ ایک پہاڑی پہ ہیں وہ جلوہ گزیں انتظار آنے کا تم اُنکے کرو رہ کے یہیں
جلد آئیں گے وہ جانا نہ تم اب اور کہیں ہوگی ہر طور سے راحت نہ کرو دل کو حزیں
اُن کے دیدار سے حاصل تمہیں جنت ہوگی
(۹)
دکھ نہ رہ جائے گا سب دور مصیبت ہوگی

صرف درشن کے سہارے پہ تمہارے شری رام آج تک میں نے کئے ہیں بسر ایام تمام
آج آئی ہے مرے گردشِ وافکار کی شام سچ ہوا۔ تم کو جو دیکھا تو۔ وہ رشیوں کا کلام
پا سکے جو نہ وہ خود میں نے وہ درشن پایا
(۱۰)
عیش زا جلوۂ رخ تم نے مجھے دکھلایا

ایک تو نیچ ہوں ابلا ہوں اور اُس پر بھی گنوار — جانتی ہوں نہیں بھکتی نہ کوئی نیک شعار
ہو نہ سکتا تھا مرا آپ کی داسی میں شمار — آپ کا فضل ہے بخشا یہ مجھے جس نے وقار
آپ کے رُوپ کو کوئی نہیں بتلا سکتا
(۱۱)
اور کسی کی بھی سمجھ میں وہ نہیں آسکتا

کیا کروں کیسے کروں آپ کی مہما کا بیان — ایسی جاہل ہوں کہ کھلتی ہی نہیں میری زبان
آپ ہی کر کے دیا دیجئے اپنا مجھے گیان — اپنی داسی جو بنائی ہے تو رکھ لیجئے مان
کیجئے ایسی کرپا جس سے اوِدیا ہٹ جائے
(۱۲)
جس سے مایا میں بندھی ہوں میں وہ رسّی کٹ جائے

دے کے بردان اُسے رام نے تب فرمایا — ہو ادھم یا کہ ہو برہما کے کوئی ہم پایا
کوئی رُسوا ہو کہ ہو نام کسی نے پایا — ساری خلقت پہ میں رکھتا ہوں برابر دایا
بھکت لیکن مرا جس کو ہے سہارا میرا
(۱۳)
اُس پہ ہے خاص نظر ہے وہی پیارا میرا

میرے بھکتوں ہی کو ہے میرے بھجن کا ادھیکار[1] — یگیہ تپ دان ہیں سب گر نہ ہو بھکتی۔ بیکار
ہو نہ بھکتی تو مرا ہو نہیں سکتا دیدار — چاہتے ہیں مری بھکتی ہی کو بدھ۔ وشنو۔ پُرار
اب وہ کہتا ہوں جو ویدوں میں ہے تحریر سنو
(۱۴)
جن سے بھکتی ہو مری تم وہ تدابیر سُنو

ساتھ سنتوں کا ہے بھکتی کا ذریعہ پہلا — دوسرا میری کتھاؤں کا سُنانا سُننا
تیسرا میرے گنُوں کا ہی کرے گان سدا — رُوپ جس طرح مرا اُپنشدوں میں ہے لکھا
راہ چوتھی مری بھکتی کی ہے کر دھیان کرے
(۱۵)
پانچویں مجھ سے گُورُو کا جو نہ کم مان کرے

ہو کسی کے بھی نہ مطلق کبھی آزار سے کام — نیم آچار[2] رہے مجھ سے رہے پریم مُدام
دل میں حرص وحسد و بغض وریا کا نہ ہو نام — بھول کر ہو نہ کبھی نفس پرستی کا غلام
میری پوجا پہ نظر۔ دل سے خودی دُور رہے
(۱۶)
راہ چھٹویں ہے یہ۔ رنجیدہ نہ مسرُور رہے

(۱) अधिकार
(۲) नेम आचार

ساتویں راہ میں ہر دم ہے مرے منتر کا جاپ جس سے مل جائیگا بھکتی کا ثمر آپ سے آپ
میری بھکتی ہو اگر تو نہ ہو سرزد کوئی پاپ اور بے پاپ کے ہو ہی نہیں سکتا سنتاپ
سب سے ویراگ مرے بھکتوں کی سیوا کرنا
(۱۷) آٹھویں راہ ہے سب میں مجھے دیکھا کرنا

ہے نویں راہ کرے برہمہ کے گر تتو[1] پہ غور دسویں تدبیر نہیں ان کے سوا کوئی بھی اور
ہاتھ ان میں سے اگر ایک بھی آئے کسی طور میری بھکتی سے ہو محظوظ جہاں میں فی الفور
رُوپ کا میرے مری بھکتی سے گیان آتا ہے
(۱۸) ثمرہ مُکتی کا اِس جنم میں مل جاتا ہے

کھینچ کر لائی ہے مجھ کو تری بھکتی ہی یہاں اب ملے گی تجھے مُکتی نہیں کچھ اس میں گماں
جانکی کا ہو جو معلوم تو کر حال بیاں لے گیا کون ہے ہر کر اُسے اور ہے وہ کہاں
کونسی ایسی ہو تدبیر کہ وہ مل جائے
(۱۹) غنچۂ خاطرِ ناشاد مرا کھل جائے

بولی شبری کہ تمہیں حال ہے سارا معلوم جتنے دنیا میں ہیں سب تم سے ہی نکلے ہیں علوم
کون سی بات ہے ایسی جو ہو تم سے مکتوم لیکن اب سمجھی میں باتوں کا تمہاری مفہوم
جانتے سب مگر اپنے کو چھپاتے ہو تم
(۲۰) لوک بیوہار میں انساں نظر آتے ہو تم

پوچھتے مجھ سے اگر ہو تو سنو رام سُجان حال کرتی ہوں میں سیتا کا کچھ اب تم سے بیان
لے گیا ہے اُنھیں ہر کر شہِ راون بلوان قیدِ تنہائی میں رہتا ہے تمہارا اُنھیں دھیان
صدمۂ ہجر ہے تکلیف کوئی اور نہیں
(۲۱) اُنپہ مطلق کوئی ظلم و ستم و جور نہیں

اب وہ تدبیر سُنو جس سے کہ اے معدنِ نور جانکی تم کو ملیں دور ہو راون کا غرور
تھوڑی ہی دور پر اک جھیل ہے پمپا مشہور رِشیہ مُوک[2] اک ہے جبل جو نہیں اُس جھیل سے دور
چار وانر کو لئے ساتھ وہیں پر سُگریو
(۲۲) ڈر سے بالی کے بسا چھوڑ کے ہے گھر سُگریو

[1] तत्त्व
[2] रिष्य मूक

جاؤ گے جب تو ملے گا تمھیں کچھ اور بھی حال
ہر فنِ جنگ میں سُگریو کو حاصل ہے کمال
دوستی اُس سے کرو جا کے تو ہو دور ملال
اُس کی امداد سے ہو جائے گا راون پامال

بیٹھ کر آگ میں اب جسم جلاتی ہوں میں
بھیجتے تم ہو تو بیکُنٹھ کو جاتی ہوں میں (۲۳)

عرض اب اتنی مری ہے کہ ٹھہر جاؤ یہیں
تن سے جبتک نہ نکل جائے مری جانِ حزیں
بات کہہ کر یہ گئی آگ میں وہ بیٹھ وہیں
رہ گئی فکر نہ دنیا کی نہ کچھ حسرتِ دیں

قید تھی جس میں وہ سنسار کی مایا نہ رہی
مل گئی مُکتی اُسے کوئی تمنّا نہ رہی (۲۴)

کیا نہ ہو جائے بھلا رحمتِ یزدانی سے
ہوں سب اسباب بہم بے سر و سامانی سے
نقش مٹ جائیں جو چاہے وہ تو پیشانی سے
آگ سے پانی ملے آگ ملے پانی سے

دُکھ مٹے دین کا اور داس کا خلجان مٹے
نیچ سے نیچ کا چاہے وہ تو ایمان مٹے (۲۵)

تھی کرپا رام کی شبری نے جو پائی یہ گتی
نام سے کون ہے ایسا جسے مُکتی نہ ہوئی
دھیان میں جس کے مگن رہتے ہیں بدھ شمبھو ہری
جس کی سیوا سے بر آجاتے ہیں ارمان سبھی

لے شرن اُس کی اگر جنم کا پھل پانا ہے
ورنہ آنا کبھی دنیا میں کبھی جانا ہے (۲۶)

غزل

تیرا ہی جلوہ پیشِ نظر چار سُو رہے
تیرے سوا نہ کچھ ہو مرے دل میں تُو رہے
صحبت میں عابدوں کی کٹے ساری زندگی
ہو زاہدوں کا ساتھ یہی آرزو رہے
تیرے چرتر وردِ زباں رات دن رہیں
اُن کے سوا نہ اور کوئی گفتگو رہے
ہر دم کیا کرے ترے اوصاف کا بیان
بن کر مُعین شکل تری روبرو رہے
تیرا وہ روپ وید میں جس کا بیان ہے
اُس کا خیال آٹھ پہر مُو بہ مُو رہے
گردن جھُکے ادب سے بزرگوں کے سامنے
دُنیا و دین دونوں جگہ سُرخرو رہے

حرص و حسد نہ بغض نہ آزار سے ہو کام کبر و غرور ہو نہ کسی کا عدو رہے
رٹ تیرے نام ہی کی رہے لب پہ ہر نفس دیدار کی ہو چاہ تری جستجو رہے
تیری ہی شکل آئے ہر اک شکل میں نظر ہر گل میں باغ دہر کے تیری ہی بو رہے
جب ایک ہی ہیں سب تو کرے کس سے دشمنی کس واسطے کسی سے کوئی ترش رو رہے
نارائن ایک وصف بھی ان میں سے ہو اگر
چمکے فلک پہ دہر میں با آبرو رہے

سوئیا

سنگ کرے ہری بھکتن کو رتی رام کتھا دن رات رہے
دھیان کرے ہری کو اُر میں گُرو پوجن نت سُہات رہے
نام جپے گن گان کرے ہئے تے مد موہ پرات رہے
تتّو وچار سے ایک نرائن روپ انوپ دکھات رہے

دوہا

نو سادھن انوپم رُچر۔ گاوت وید پُران
داسن کے ہت سو کہیو۔ شبری سن بھگوان
نو میں ایکہو ہوئے جو۔ پاوے بھکتی تُرنت
نارائن یہی دھیان دھرو بھکت ہوہیں بھگونت

सवैया—सङ्ग करै हरिभक्तन को रति राम-कथा दिन रात रहै।
ध्यान करै हरि को उर में गुरु-पूजन नित्य सुहात रहै।
नाम जपै गुण-गान करै हिय ते मद मोह परात रहै।
तत्व-विचार से एक 'नरायन' रूप अनूप दिखात रहै॥

दोहा—नव साधन अनुपम रुचिर, गावत वेद पुरान।
दासन के हित सो कह्यो, शबरी सन भगवान॥
नव में एकहु होइ जो, पावै भक्ति तुरन्त।
'नारायण' यहि ध्यान धरु, भक्त होहिं भगवन्त॥

کِشکِندھا کانڈ

دوہا- گنک بَرن کیسَری سُوَن ۔ جگت بدِت بلوان
انجنی سُت شنکر تنے ۔ پَوَن پُوت ہنو مان
بھگت شِرومَنِ رام کے ۔ رہَت رام کے ساتھ
وِنے کرَوں کر جور کے ۔ اِسٹ دیو مَم ناتھ

سرگ پہلا

سُگریو مترتا

حال کرتے ہیں اب اس طور جہاں دیو بیاں ۔ دے کے شبَری کو گتی رام شہِ ہر دو جہاں
ساتھ لچھمن کو لئے ڈھونڈھتے سیتا کا نشاں ۔ اُس جگہ آئے تھی مشہور سَروَر[1] وہ جہاں
تھی یہ جو کو رتھے سب سمت برابر اس کے
تھے کمل اس میں ہر اک قسم کے زیور اس کے (۱)

(1) सरोवर

दोहा—कनक-वरन केसरि-सुवन, जगतविदित बलवान् ।
अंजनि सुत शङ्कर-तनय, पवन-पूत हनुमान् ।।
भक्त-शिरोमणि राम के, रहत राम के साथ ।
विनय करौं कर जोरि के, इष्ट देव मम नाथ ।।

خوشنما تال کے ہر سمت تھی ہنسوں کی قطار		چاروں جانب تھے لدے پھولوں پھلوں سے اشجار
قمریوں کی کہیں کوکو تو کہیں صوتِ ہزار		کوئلوں کی تھی کہیں کوک کی دلچسپ بہار
صاف تہ جھیل کی آتی تھی نظر پانی میں
(۲) دور ہو جائے تعب تھا وہ اثر پانی میں

دیر تک سیر سے اُس جھیل کی مسرور ہوئے		تھے جو کچھ کسل مسافت کے وہ سب دور ہوئے
شاد سب دیکھ کے اُن کے رُخ پُر نور ہوئے		ہجر سیتا کا بڑھا رام جی رنجور ہوئے
بولے سیتا کی مجھے یاد بہت آتی ہے
(۳) کوئی تفریح مرے دل کو نہیں بھاتی ہے

کیا خبر ہے ہمیں کیا اُس پہ مصیبت آئی		چھوٹنا مجھ سے اُسے ہوگا بہت دُکھدائی
یہ بھی قسمت میں ہماری تھی لکھی رسوائی		کہہ کے لچھمن سے یہ آگے کو بڑھے رگھورائی
دور سے دیکھ کے سُگریو نے آتے اُن کو
(۴) انجنی سُت سے کہا ڈر کے دکھاتے اُن کو

دیکھنا کون ہیں دونوں یہ جو آتے ہیں ادھر		جن کا ثانی نہیں آتا کوئی طاقت میں نظر
ہو نہ ہو بھیجے ہیں بالی کے مجھے ہے یہی ڈر		دیکھ کر ان کو مرے کانپ گئے قلب و جگر
برہمن کا سا ذرا بھیس بنا کر جاؤ
(۵) تم اُنھیں پوچھ کے حال اُنکا یہاں لے آؤ

دل میں ہو بغض اگر اُن کے تو رکھنا یہ خیال		باتوں باتوں میں نہ کھل جائے ہمارا کہیں حال
ہوں جو بالی کے طرفدار تو اے نیک خصال		تم اشاروں میں بتا نا ہمیں گر ہو کوئی چال
اُن کی گر آئے طبیعت میں نظر میل کہیں
(۶) بھاگ جاؤں میں ابھی چھوڑ کے یہ شَیل کہیں

بھول جانا نہ اشاروں کو مری بات سنو		اب کرو دیر نہ جلدی سے اُٹھو حال تو لو
سر پر آئی ہے یہ آفت مری امداد کرو		جانتا ہوں میں کہ ہر طرح سے قابل تم ہو
سُن کے یہ طور برہمن کے بنا کر اپنے
(۷) جا کے نزدیک کہا سر کو جھکا کر اپنے

آپ کے چہرۂ پُر نور سے روشن ہے جہان نام کیا آپ کے ہیں اور کہاں پر ہے مکان
مجھ کو ابتک نظر آیا نہیں ایسا انسان آپ انساں ہیں کہ انسان کی صورت بھگوان

میں سمجھتا ہوں کہ ترے لوک کے کارن ہو تم
(۸)
اپنے بھکتوں کے دُکھ اور دوش نوارن ہو تم

اپنی مایا سے تم انسان کی صورت بن کر مارتے دُشٹوں کو اور لیتے ہو بھکتوں کی خبر
پاپ کا بوجھ وہ ہے جو کہ زمیں کے سرپر دور کرنے کے لئے آئے ہو تم چھوڑ کے گھر

شکلِ انساں میں ہو تم تا نہ کوئی جان سکے
(۹)
تم کو بھکتوں کے سوا کوئی نہ پہچان سکے

بات سُن کر یہ دیا تب اُنھیں رگھوبر نے جواب راجہ دشرتھ کا پسر رام ہوں میں خانہ خراب
بھائی لچھمن یہ مرا ساتھ ہے انبازِ عذاب باپ کے حکم سے کی دشت نوردی ایجاب

جانکی جی بھی جو یکتا ہیں وفاداری میں
(۱۰)
دھرم پتنی مری ہمراہ تھیں غمخواری میں

ایک دن جبکہ ہوا جانکی جی کا اصرار میں گیا کرنے کو اک آہوئے پُر سحر شکار
آکے اتنے میں کوئی اہرمنِ زشت شعار لے گیا جانکی کے ساتھ مرے دل کا قرار

فکرِ سیتا میں یہاں دل مجھے لے آیا ہے
(۱۱)
ہم کو بتلا دو جو کچھ تم نے پتا پایا ہے

وجہ اپنی بھی کرو دشت نوردی کی بیاں تم پسر کس کے ہو اور کس لئے پھرتے ہو یہاں
بات سُن کر یہ اُنھیں جان کے شاہِ دو جہاں گر کے قدموں پہ ہنومان ہوئے عرض رساں

انجنی ماں ہے پوَن پُتر کہاتا ہوں میں
(۱۲)
نام ہنومان ہے اب وجہ بتاتا ہوں میں

ہو کے بھائی کے بہت ظلم و ستم سے رنجور اہلیہ چھین لی اور جس نے کیا تخت سے دور
سامنے رہتا ہے رِش مُوک[1] پہ سُگریو حضور میں دلاتا ہوں یقیں تھا نہ کوئی اُسکا قصور

آپ دونوں ہیں پڑے ایک ہی دشواری میں
(۱۳)
ہے بھلا دونوں کا اک اک کی مددگاری میں

[1] ऋष्यमूक

دوستی آپ کریں اُس سے یہ ہے اِستدعا وہ کسی طور سے سیتا کا لگا دے گا پتا
ہوں میں سُگریو کا منتری ہے چھپا آپ سے کیا آپ کو میں نے نہ جانا یہ ہوئی مجھ سے خطا
ناتھ مایا نے تمہاری مجھے بھرمایا[1] تھا
اس لئے یاد نہ برہما کا کہا آیا تھا (۱۴)

اب ہوا مجھ پہ ہر اک حال تمہارا روشن ہے یقیں مجھ کو نہ رہ جائیں گے اب رنج و محن
گر پڑے پاؤں پہ پھر کہہ کے یوں سُت یہ بچن داس میں تم مرے سوامی ہو سُنو رگھونندن
جس طرح ہوگا میں سیتا کا پتا لاؤں گا
جاگ اُٹھے گی مری قسمت جو میں کام آؤں گا (۱۵)

تب ہنومان سے رگھوناتھ نے یہ فرمایا میں بھی سُگریو سے ملنے کے لئے ہوں آیا
بات سُنکر یہ رضامند جو اُن کو پایا اپنے کندھوں پہ ہنومان نے تب بٹھلایا
کُود کر جلد سرِ کوہ پہ لائے اُن کو
کئے آرام کے سامان جو بھائے اُن کو (۱۶)

عرض پھر کی شہِ سُگریو سے فوراً جا کر آج تک ہو گئی ہونی تھی جو کُلفت میں بسر
آئی راحت کی گھڑی رہ نہ گیا کوئی بھی ڈر بہرِ امداد ہری آئے ہیں خود شکلِ بشر
جسم آئینہ ہے اندازِ توانائی کا
وصف میں اُن کے دہن بند ہے گویائی کا (۱۷)

اُن کے الطاف سے تکلیف مٹے گی ساری آئیے کیجئے ملنے کے لئے تیاری
آپ کی بالی سے لڑنے کی ہے آئی باری ہے وہ تدبیر کہ ہو جائے گی باہم یاری
شاہدِ شرطِ وفا آگ کو ٹھہراؤں گا
جانکی جی کا پتا جا کے میں خود لاؤں گا (۱۸)

ہو کے سُگریو ہنومان کی اس بات سے شاد دل میں ظلم و ستمِ بالی کی لے کر فریاد
سوچ کر کی جو اُنھوں نے کہیں میری امداد سلطنت ہاتھ پھر آئے گی بر آئے گی مُراد
تھے جہاں رام ہنومان کے ہمراہ چلا
چھوڑ کر تمکنتِ سلطنت و جاہ چلا (۱۹)

[1] भरमाया

جس جگہ رام و لکھن تھے وہ وہاں پر آیا   ہو گیا دل میں مگن اپنے جب اُن کو پایا
توڑ کر پتّوں کو اُن کے لئے آسن لایا   بھائی کے حکم سے لچھمن نے اُسے بٹھلایا
بات جو رام کے بن باس کی تھی یاد کہی
جانکی جی کے ہرے جانے کی اُفتاد کہی (۲۰)

داستاں رام کی سُنکر یہ بہت درد بھری   چشمِ تر سے ہوئی کشتِ غمِ سُگریو ہری
یاد بالی کی اُسے آگئی بیداد گری   اپنے وہ راحت و آرام کے دن تاجوری
کرکے پھر ضبط یہ کی عرض کہ اے رام سنو
لے گیا سیتا کو ہے راوَنِ بدنام سنو (۲۱)

سُن کے یہ حال تمھارا مجھے اب یاد آئی   میں نے دیکھا ہے جو کرتا ہوں بیاں گھوائی
ایک دن جب کہ بخوفِ ستم و رسوائی   ہم تھے اس شیل پہ تھی یاس دلوں پر چھائی
کان میں گریہ و زاری کی صدا آکے پڑی
یک بیک سوئے فلک سب کی نظر جاکے پڑی (۲۲)

دیکھا شاہنشہِ عفریت جو کہلاتا ہے   یعنی راوَن کسی عورت کو لئے جاتا ہے
بیکسی اُس کو رُلاتی ہے تو دھمکاتا ہے   ایک ابلا پہ ذرا رحم نہیں کھاتا ہے
چھین لیتے اُسے اُمّید ہمیں پوری تھی
تھے بہت دُور مگر تھی تو یہ مجبوری تھی (۲۳)

دیکھا بیٹھے ہوئے ہم کو جو پریشانی میں   پھینکے کچھ جسم کے زیور اُسی گریانی میں
میں نے رکھا ہے اُنھیں اپنی نگہبانی میں   نُور سے اُن کے مری عقل ہے حیرانی میں
میں نے دیکھے نہ تھے ایسے یہ نئے طور کے ہیں
دیکھئے آپ کے ہیں یا کہ کسی اور کے ہیں (۲۴)

لاکے زیور اُنھیں سُگریو نے تب دکھلائے   غم بڑھا ہجر کا آنکھوں میں بھی آنسو آئے
آہِ پُر درد وہ انساں کی طرح بھر لائے   سخت پتھر سا بھی دل سُن کے جسے ہِل جائے
نام سیتا کا فقط وِردِ زباں تھا اُن کے
حال بیتابئ دل رُخ سے عیاں تھا اُن کے (۲۵)

دیر تک گریہ کناں یوں ہی رہے جب شری رام جوڑ کر ہاتھ کہا بھائی نے اے شاہِ انام
مل گیا ہم کو پتا اب نہیں کچھ غم کا مقام چل کے ہم کرتے ہیں راون کا ابھی کام تمام
فوجِ میموں کا بھی ہے اب تو سہارا ہم کو
(۲۶) ورنہ اک آپ کا کافی ہے اشارا ہم کو

بولا سگریو بھی کر کے سرِ تسلیم کو خم مُنھ نہ موڑینگے اطاعت سے کبھی آپ کی ہم
بھیج کر جنگ میں راون کو سوئے مُلکِ عدم جانکی جی کو ملا دینگے یہ کھاتے ہیں قسم
تب ہنومان نے اخلاص سوا کرنے کو
(۲۷) آگ رکھ دی وہیں پابندِ وفا کرنے کو

رام نے تب یہ کہا اُس سے بہ اخلاصِ کمال ہے یہ خواہش کہ ہو معلوم تمھارا بھی تو حال
دشمنی کیوں ہوئی بھائی سے ہوا کون ملال کیوں یہاں رہتے ہو تم چھوڑ کے سب جاہ و جلال
بدنصیبوں میں کہا اُس نے کہ ہوں فرد سُنو
(۲۸) ہے جو خواہش ہی تو لو قصۂ پُر درد سُنو

نام سے مے[1] کے تھا اک دیت جہاں میں مشہور مایاوی[2] اُس کا پسر رہتا تھا اس شہر سے دور
تھی بھری اُس میں بدی تھا نہ کوئی نیک شعور اپنی طاقت کا اُسے رہتا تھا ہر وقت سرور
جب کہیں اور نہ لڑنے کا اشارا پایا
(۲۹) آ کر اک رات مکاں پر مرے وہ چلّایا

آئی کانوں میں جو اُس دیت کی آواز کڑی سُرخ آنکھیں ہوئیں بالی کو ذرا کل نہ پڑی
در پہ دیکھا تو ملی شکلِ ستم کیش کھڑی اور بھی طیش بڑھا آنکھ سے جب آنکھ لڑی
کس کے گھونسہ اُسے بالی نے اک ایسا مارا
(۳۰) جس سے کافور ہوا نشۂ طاقت سارا

اس طرح ہو جو گیا قوتِ بالی کا یقیں بھاگا وہ گھر کو ہوا دل میں پشیمان و حزیں
دل کو بالی کے نہ لیکن ہوئی مطلق تسکیں دوڑ کر اُس کے تعاقب میں چلا چیں بجبیں
جس طرف دیت کا پیچھا کئے جس راہ گیا
(۳۱) میں بھی بھائی کی مدد کے لئے ہمراہ گیا

[1] मय [2] मायावी

جب کسی طور رہائی اُسے آئی نہ نظر گھُس گیا کوہ کے اک غار میں باحالِ بتر
دیکھ کر بالی نے مجھ کو یہ کہا در پہ ٹھہر میں اُسے مار کے آتا ہوں ابھی فکر نہ کر

بھاگ کر جس میں وہ عفریتِ غم آلود گیا
کہہ کے یہ مجھ سے اُسی غار میں وہ کود گیا (۳۲)

منتظر اُس کا رہا ایک مہینہ میں وہاں جب نہ آیا وہ تو گذرا مرے کچھ دل میں گماں
خون کی ایک ندی بھی ہوئی اندر سے رواں رنج جو مجھ کو ہوا ہو نہیں سکتا وہ بیاں

جسمِ بالی کا لہو میں اُسے سمجھا دل میں
ڈر ہوا موت کا اپنی میں پڑا مشکل میں (۳۳)

موت بھائی کی سمجھ کر نہ رہے ہوش بجا آ کے مجھ کو بھی نہ مارے کہیں یہ خوف ہوا
رکھ کر اک سنگِ گراں غار کا مُنھ بند کیا اور جان اپنی لئے گھر کو پھرا۔ پھر نہ رُکا

مرگِ بالی سے رعایا کو بہت رنج ہوا
کمسنی دیکھ کے انگد کی شش و پنج ہوا (۳۴)

مل کے تب سب نے دیا مجھ کو تلک آخرِ کار گو تمنّا نہ مجھے تھی نہ حکومت درکار
کچھ دنوں میں نے کیا راج کا پالن ناچار ہجرِ بالی میں نہ آتا تھا مگر مجھ کو قرار

مار کر دیت کو جب لوٹ کے آیا بالی
تابِ غصّہ نہ مجھے دیکھ کے لایا بالی (۳۵)

مار کر مجھ کو دیا شہر سے اک لخت نکال لے لی ہمخوابہ مری چھین لئے زیور و مال
گالیاں دیں مجھے کیا تم سے کہوں دینِدیال بھائی ہونے کا مرے کچھ نہ کیا اُس نے خیال

اُس کے ڈر سے میں ہر اک مُلک میں ناچار پھرا
بختِ برگشتہ مرا مجھ سے نہ زنہار پھرا (۳۶)

دیکھا ہر سمت کہیں چین نہ آیا مجھ کو میں جہاں جا کے چھپا اُس نے بھگایا مجھکو
عرض کی سب سے کسی نے نہ بچایا مجھ کو کون سا دُکھ ہے جو اُس نے نہ دکھایا مجھکو

آ کے رِشی متوک پہ کچھ امن کی تدبیر ہوئی
بد دُعا مُن کی مرے واسطے اکسیر ہوئی (۳۷)

شاپ کے ڈر سے وہ رکھتا نہیں اسجا پہ قدم اسلئے اُس سے تو بیخوف یہاں رہتے ہیں ہم
رات دن تو بھی مجھے رہتا ہے اس بات کا غم مستِ صحبت مری عورت سے ہے وہ اہلِ ستم
اُس کو طاقت میں کوئی جیت نہیں پا سکتا
(۳۸)
وہ کسی طور سے قابو میں نہیں آ سکتا

آس کچھ دل میں تمہیں دیکھ کے آئی ہے آج تم سے شاید ہو مرے اس مرضِ غم کا علاج
کر کے دُکھ یار کا محسوس ہوا تُند مزاج دوں گا بدلہ اُسے اس ظلم کا بولے رگھوراج
پھر کہا اُن سے یہ سُگریو نے اے دیندیال
(۳۹)
کس کی بالی کے مقابل میں ہے جانے کی مجال

وہ کسی کو بھی سمجھتا نہیں قوّت والا اُس سے جیتا نہ کوئی دہر میں طاقت والا
بالی اوروں کی طرح پر نہیں ہمّت والا زورِ بازو سے پھرتا ہے بنا متوالا
سُر اسُر جو بھی لڑائی کو مقابل آئے
(۴۰)
میں سمجھتا ہوں اُسے جیت نہ ہرگز پائے

حال کچھ آپ سے کرتا ہوں میں بالی کا بیاں دُندُبھی[1] نام سے اک دیت تھا دنیا میں عیاں
جسم جس کا تھا بہت کوہ کی مانند کلاں دیکھتے ہی جسے آ جاتا تھا دہشت میں جہاں
شکلِ جاموس میں اک شب وہ نمودار ہوا
(۴۱)
آ کے بالی سے لڑائی کا طلبگار ہوا

خشمگیں بالی ہوا دیت کی سُن کر للکار گھر سے فوراً نکل آیا اُسے آیا نہ قرار
سینگ ہاتھوں سے پکڑ کر اُسے پٹکا اک بار داب کر جسم کو اک پیر سے تب آخرِ کار
سینگ پھر تھام کے ہاتھوں سے مروڑا سر کو
(۴۲)
بار آسا شجرِ جسم سے توڑا سر کو

مر گیا وہ تو اُٹھی دل میں پھر اک بار اُمنگ لے کے سر ہاتھ میں مانندِ کلوخِ گِل و سنگ
اُس کو پٹکا تو اُچھل کر وہ قریب اک فرسنگ اُس جگہ جا کے گرا رہتے تھے جس جا پہ متنگ
دیکھ کر خون کی اُس سر سے جو بوچھار ہوئی
(۴۳)
آتشِ خشم رکھیشر کی شرر بار ہوئی

[1] दुन्दुभी

شاپ مُن بر نے دیا بالی کو غصہ کر کے وہ یہاں آئے تو مر جائے ہوں ٹکڑے سر کے
تب سے کرتا ہے بپا فتنے تو دنیا بھر کے لیکن آتا نہیں رِشِ موک پہ مارے ڈر کے
دیکھئے آپ اگر سر یہ ہلا سکتے ہیں
تو میں سمجھوں کہ ظفر بالی پہ پا سکتے ہیں (۴۴)

ہنس کے رگھو بر نے دیا پیر سے اُس کو ٹھکرا تینس فرسنگ کی دوری پہ وہ سر جا کے گرا
سب کو حیرت ہوئی سُگریو کا خلجان مٹا کچھ یقیں دل کو ہوا اُس پہ ظفر یابی کا
جوڑ کر سامنے پھر رام کے سُگریو نے ہاتھ
عرض کی یوں کہ سنو بھکت بچھل دین کے ناتھ (۴۵)

سامنے آپ کے آتے ہیں نظر سات جو تاڑ بالی کرتا ہے ہلا کر انھیں ان کی پت جھاڑ
اپنے اک تیر سے دیں آپ جوان سب کو اکھاڑ ہو یقیں ہستیٔ دشمن کا بھی ڈھا دیں گے پہاڑ
تیر اک رام نے ترکش سے نکالا اپنے
اور دھنش نیرو بازو پہ سنبھالا اپنے (۴۶)

کھینچ کر تیر وہ جس لمحہ کیا رام نے سر گر پڑے جڑ سے اُکھڑ کر وہیں وہ سات شجر
آ گیا تیر وہ ترکش میں زمیں پر لگ کر رہ گیا دیکھ کے سُگریو کرامت ششدر
ہو گیا اُس کو یقیں فتح کا اب بالی پر
اُس نے سر اپنا جھکایا قدمِ عالی پر (۴۷)

عرض اس طور پہ سُگریو نے تب کی بہ ادب بخت بیدار ہوا آج کٹی رنج کی شب
آپ کو پا کے رہی کوئی نہ خواہش مجھے اب آپ ہی سب میں ہیں اور آپ میں موجود ہیں سب
آپ کا روپ ہے ہر دل کو لبھانے والا
ہے مگر بھکت ہی اک آپ کو پانے والا (۴۸)

مُکتی مل جائے اُسے دیکھے جو یہ شکلِ نجیب ہر طرح اُس کی بنے جس کے بنیں آپ حبیب
مجھ پہ احسان یہ بالی نے کیا بن کے رقیب ورنہ ہوتا نہ مجھے آپ کا دیدار نصیب
راج کا سوچ کچھ اب فکر نہ پرِوار کی ہے
آرزو آپ کے ہر وقت کے دیدار کی ہے (۴۹)

یگیہ تپ دان سے گو مٹتی ہے دامن کی تری — یہ کرا سکتے نہیں زحمِ تناسُخ سے بری
ہو مگر آپ کے دیدار سے گر بہرہ وری — گیان وِگیان ہو دُنیا کی مٹے دردسری

لمحہ بھر بھی کوئی دھیان آپ کا گر کرتا ہے
(۵۰)
دل میں گیان اُس کے بہت جلد اثر کرتا ہے

سارے عیبوں کی فقط ایک ہے اگیان ہی جڑ — آپ کے دھیان سے جاتی ہے جو فی الفور اُکھڑ
زندگی جائے کسی کی جو معاصی سے بگڑ — یا عذابوں میں کوئی جائے کسی وقت جکڑ

رام جی آپ کا اک نام سُدھارے اُس کو
(۵۱)
جب فقط آپ کے ہی نام کا تارے اُس کو

اب نہیں کچھ بھی مرے دل میں تمنّا باقی — خواہشِ زن نہ خیالِ غمِ اعدا باقی
مُلک و دولت کی نہ ہے راج کی پروا باقی — ہے تو ہے آرزوِ دیدِ کفِ پا باقی

جس کی بھکتی سے ہر اک رنج و محن مٹ جائے
(۵۲)
فکر رہ جائے نہ کچھ جنم مرن مٹ جائے

آپ کا انش[1] تو ہوں میں بھی جبر اجر ایا — ہے مرے واسطے سنسار کا بندھن مایا
آپ کرتے نہیں انسان پہ جب تک دایا — دل سے مٹتا ہی نہیں موہ کا ہرگز سایا

ہاں مگر آپ کی رحمت سے جو بھکتی مل جائے
(۵۳)
دور اگیان ہو اور گیان سے مُکتی مل جائے

دیجئے بھکتی کہ ہوں پار میں بھو ساگر سے — اب رہا کام نہ پریوار سے دھن سے گھر سے
ہو گئے دور خیالاتِ بغاوت سر سے — دشمنی دُور ہوئی دوستی دنیا بھر سے

غیر تھا جو مجھے اب اپنا یگانہ نکلا
(۵۴)
جُزو اک آپ کے ہی کُل کا زمانہ نکلا

دیجئے بَر وہ کہ بھکتوں میں مرا مان رہے — دل میں چرنوں کا سدا آپکے ہی دھیان رہے
آپ کا نام زباں پر مری ہر آن رہے — آپ کے بھکتوں کی سیوا مرا ایمان رہے

دیدۂ شوق ہوں نُورِ رُخِ پُر نُور سے پُر
(۵۵)
گوش ہر وقت رہیں آپ کے مذکور سے پُر

(1) अंश

سر جھکے آپ کے قدموں پہ ہمارا بھگوان
مندروں ہی میں ہو ہیروں کا گذارا بھگوان
کشتیٔ عمر کے ہوں آپ سہارا بھگوان
خاکِ پا آپ کی ہو جسم یہ سارا بھگوان
آپ کے پانوں کی اکسیر ہے یہ خاک نہیں
ہو گیا پا کے اسے کون طرب ناک نہیں (۵۶)

غزل

کب ہو بیاں زباں سے سوزِ غمِ نہانی
یہ وہ تپش ہے جس سے ہو جائے آگ پانی
زیرِ فلک ہے ہر شے نقشِ بر آب فانی
لیکن نظر بشر کو آتی ہے جاودانی
کس پر ہوا نہ گردوں جور و ستم کا بانی
آفاق میں نہ کس کا دشمن بنا یہ جانی
ہے جو بنا، مہر و ماہ و سمائے عالم
کُل کائنات جس کی ہے طبع کی روانی
اُس پر بھی ظلم ڈھایا اس چرخِ چنبری نے
نیرنگیاں دکھائیں آفات ناگہانی
شاہی کی شان و شوکت جس سے ہوئی دوبالا
صحرا میں آج اُس نے ہر سمت خاک چھانی
عیش و محن دکھائے لازم بشر یہ دونوں
شاہنشہِ دو عالم۔ بندوں کی پاسبانی
معلوم ہے جسے سب جو جانتا ہے دل کی
سُنتا ہے وہ کسی کے دُکھ درد کی کہانی
دنیا کے یہ مصائب دم بھر میں دور ہوں گے
نارآین اُس کی ہو گی جب تجھ پہ مہربانی
جس وقت ہوں گی تیری سب منقطع اُمیدیں
اُس دم کھُلے گا بابِ گنجینۂ معانی

سوئیا۔ برہمہ جو ویاپک ہے سگرو جگ ماں جیہی کی سب سرشٹی بنائی
جانت جو سب دیکھت ہے بن ڈھونڈھت ہے متھلیش کی جائی
سادھن یوگ انیک نرائن پاوت ناہیں رکھیشور رائی
کانن آج مہی دھر پے لگھو وانر تے سوئی کینہ متائی

सवैया—ब्रह्म जो व्यापक है सिगरो जग मां जेहि की सब सृष्टि बनाई।
जानत जो सब देखत है बन ढूँढत है मिथिलेश की जाई।
साधन योग अनेक 'नरायन' पावत नाहिं ऋषीश्वर-राई।
कानन आज महीधर पै लघु वानर ते सोई कीन्ह मिताई॥

دوہا۔ سب سادھن کے سِدھ پھل۔ سب گیانَن کے گیان
جنک سُتا کی کھوج میں آج بنے انجان
جگ مِتّھیا ہے سُوپن وت۔ میرو تیرو نات
اک سانچو ہری نام ہے ناراین وِکھّیات

سرگ دوسرا

بالی بدھ

سُن کے سُگریو کی تقریر بہت گیان بھری — ہنس کے مایا کی دکھائی اُسے اک جلوہ گری
اور یوں کہنے لگے بعد ازاں اُس سے ہری — سچ ہے لیکن تمھیں اس بات سے ہے بیخبری
لوگ سب کہکے ہنسیں گے یہ کہ کیا یاری کی
(۱)
رام نے کون سی سُگریو کی غم خواری کی

دوستی کی بھی تو سُگریو نے کیا پھل پایا — نہ تو عورت ہی ملی اُس کو نہ دھن ہاتھ آیا
آگ کو شاہدِ اخلاص عبث ٹھہرایا — عہد کیا رام کا تھا کر کے یہ کیا دکھلایا
لفظ کیا سچ کوئی اُس وعدہ و پیماں میں نہ تھا
(۲)
ایسا کیوں قول دیا اپنے جو امکاں میں نہ تھا

اس لئے اب نہیں واجب کہ کرو اسمیں درنگ — جا کے پیغام ابھی بھیج دو اُس کو پئے جنگ
خوف کیا ہے نہیں اُٹھتی جو لڑائی کو اُمنگ — قتل اُسے کرنے کو کافی ہے مرا ایک خدنگ
ہے یقیں مجھ کو۔ ہے سچ آپ جو فرماتے ہیں
(۳)
آپ کا حکم ہے تو لیجئے ہم جاتے ہیں

दोहा—सब साधन के सिद्ध फल, सब ज्ञानन के ज्ञान ।
जनक-सुता की खोज में, आजु बने अनजान ।।
जग मिथ्या है स्वप्नवत्, मेरो तेरो नात ।
इक साँचो हरि-नाम है, 'नारायण' विख्यात ।।

جا کے سُگریو نے کشکندھا کے[1] اُپ بَن میں شتاب اُس کو للکارا یہ کہہ کر کہ نکل خانہ خراب
مجھ سے لڑ آ کے لڑائی کی اگر ہو تجھے تاب ہو گی اب تیرے مظالم کا تری موت جواب
جا کے کانوں میں جو بھائی کی یہ للکار پڑی
(۴) ایک لمحہ بھی نہ کل بالؔی کو زنہار پڑی

لال آنکھیں ہوئیں اور چہرہ غضبناک ہوا آ کے تیار لڑائی کو وہ بے باک ہوا
مُشت زن سینہ پہ سُگریو بہ ادراک ہوا طیش سے بالؔی کا دامانِ خرد چاک ہوا
گھونسے دو تان کے سُگریو کو ایسے مارے
(۵) باز چنگل سے کسی مُرغ کو جیسے مارے

اُٹھ کے سُگریو نے پھر بالؔی کو گھونسہ مارا مار کر بالؔی نے سُگریو کو پھر للکارا
دیر تک لڑتے رہے دونوں نہ کوئی ہارا آخرش فرش پہ سُگریو گرا بے چارا
لے کے جان اپنی بہت ڈر سے پریشاں بھاگا
(۶) تھے جدھر رام اُدھر چھوڑ کے میداں بھاگا

جا کے قدموں پہ گرا کہہ کے کہ اے کانِ کرم ہم تو کہتے تھے کہ بالؔی سے نہ لڑ پائیں گے ہم
آپ نے قتل کی بالؔی کے جو کھائی تھی قسم تو دکھایا مجھے کیوں ہاتھ سے دشمن کے یہ غم
قتل بالؔی کا اگر آپ کو منظور نہ تھا
(۷) مارتے مجھ کو ہی کیا اس کا بھی مقدور نہ تھا

بھیج کر جنگ میں کیوں مجھ کو دکھائی یہ شکست قول سے اپنے پھرے آپ تو ہیں صدق پرست
دیکھ کر اُسکو ہوا حوصلہ کیا آپ کا پست یا جہاں آپ تھے لگتی نہ وہاں پر سے تھی شست
تھا شرن آپ کی میں رحم تو کھایا ہوتا
(۸) ہیں شرن پال تو بے کس کو بچایا ہوتا

لفظ دشمن کا سُنا رام نے سُگریو سے جب سمجھے بیگانہ ہوا اپنا یگانہ اُسے اب
گیان وہ تھا جو زمانہ کی رفاقت کا سبب دل میں باقی نہ رہا اپنا بر آیا مطلب
بولے کچھ فرق نہ تم دونوں میں پایا میں نے
(۹) اس لئے تیر کماں سے نہ چلایا میں نے

(1) उपबन

ڈر ہوا مجھ کو نہ لگ جائے تمھیں تیر کہیں   ہے جو سوچی وہ اُلٹ جائے نہ تدبیر کہیں

اک نئے دُکھ کی دکھائے نہ یہ تصویر کہیں   فرقتِ دوست سے ہو جاؤں نہ دلگیر کہیں

تم کو آزار ہوا صدمۂ جانکاہ مجھے

(۱۰)

کیا کروں مل نہ سکی اور کوئی راہ مجھے

جا کے لڑنے کے لئے پھر اُسے تیار کرو   جس طریقہ سے ہو ممکن اُسے بیزار کرو

ذرہ بھر خوف نہ اب دل میں تم اے یار کرو   بچ سکے گا نہ وہ تم وار پھر اک بار کرو

لکشمن قابلِ پیکار بنا دو ان کو

(۱۱)

خوشنما پھولوں کا اک ہار پہنا دو ان کو

کہہ کے یہ رام نے سینہ سے لگایا اُس کو   دُکھ کیا دور سب اعجاز دکھایا اُس کو

لکشمن جی نے تب اک ہار پہنایا اُس کو   آسرا جنگ میں نُصرت کا دلایا اُس کو

جا کے گھر پر اُسے سُگریو نے پھر للکارا

(۱۲)

بالی لڑنے کو چلا اُٹھ کے اجل کا مارا

جب سنی بالی نے بھائی کی پھر اپنے آواز   یک بیک ہو گئے پھر غیظ و غضب کے انداز

تھا جو تارا پہ عیاں رام سے سُگریو کا ساز   روک کر بولی بہ آوازِ پُر از سوز و گداز

آج رہ رہ کے مری آنکھ پھڑک اُٹھتی ہے

(۱۳)

خود بخود سینہ میں اک آگ بھڑک اُٹھتی ہے

ہار سُگریو نے تم سے تو ابھی مانی ہے   اس قدر جلد ہی پھر لڑنے کی کیوں ٹھانی ہے

اُس کو امداد کوئی ہو نہ ہو پنہانی ہے   ہے یہی شک جو مجھے باعثِ حیرانی ہے

ہنس کے بالی نے کہا اُس سے کہ کیوں روتی ہے

(۱۴)

جنگ میں کیوں مری تو آج مُخل ہوتی ہے

حیف صد حیف عدو گھر پہ پکارے مجھ کو   اور تو جانے نہ دے خوف کے مارے مجھ کو

سُندری چھوڑ دے قسمت کے سہارے مجھ کو   جیت پائیں گے نہ اعدا مرے سارے مجھ کو

میں ابھی مار کے آتا ہوں اُسے فکر نہ کر

(۱۵)

قوتِ غیر کا آگے مرے تو ذکر نہ کر

ہو جو ہمدرد بھی اُس کا کوئی تو بھی نہیں غم — جا کے دونوں کو دکھاتے ہیں ابھی مُلکِ عدم

بزدلی ہے یہ لڑائی کو اگر جائیں نہ ہم — چھوڑ دے ہاتھ کہ رُکتا نہیں روکے سے قدم

سر پہ دشمن ہے لڑائی سے نہ تُو روک مجھے

لا اُٹھا دے مری تلوار نہ اب ٹوک مجھے (۱۶)

بولی بالی سے تب اس طور پہ تارا رو کر — تم سے کہتی ہوں سنو میں نے جو پائی ہے خبر

لے گئی جستجوِ صید جو انگد کو اُدھر — حال جو اُس کو ملا ہے وہ یہ اے شاہِ ظفر

رام شاہنشہِ دشرتھ کے پسر آئے ہیں

اپنے ہمراہ لکھن لال کو بھی لائے ہیں (۱۷)

دخترِ شاہِ جنک جانکی بھی ساتھ میں تھیں — عیش و آرام سے رہتے تھے وہ جنگل میں یہیں

ایک دن اسکی خبر پائی جو راون نے کہیں — لے گیا اُن کو چُرا کر نہ ڈرا کافرِ دیں

جانکی جی کا فراق اُن کو یہاں لایا ہے

حال بھی کچھ اُنھیں سُگریو نے بتلایا ہے (۱۸)

اور بتائے ہیں وہ سب تم نے کئے ہیں جو ستم — مارنے کی تمھیں تب رام نے کھائی ہے قسم

پران[1] پتی دوستی دونوں میں ہوئی ہے باہم — اُن کی امداد کا اسواسطے بھرتا ہے وہ دم

دشمنی چھوڑ کے سُگریو سے یاری کر لو

لو شرن رام کی تم جا کے نہ دردِ سر لو (۱۹)

عیش سے راج کرو اُس کو بنا کر یوراج — رحم انگد پہ کرو راج بچا لو مری لاج

گر پڑی کہہ کے یہ قدموں پہ کہ میرے سرتاج — مان لو بات لڑائی کے لئے جاؤ نہ آج

ہاتھ تب تھام کے بالی نے اُٹھایا اُس کو

پونچھ کر اشکوں کو سینہ سے لگایا اُس کو (۲۰)

روکتی جانے سے مجھ کو ہے یہ اچھی نہیں ہٹ — ہو گی توہین مری جائیگی توقیر بھی گھٹ

سچ ہے ابلا[2] کو اگر کہتے ہیں اگیان نپٹ[3] — چھوٹتی ہی نہیں جس بات کی لگجاتی ہے رٹ

کس نے سکھلائی ہے بدخواہوں سے یاری تجھکو

ڈر ہے کس بات کا بتلا مری پیاری تجھ کو (۲۱)

[1] प्राणपति
[2] अबला
[3] निपट

سُن چکا ہوں کہ پَرم بَرہمہ نے سنسار کا بار دور کرنے کو اجودھیا میں لیا ہے اوتار
آئے ہیں وہ تو نصیبہ مرا ہوگا بیدار ہوگا عیشِ ابدی اُن کا جو ہوگا دیدار
ایکساں دھر میں نُور اُن کا مرا اک جیو میں ہے
فرق اُن کے لئے کچھ مجھ میں نہ سُگریو میں ہے (۲۲)

جوڑ کر ہاتھ اُنھیں گھر پہ بُلا لاؤں گا پدکمل دیکھ کے اُن دونوں کے سُکھ پاؤں گا
بس میں بھکتوں کے ہیں بھکتی سے میں اپناؤں نگا وہ شرن پال ہیں میں اُن کی شرن جاؤں گا
ہو سکے گی جو کروں گا میں وہ پوجا اُن کی
تھی یہ تقدیر کہاں مجھ سے ہو سیوا اُن کی (۲۳)

ورنہ سُگریو کے گر رام طرفدار نہیں تو اُسے مار کے آنا مرا دشوار نہیں
جا کے میں اُس سے ملوں ہوگا یہ زنہار نہیں وہ مرا دشمنِ جانی ہے مرا یار نہیں
وہ کہے جنگ کو اور میں اُسے پوراج کروں
خود کو کیوں غیر کے طعنوں کا میں آماج کروں (۲۴)

تُو سمجھتی نہیں کہتے ہیں کسے جنگ کا جوش لوگ ڈرپوک کہیں گے مجھے لگجائیگا دوش
شرم کی بات ہے جا بیٹھ تُو اب گھر میں خموش دیکھ پھر کان میں آئی وہی آوازِ خروش
کہہ کے یہ سینہ سے پھر اُس کو لگا کر بالی
بھڑ گیا طیش میں سُگریو سے آ کر بالی (۲۵)

تھا جو رگھو ناتھ کی امداد کا اِس کو یارا کَس کے سُگریو نے اک آتے ہی گھونسہ مارا
سر پہ بالی نے اِسے مار کے پھر للکارا اس نے مارا اُسے پھر زور لگا کر سارا
مارتا تھا یہ اُسے اور وہ اِس کو کَس کر
وہی گر پڑتا تھا لگ جاتا تھا جس کو کَس کر (۲۶)

دیر تک دونوں میں باہم یوں ہی ہوتی رہی جنگ رام جی دیکھا کئے چھپ کے لڑائی کا یہ رنگ
آخرش دیکھ کے سُگریو کو آیا ہوا تنگ دل میں سوچا کہ مناسب نہیں اب اور درنگ
تیر اک رام نے ترکش سے نکالا جلدی
تھا جو سُگریو پہ سنکٹ اُسے ٹالا جلدی (۲۷)

شام تھی موت کا اپنی ہوا سُگریو کو ڈر اُس طرف آنکھ اُٹھائی تھے کھڑے رام جدھر
تھا یہ مطلب کہ ہے گر قتل سے بالی کے حذر شکلِ دلکش دمِ آخر مجھے آجائے نظر
تیر کو چھوڑ دیا کر کے نشانہ دل کا
(۲۸) علم بالی کو ذرا بھی نہ ہوا قاتل کا

ہو گیا لگتے ہی اُس تیر کے بالی حیراں ہل گئی ساری زمیں کانپ اُٹھا سارا جہاں
پہلے کچھ دور اُٹھا لے گئی اوپر کو سناں پھر گرا فرش پہ گویا کہ نہ تھی جسم میں جاں
جب گرا بالی تو کچھ دیر وہ بیہوش رہا
(۲۹) بیخودی طاری رہی زخم فراموش رہا

ہوش میں اپنے جب آیا وہ تو آنکھیں کھولیں دیکھتا کیا ہے کہ موجود ہیں رگھوناتھ وہیں
نوشگفتہ کمل اُن آنکھوں سے ہے ہیچ کہیں تاج سر پر ہے جٹا جوٹ کا مرغوب تریں
تن پہ بلکل بسن اور تیر و کماں ہاتھ میں ہیں
(۳۰) مالا پھولوں کی ہے سُگریو و لکھن ساتھ میں ہیں

لڑکھڑاتے ہوئے لہجہ میں جو تھا صاف نہیں بولا اے رام کیا تم نے یہ انصاف نہیں
مُظہرِ ظلم ہوئے مظہرِ الطاف نہیں کام مذموم ہے یہ لائق اشراف نہیں
ہم سے سُگریو ہوا کس لئے پیارا تم کو
(۳۱) کیوں پسندیدہ ہوا قتل ہمارا تم کو

چھپ کے مارا بھی تو کیا ناموری حاصل کی سامنے آتے تو بر آتی تمنّا دل کی
ہو گی دنیا میں ہنسی بات یہ اس قابل کی جتنی توقیر منُو کُل[1] کی تھی سب باطل کی
مارنا چھپ کے سمجھتے ہو جو مذموم نہیں
(۳۲) غالباً دھرم تمھیں راج کا معلوم نہیں

جانکی کو جو چُرا لے گیا راون بن سے آ لگے اس لئے سُگریو کے تم دامن سے
تھی نہ لڑنے کی اگر تاب تمھیں راون سے نام کافی تھا مرا اُس کو بھگاتا رن سے
حیف سُگریو نے کچھ حال بتایا نہ تمھیں
(۳۳) قصّہ راون کا مرا اُس نے سنایا نہ تمھیں

[1] मनूकुल

کیا کہوں تم سے اگر دل میں مَیں اپنے لاتا　　　باندھ کر میں اُسے لنکا سے یہیں لے آتا
تم مناسب جو سمجھتے وہ سزا دلواتا　　　میری طاقت میں تھا کیا یہ میں تمھیں دکھلاتا

زخم جو دل میں ہے یہ کاش نہ آیا ہوتا
(۳۴)
پل میں لنکا مع سیتا کے میں لایا ہوتا

لوگ کہتے ہیں تمھیں دھرم کے اوتار ہو تم　　　میں سمجھتا ہوں ادھرمی کے مددگار ہو تم
چھپ کے مارا جو مجھے اس کے خطاوار ہو تم　　　طفلِ نافہم ہو ناواقفِ بیکار ہو تم

راج نیتی بھی پڑھی کچھ ہے کہ کیا لکھا ہے
(۳۵)
قتل کس وید میں وانر کا روا لکھا ہے

کھا بھی سکتے نہیں بیکار مجھے مارا ہے　　　شکل بھی میری نہیں قابلِ نظارا ہے
حیف میں غیر ہوں سُگریو تمھیں پیارا ہے　　　خیر قسمت میں لکھا تھا یہی کیا چارا ہے

ایسی الزام بھری باکی کی باتیں سُن کے
(۳۶)
دھرم دُھر[۱] دھاری شری رام جی آگر گُن کے

بولے کیوں مجھ کو خطاوار تُو ٹھہراتا ہے　　　جانتا دھرم نہیں خود مجھے سکھلاتا ہے
راستہ دھرم کا تُو کیا مجھے دکھلاتا ہے　　　دھرم کی راہ میں دنیا سے مرا ناتا ہے

دیکھ یہ تیر و کماں دھرم بچانے والے
(۳۷)
تجھ سے اوباش کی ہستی کو مٹانے والے

سُن لے مارا تجھے جسکے لئے میں نے وہ خطا　　　کیا تھی سُگریو کی تقصیر جو کی تُو نے جفا
گھر سے بے گھر اُسے کرنے میں بھی آئی نہ حیا　　　جو کیا تُو نے ہے کیا دھرم یہی راجوں کا

مارنے مرگ کے آگے کوئی کب جاتا ہے
(۳۸)
اور وانر بھی تو اک مرگ ہی کہلاتا ہے

اپنی ہمشیر ہو یا بھائی کہ بیٹے کی بہو　　　دھرم کہتا ہے کہ بیٹی کی طرح جان انھیں تُو
اب بتا دھرم کا پابند تھا تُو یا کہ عدو　　　دھرم کی تیرے ہی دنیا میں ہے شہرت ہر سو

نظرِ بد زنِ سُگریو پہ ڈالی تُو نے
(۳۹)
دھرم کی اک یہ نئی راہ نکالی تُو نے

(۱) धुर्

اس قدر کیوں ہے ستائش میں تُو اپنی سرگرم — میرے نزدیک نہیں اس سے بُرا کوئی بھی کرم
بے حیا تُو ہے سراپا نہیں مطلق تجھے شرم — مارنا ایسے گنہگار کو راجا کا ہے دھرم

دھرم کے نام کو بدنام عبث کرتا ہے
(۴۰) دیکھ یہ دھرم کی ہے جیت کہ تُو مرتا ہے

شکل تب رام کی اصلی نظر اُس کو آئی — بولا اے مصدرِ عدل و کرم و دانائی
چشمِ باطن کو مری آپ نے دی بینائی — ہو گئی دُور مرے دل سے بدی کی کائی

مجھ سے جو دھرم کہا آپ نے مانا میں نے
(۴۱) آپ ہیں برہمہ سگن روپ میں جانا میں نے

ہو گیا سب سے زیادہ مرا شکرِیہ جیب — آپ کا جس کی بدولت ہوا دیدار نصیب
ایسی تھی ورنہ کہاں قسمتِ میمونِ غریب — آپ کے تیر سے ہو قتل رہوں خود آپ قریب

اب مجھے سوچ نہ کچھ فکر نہ حیرانی ہے
(۴۲) کیونکہ یہ جسم یہ دولت یہ جہاں فانی ہے

آخری وقت ہوا آپ کے قدموں سے وصال — رہ گیا دل میں مرے اب کوئی ارماں نہ خیال
سخت کلمات کہے آپ کو جو دین دیال — در گزر کیجیے تقصیر مری ہے یہ سوال

کھینچئے تیر پرم دھام کو اب جاتا ہوں
(۴۳) جس کے مشتاق ہیں یوگی وہ گتی پاتا ہوں

ہے شرن آپ کی انگد یہ مرا لختِ جگر — اس پہ رکھئے گا سدا اپنی عنایت کی نظر
تیر اِدھر رام نے کھینچا تو گئی روح اُدھر — طرفۃ العین میں طے کر گئی کوسوں کا سفر

سلسلہ رہ نہ گیا اُس کا اب آب و گِل سے
(۴۴) وہ گتی پائی جو پاتے ہیں جتی[1] مشکل سے

غزل

کب تک شبِ فراق کی ہو گی سحر نہیں — دیکھیں گے یا تو یہ نہیں یا اپنا سر نہیں
کچھ اپنے حالِ زار کی اُس کو خبر نہیں — اے جذب اُٹھ اب اور کوئی نامہ بر نہیں

[1] जती

وحدت کا خواب سر میں دوئی کا سرور ہے
فرقت میں چشمِ شوق ذرا اپنی تر نہیں

دل کو خودی زباں کو مذمت سے ساز ہے
پھر کیا گِلہ جواب ہوا پنا اگر نہیں

جس کو نظارۂ کفِ پا کی نہیں ہوس
وہ چاہے اور کچھ بھی ہو لیکن بشر نہیں

دل آئینہ ہو جس پہ تصوّف کا ہو جِلا
ہے کون سی جگہ وہ جہاں جلوہ گر نہیں

دیدار سے شگفتہ ہوا غنچۂ مُراد
باآلی کو اپنے فعل و تناسخ کا ڈر نہیں

چشمِ ضمیر چاہیئے نظّارہ کے لئے
آنکھیں تو ہیں مگر ہیں سب اہل نظر نہیں

ہوگی رسائی ایک نہ اک روز دیکھنا
ہوگا نرآین آہ میں کب تک اثر نہیں

سوئیا

نِیت بِرُدّھ کیو تُم وَنش کی لاج گئی مَریادمِٹائی
بیادھ سمان ہتیو اَنجان نرآین بان تو کون شُورائی
دَھرم کے جانَن ہار بَنے لہی لوک ماں کیرتی مان بڑائی
مار کے وانر کا کرِہو تُم کھائے سکو نہیں مانس بسائی

دوہا- گُوُر تیہ ماتو پرجاوتی۔ ایک تُلّیہ سمّان
پُتر بدھو لگھو بھرات تیہ بھگنی سُتا سمان
جو کُو دِرشٹ دیکھے اِنھیں پَرم اَدھرمی سوے
راج نیت کہہ تیہی بدھے تنِک نہ پاتک ہوے

सवैया—नीति-विरुद्ध कियो तुम वंश की लाज गई मर्याद मिटाई ।
व्याध-समान हत्यो अनजान 'नरायन' बान तो कौन शुराई ।
धर्म के जानन हार बने लहि लोक माँ कीरति मान बड़ाई ।
मारि के वानर का करिहौ तुम खाय सको नहि माँस बसाई ॥

दोहा—गुरु-तिय मातु प्रजावती, एक-तुल्य सम्मान ।
पुत्र-वधू लघु-भ्रात-तिय, भगिनी सुता समान ॥
जो कुदृष्टि देखइ इनहिं, परम अधर्मी सोइ ।
राज-नीति कह तेहि वधे, तनिक न पातक होइ ॥

سرگ تیسرا

تارا کو گیان اُپدیش

مرگیا بالی تو دہشت ہوئی بھاگے وانر آکے کشکندھا میں دی تارا کو مرنے کی خبر
اور کہا ڈر ہے کہ انگد کو بھی پہونچے نہ ضرر اس لئے حکم ہو لشکر کو کہ ہو سینہ سپر
ہر طرف پہرہ رہے شہر کی نگرانی ہو
(۱) تاکہ دشمن پہ ظفر پانے میں آسانی ہو

یہ خبر پاتے ہی تارا پہ ہوا غش طاری تیر اک آکے لگا سینہ پہ گویا کاری
آئی جب ہوش میں کرنے لگی آہ و زاری پیٹتی سر کو تھی آنکھوں سے تھے آنسو جاری
راج کی فکر نہ انگد کی پریشانی ہے
(۲) میں بھی جل جاؤنگی بس دل میں یہی ٹھانی ہے

کہہ کے یہ دوڑ کے روتی ہوئی پہونچی وہ وہاں دھول میں لیٹی ہوئی لاش تھی بالی کی جہاں
دل ہوا اور بھی یہ دیکھ کے سینہ میں تپاں رو کے چلائی مجھے چھوڑ کے جاتے ہو کہاں
بال تھے سر کے کھُلے تن کی خبر کچھ بھی نہ تھی
(۳) حال دیوانہ کا سا شرم بشر کچھ بھی نہ تھی

کر کے اک آہ گری پانوں پہ رکھتے ہوئے ماتھ بولی کیا تھا اسی دن کے لئے پکڑا مرا ہاتھ
کیا خطا تھی مری تم کر جو گئے مجھ کو اناتھ مجھ سے کیا رنج ہوا تم نے جو چھوڑا مرا ساتھ
ہائے میرے لئے کچھ تم نے نہ ارشاد کیا
(۴) کیوں خفا مجھ سے ہوئے کیوں مجھے برباد کیا

وہ جو دنیا میں کسی سے بھی نہ اب تک ہارا جس کے آیا نہ مقابل میں کوئی دوبارا
نہ ہوا لڑنے کا راون کو بھی جس سے یارا وہ زمیں پر ہے پڑا جیسے کوئی بیچارا
قوتِ اندر سے کچھ کم نہ تھی طاقت جس کی
(۵) چاہتے سب تھے زمانہ میں رفاقت جس کی

لڑکے سُگریو سے آج اُس نے یہ پھل پایا ہے سچ ہے یا کچھ مری بینائی میں فرق آیا ہے
رام کو میں نے کہا تھا وہ بُلا لایا ہے اس قدر جلد جو پھر لڑنے کو دھمکایا ہے
حیف کہنے پہ مرے کچھ نہ ہوا دھیان تمھیں
بڑھ گیا موت سے بھی ہار کا ایمان تمھیں (۶)

رام کا سب پہ کہا تم نے تھا یکساں ہے کرم گر یہ سچ ہے تو کیا کس لئے پھر تم پہ ستم
تم تو کہتے تھے اُنھیں جا کے بُلا لائیں گے ہم ہوگا بیدار نصیب اُن کے جو دیکھیں گے قدم
حیف تم سمجھو یہ اور چھپ کے وہ ماریں تم کو
دوست سُگریو ہو دشمن وہ پکاریں تم کو (۷)

یک بیک جا کے پڑی رام پہ تب اُسکی نظر جوڑ کر ہاتھ کہا اُن سے یہ با دیدۂ تر
اپنا وہ تیر کیا تم نے تھا بالی پہ جو سر چھوڑ دو پھر کہ مری جان بھی حاضر ہے اِدھر
اور اب کون سا سُکھ تم مجھے دکھلاؤ گے
زندہ درگور یہاں رکھنے میں کیا پاؤ گے (۸)

دیر ہوتی ہے مجھے ہوگا مرا اُن کو خیال کیا بتاؤں تمھیں میں تم تو ہو خود واقفِ حال
زندگانی ہے غمِ ہجر میں اب مجھ کو وبال ایک اک لمحہ گذرتا ہے مجھے ایک اک سال
بھیج دو جلد جہاں ہوں وہ وہیں تم مجھ کو
چین دے سکتے نہیں اور کہیں تم مجھ کو (۹)

اِستری[1] دان کا پھل بھی تمھیں تب جائیگا مل یعنی ہو جائے گی پوری ہے جو کچھ خواہشِ دل
راج سُگریو ہوا رام سے تم کو حاصل عیش اب تم مع رُوما کے کرو ہو نہ خجل
دے لو حاضر ہوں سزا مجھ کو جو چاہو دینا
عرض ہے اتنی کہ انگد سے نہ بدلا لینا (۱۰)

گیان تب رام نے دیکر اُسے یوں دی تسکیں کس لئے روتی ہو کیوں ہوتی ہو بیکار غمیں
سارا سنسار یہ ہے وہم کرو اس کو یقیں چاہتی جسم ہو یا جیو ہو بتلا دو تمھیں
ہے ہوس جسم کی تو جسم کہیں دور نہیں
جیو لافانی ہے اور جسم کو مجبور نہیں (۱۱)

(1) इस्तिरी-दान

پانچ چیزوں کا بنا جسم یہ کہلاتا ہے بعد مرنے کے انھیں پانچوں میں مل جاتا ہے
جیو کو سکھ سے نہ مطلب ہے نہ دکھ پاتا ہے ہر جگہ ہے یہ نہ جاتا نہ کہیں آتا ہے
موت اس کو نہ سرشت اس کی کبھی ہوتی ہے
فرق کیا تجھ میں اور اسمیں ہے عبث روتی ہے (۱۲)

بات سن کر یہ دیا پھر انھیں تارا نے جواب مان بھی لوں میں جو کہتے ہو کہ ہستی یہ ہے خواب
جسم کے کہتے ہو تم پانچ عناصر اسباب جیو کو نام سے چیتن کے کرتے ہو خطاب
کون محسوس یہ تب راحت و غم کرتا ہے
کون کرتا ہے کرم کون ستم کرتا ہے (۱۳)

رام جی بولے سنی بات یہ جب تارا کی غور سے سن یہ ہے کہتے ہیں جسے گیان سبھی
جس طرح عقل کے اور من کے ہے ہمراہ خودی سلسلہ من سے ہے اس جیو کا بھی ویسے ہی
جیو سے دل میں خودی نشو و نما پاتی ہے
دل کو پھر طاقتِ احساس یہ دلواتی ہے (۱۴)

پس وہ انسان نہیں ہوتا ہے جب تک اسے گیان اپنی نادانی سے کرتا ہے وہ محسوس جہان
جیسے گر خواب میں دکھ سکھ کوئی پائے انسان ہو نہ بیدار تو مٹتا نہیں دل سے وہ گمان
گو کہ دراصل نہ جیتا نہ کوئی مرتا ہے
ہے مگر کون جو محسوس نہیں کرتا ہے (۱۵)

ہے اسی طور سے اک خواب تماشائے جہاں کچھ حقیقت نہیں ہوتا ہے فقط صرف بیاں
اس کے دکھ سکھ کا دلوں پر ہے مگر سخت نشاں ہے یہی موجبِ خوشنودی و رنجِ انساں
جیسے دکھ سکھ رہے گر خواب سے بیدار نہ ہو
تیوں ہی ہو گیان تو پھر راحت و آزار نہ ہو (۱۶)

وہم مٹتا نہیں دنیا کا اگر ہو نہ وچار اور اس وہم کا ہوتا ہے فقط دل ہی شکار
دارِ عالم کا اسی واسطے دل ہے معمار دل ہی رہتا ہے مئے راحت و غم سے سرشار
رحم اور ظلم کا بانی یہی من ہوتا ہے
من کا سنکلپ ہے جو جنم مرن ہوتا ہے (۱۷)

جیو جس میں نہیں دُکھ سُکھ کا کوئی خواب و خیال — دل کے ہمراہ نظر آتا ہے دل ہی کی مثال
جس طرح لاکھ سے بلّور نظر آتا ہے لال — ہو نہ نزدیک اگر لاکھ کے تو ہو نہ یہ حال

مرکزِ راحت و غم جیو نظر آتا ہے
گو یہ ہے جھوٹ مگر وہم نہیں جاتا ہے (۱۸)

جیو کر لیتا ہے خود دل کے سب اوصاف قبول — اس میں عرفاں ہے مگر اپنے کو جاتا ہے یہ بھول
راگ اور دویش کے ہوتا ہے نتیجوں سے ملول — واجب اپنے پہ سمجھ لیتا ہے دنیا کے اُصول

غیریت اور خودی فعل ہیں دونوں من کے
پھر یہی فعل بناتے ہیں عناصر تن کے (۱۹)

جیو بھی من کی طرح کرم سے بندھ جاتا ہے — اور چکّر یوں ہی تا حشر وہ پھر کھاتا ہے
گو کہ کرموں سے نہیں اُسکا کوئی ناتا ہے — من کے سنکلپ سے اُس میں نہ خلل آتا ہے

جیسے تر کر نہیں سکتا کبھی دامن کو سراب
جیو کو کر نہیں سکتا ہے کبھی وہم خراب (۲۰)

جیو ہوتا ہے پرلے کال[1] کے اگیان میں لین[2] — جہل جاتا نہیں کچھ اتنا وہ ہوتا ہے متین
جبکہ سنکلپ[3] سے پھر ہوتی ہے پیدا یہ زمین — خواہشوں کو لئے اور کرم کے اپنے آدھین[4]

خود بخود جیو عیاں دہر میں ہو جاتا ہے
اور پھر جنم مرن کا یوں ہی پھل پاتا ہے (۲۱)

ہاں میسّر کہیں ست سنگ جو اُس کو ہو جائے — یا کوئی کرم بھلا پھل اُسے اپنا دکھلائے
جس سے کچھ گیان مرا دل میں ہو بھگتی مری آئے — اتنا ویراگ ہو دنیا کی کوئی چیز نہ بھائے

تتوّمسی[5] واکیہ کا اُپدیش گُرو دے اُسکو
کام ہو جسم اہنکار نہ من سے اُس کو (۲۲)

تب وہ عرفاں اُسے حاصل ہو جو جائے نہ کبھی — کچھ مسرّت کے سوا اُسمیں سمائے نہ کبھی
صرف وحدت ہو دوئی بھول کے آئے نہ کبھی — فرق کچھ اپنے میں اور غیر میں پائے نہ کبھی

ہو اگر گیان یہ تو مُکتی کہیں دور نہیں
اور وہ نافہم ہے مُکتی جسے منظور نہیں (۲۳)

(1) प्रलय काल (2) लीन
(3) सङ्कल्प (4) आधीन
(5) तत्त्वमसि वाक्य

گیان جو میں نے دیا ہے ابھی تجھ کو تارا ہو بہم جس کو وہ ہو جائے جہاں سے نیارا
غور گر روز کرے گیان یہ پڑھ کر سارا دُکھ سے سنسار کے مل جائے اُسے چھٹکارا
دل سے یہ گیان اگر بھول کے جائے نہ کبھی
رنج دنیا میں کوئی پاس تک آئے نہ کبھی (۲۴)

بھوگنا تجھ کو پڑے گا نہ کسی کرم کا پھل ہو گی مر کر نہ کبھی پھر تُو ہم آغوشِ اجل
تھا ترا پہلے جنم میں مرے بھگتوں سا عمل تجھ کو دیتا ہوں اسی واسطے مُکتی میں اجل
دھیان دل میں مرے اس روپ کا دائم کرنا
مرکزِ غور اسی گیان کو قائم کرنا (۲۵)

عین حیرت میں پڑی بات یہ تارا سُنکر رہ گئی اُس کو نہ کچھ رشتۂ شوہر کی خبر
رہ گیا رنج کا اب دل پہ نہ مطلق بھی اثر جوڑ کر ہاتھ لگی کرنے سپاسِ رگھوبر
جس پہ اک بار نظر رام کی پڑ جاتی ہے
سچ ہے مُکتی اُسے بے شُبہ وہ دلواتی ہے (۲۶)

ہو گیا دور وہ تھا دل میں جو تارا کے الم اور سُگریو کو بھی رہ نہ گیا بھائی کا غم
بولے سُگریو سے تب مخزنِ الطاف و کرم نیت کے رُو سے ہو اور شاستر میں جیسا ہو رقم
سب مرتک کرم وہ بالی کے کرو تم جا کر
یا تو انگد سے کرا دو اُسے تم بتلا کر (۲۷)

حکم رگھوناتھ کا سُگریو نے یہ جب پایا تھے جو خاص اُسکے مشیروں میں اُنھیں بلوایا
خوشنما پھولوں کا تابوت تب اک بنوایا جسمِ مرحوم کو تابوت پہ پھر رکھوایا
شاستر میں ہے جو وہ تجہیز کا سامان کیا
انگد اور تارا کے ہمراہ بہت دان کیا (۲۸)

ہو چکیں ختم مرتک کرم کی جب رسم رسوم رنج اور غم بھی ہوئے سب کے دلوں سے معدوم
لے کے انگد کو مشیروں کو رعایا کا ہجوم جا کے سُگریو نے قدموں کو لیا رام کے چوم
اور کی عرض قبول آپ یہ رگھوراج کریں
سلطنت آپ کی ہے آپ ہی اب راج کریں (۲۹)

آپ کا داس ہوں خدمت میں رہونگا میں سدا ہوں گا لچھمن کی طرح آپ سے ہرگز نہ جدا
راج سے آپ کی طاعت میں ہے آرام سوا سُن کے اس بات کو رگھوناتھ نے تب ہنسکے کہا
دونوں ہیں ایک ہی ہم تم کوئی اغیار نہیں
(۳۰) سلطنت میں تمہیں واجب ہی کچھ انکار نہیں

ہے مرا حکم منادی ہو نگر میں جاری تم کرو جاکے تِلک کے لئے سب تیاری
میرے بستی کے ہے جانے میں بہت ناچاری لکشمن بخشیں گے جاکر تمہیں خود مختاری
تخت لے کر پسرِ بالی کو یُوراج کرو
(۳۱) کچھ دنوں عیش سے جاکر ابھی تم راج کرو

بعد کچھ دن کے مرے کام کو دینا انجام بھولنا پاکے نہ آسائش و آرام تمام
اک برس ہوگا ہمارا اسی پربت پہ قیام پاس اپنے ہی سمجھنا مجھے سُگریو مدام
بولا سُگریو ہے جو حُکم تمہارا رگھوبیر
(۳۲) فرض ہے اُس کو بجالانا ہمارا رگھوبیر

جاکے لچھمن نے اُسے تخت پہ تب بٹھلایا اور انگد نے ولی عہد کا منصب پایا
راج نیتی نے ہے جس طور سے جو بتلایا کرکے سب دان غریبوں کو بہت دلوایا
حُکم تھا رام کا جس بات کو وہ بات ہوئی
(۳۳) پھر ہر اک طور سے لچھمن کی مدارات ہوئی

لکشمن جن کو نہ تھا عیش نہ آرام سے کام مِل کے سُگریو سے آپہونچے جہاں تھے شری رام
بعدہٗ سب سے جو اونچا تھا پربرشن[1] پہ مقام دونوں بھائی گئے کرنے وہیں کچھ روز قیام
تھی جہاں پہلے سے بلّور کی تیّار کُٹی
(۳۴) رام کو پاکے بنی مطلع انوار کُٹی

تھی نہ بارش کے سبب سے کوئی تکلیف وہاں تھا نہ دُکھ کوئی تھا بس چاروں طرف امن و اماں
تھے سب اشجار پھلے آتی نہ تھی جن میں خزاں صاف چشمے کئی پانی کے تھے اُس جا پہ رواں
سازِ دلکش میں جو چڑیوں کی صدا آتی تھی
(۳۵) بھائیوں کے دلِ مغموم کو بہلاتی تھی

(1) प्रवर्षण

غزل

اے چرخِ ستم پیشہ کیا اور جفا ہوگی
اب کون سی باقی ہے نازل جو بلا ہوگی

کہتی تھی یہی تارا قسمت سے نہیں چارا
دلبر تو گیا مارا۔ کیا دل کی دوا ہوگی

صد چاک ہوا سینا دشوار ہے اب جینا
جب عیش گیا چھینا تو زندگی کیا ہوگی

کہتے تھے مناؤں گا میں رام کو لاؤں گا
پھل جنم کا پاؤں گا قسمت جو رسا ہوگی

نزد آپ کے آنا تھا لڑنے کا بہانا تھا
اُلفت کے نہ جانا تھا پردے میں دغا ہوگی

حاضر ہوں مجھے دے لو سُگریو جو دینا ہو
دُکھ دوگے جو انگد کو تکلیف سوا ہوگی

تارا یہ عبث غم ہے کیوں گریہ و ماتم ہے
ہر چیز زمانہ کی ہونی ہے فنا ہوگی

بتلا تجھے کیا دوں میں گر کہہ تو جلا دوں میں
کیا روح نہ چاہوں میں تو تن سے جدا ہوگی

یہ آس نراین کی جا سکتی نہیں خالی
گر اُس کا بھروسہ ہے تو چشمِ عطا ہوگی

آئے گا وہ بالیں پر آئے گی قضا جس دم
سر ہوگا مرا اُس کی خاکِ کفِ پا ہوگی

سوئیا۔ سیکھ نہ مان گمان کیو بل بُوت کو بھائی سوں رار جو ٹھانی
بار انیک کہی پری پانوں پرنتُ نہ ناری کی بات سُہانی
بُدّھ اَبُدّھ سمے انوہار۔ نراین۔ موڑھ کہاوت گیانی
مان گیو اَبھیمان گیو۔ ہٹھ پران گئے او گئی رجدھانی

دوہا۔ تارہیں گیان پردان کری۔ میٹ موہ اوبویک
بالی سُتہیں یُوراج کیو۔ سُگریو ہیں ابھیشیک

सवैया—सीख न मानि गुमान कियो वल बूत को भाई सोँ रारि जो ठानी ।
बार अनेक कही परि पाँव परन्तु न नारी की बात सुहानी ।
बुद्ध अबुद्ध समय अनुहार 'नरायन' मूढ़ कहावत ज्ञानी ।
मान गयो अभिमान गयो हठ प्राण गए औ गई रजधानी ।।

दोहा—तारहिं ज्ञान प्रदान करि, मेटि मोह अविवेक ।
वालि-सुतहिं युवराज कियो, सुग्रीवहिं अभिषेक ।।

سرگ چوتھا

رام چندر جی کی پوجا کی بِدھی۔ رام نام کی مہما اور برشارتو کا برنن

رام نے جب سے کیا آ کے پربرشن پہ قیام
بن گیا غیرتِ فردوس وہ راحت کا مقام
کند مُول اور ہوئے پھل پھول بہ افراط تمام
دیوتا شکلِ بشر آئے وہاں بن کے غلام
بار ور نخل کی تھی بڑھ کے سماں جُھولوں سے
نشر لے آتی تھی اٹھلا کے صبا پھولوں سے (۱)

کوہ تن پیل سے آتے تھے نظر ابرِ سیاہ
برق کی جُھول کے آگے نہ ٹھہرتی تھی نگاہ
جانور دیکھتے تھے جب اُنھیں چلتے ہوئے راہ
تکتے رہ جاتے تھے تا دیر کھڑے خواہ مخواہ
اپنے تارِ نظرِ شوق سے بندھ جاتے تھے
ہل نہ سکتے نہ قدم آگے اُٹھا پاتے تھے (۲)

ناتوانوں کو رہا کچھ نہ تواناؤں کا بیم
عابد و زاہد و عارف ہوئے سب آ کے مقیم
جوڑ کر ہاتھ تب اک روز براہِ تعظیم
بولے لچھمن جی یہ اُن سے پئے بہبودِ عمیم
آپ نے گیان جو اپنا مجھے بتلایا تھا
مسئلہ پہلے رفقہ کا وہ جو سمجھایا تھا (۳)

رہ گیا وہم نہ کچھ اُس سے نہ اب دل میں بھرم
نشۂ کبر ہوا دور مٹا داغِ اَلم
اب یہی خواہشِ دل ہے کہ سُنیں آپ سے ہم
جس طرح آپ کی پوجا کی ہے ترکیب رقم
بیاس نارد شیو و برہما جسے بتلاتے ہیں
جس کے کرنے سے نجاتِ ابدی پاتے ہیں (۴)

آپ خوش ہوتے ہیں جس کرم سے اے رام سجان
گیان ملتا ہے نہیں پھر کوئی رہتا ارمان
وہ طریقہ مجھے بتلائیے اب کر کے بیان
جس سے بھوسندھ کے ہو پار کا جانا آسان
کیا ہو تدبیر کہ اندیشۂ باطل نہ رہے
دل سے ہو دور خودی دوریٔ منزل نہ رہے (۵)

عورتوں کے لئے کیا خاص طریقہ ہے رقم کونسی ہے وہ عبادت کہ تریں جس سے ادھم
ہم کو بتلائیے دنیا کے لئے کر کے کرم فرقِ تسلیم مرا آپ کے قدموں پہ ہے خم
تھی جو بہبودئ خلقت کی یہ تدبیر لکھن
(۶) رام جی شاد ہوئے سُن کے یہ تقریر لکھن

پریم کے ساتھ کہی رام نے بھائی سے یہ بات یوں تو لاکھوں ہیں طریقے جو دلاتے ہیں نجات
وید کرتے ہیں بیاں اُن کو ہمیشہ دن رات ہو گی بس اُنکے بیاں کرنے میں ضایع اوقات
سب سے آساں ہے جو وہ میں تمھیں بتلاتا ہوں
(۷) جس طریقہ سے میں قابو میں خود آجاتا ہوں

پوجا کی بدھی

چوپائی ۔ مم پوجن بدھی بِبدھی پرکارا برنہیں تاہی شاستر وِستارا
جو اتی سُگم سو کہوں بکھانی سنو ہو لکھن اُر دھرِ مم بانی
ہردے بھکتی انکُر جیہی جاما تاہی اوشیہ مُکتی پرناما
سو اُپ نین بھئے گورُ پاہیں منتر لے ای دھارے اُر ماہیں
جیہی بدھی کر گورُ آیسو پاوے سُوی بدھی مم پوجا من لاوے
اگنی مورتی اتھوا بچ بھانو سالگرام نج اُور مم دھیانو
پراتہیں کرے سمنتر اسنانا تب سندھیا نت کرم ودھانا

(पूजा की विधि)

चौपाई—मम पूजन-विधि विविधि-प्रकारा । वरनहिं ताहि शास्त्र-विस्तारा ॥
जो अति-सुगम सो कहौं बखानी । सुनहु लखन उर धरि मम वानी ॥
हृदय भक्ति अङ्कुर जेहि जामा । ताहि अवश्य मुक्ति परिणामा ॥
सो उपनयन भये गुरु पाहीं । मन्त्र लेय धारै उर माहीं ॥
जेहि विधि कर गुरु-आयसु पावै । सोइ विधि मम पूजा मन लावै ॥
अग्नि मूर्ति अथवा विच भानू । सालिग्राम निज उर मम ध्यानू ॥
प्रातहिं करै समन्त्र स्नाना । तब सन्ध्या नित-कर्म-विधाना ॥

سِدّھِ ہیتو سنکلپ کرے سو — نج گُورُ ماں مم دھیان دھرے سو
مَم مُورتی کہاں سنان کراوے — چندن بہو پُشپادِ چڑھاوے
مُورتی سِنگار موہیں اَتی بھاوے — ستّیہ بھاؤ رکھی کپٹ نہ لاوے
اگنی ماہیں یدی پوجا کرے — آہوتی دے اِی مُوہیں اُر دھرے
جو رَوی ماں پوجن مَن لاوے — مَنترت ویدی اُچّ بناوے
رچی تیہی مَدّھیہ سُوریہ آکارا — تیہی پوجے گُورُ منتر اُچارا
مِشٹ پھلادک بھوگ لگاوے — نتو کیول جل موہیں سُہاوے
اب تُم سَن پوجن بدھی کہوں — جاتے مَیں بھکتن بَش رہوں
کُش بچھائے مِرگ چرم بچھائی — تاپر وستر سُوچّھ سُکھدائی
تیہی آسن پر ہوئے آسینا — اِشٹ سَمکش شُدّھ چِت دینا

دوہا- کینہ جو منتر اُپدیش گُورُ - تاکے اکشر نیاس
انتر باہر بھکت سو - کرے نتّیہ ابھیاس

چوپائی- تب کیشو آدِک جو ناما — تِن سوں کرے نیاس اَبھِراما

सिद्धि हेतु सङ्कल्प करै सो। निज गुरु महँ मम ध्यान धरै सो॥
मम मूरति कहँ स्नान करावै। चन्दन बहु पुष्पादि चढ़ावै॥
मूर्ति-सिँगार मोहिँ अति भावै। सत्य भाव रखि कपट न लावै॥
अग्नि माहिँ यदि पूजा करै। आहुति देइ मोहिँ उर धरै॥
जो रवि माँ पूजन मन लावै। मन्त्रित वेदी उच्च बनावै॥
रचि तेहि मध्य सूर्य-आकारा। तेहि पूजै गुरुमन्त्र उचारा॥
मिष्ट फलादिक भोग लगावै। न तु केवल जल मोहिँ सुहावै॥
अब तुम सन पूजन-विधि कहहूँ। जाते मैं भक्तन वश रहहूँ॥
कुश बिछाय मृगचर्म बिछाई। तापर वस्त्र स्वच्छ सुखदाई॥
तेहि आसन पर है आसीना। इष्ट समक्ष शुद्ध-चित दीना॥

दोहा—कीन्ह जो मन्त्र उपदेश गुरु, ताके अक्षर न्यास।
अन्तर बाहर भक्त सो, करै नित्य अभ्यास॥

चौपाई--तब केशव आदिक जो नामा। तिन सोँ करै न्यास अभिरामा॥

تتوّ نیاس پُنی پنجر نیاسا منتر نیاس کر کرے وکاسا
تیسیہی چھٹو نیاس جو آہیں کرے دھیان دھرِ پرتیما ماہیں
سنمکھ کلش پُشپ نج بائیں ارگھ آدی چہوں پاتر سو دائیں
جیو کلا مم بھانو سمانا تاسو تیج کر کری اُر دھیانا
سوئی کلا جو جگت پرکاسے سو سمپورن شریرہیں بھاسے
پُنی سو تیج پرتما مہاں دھیاوے تاہی سنان سنگار کراوے
یتھا شکتی سامگری پائی سوئی سو منتر سیوا مم لائی
دشاورن پوجا بدھی ارچن کرے کرہیں جس وید نروپن
شردّھا سنیت کرے نویدن سو میں گرہن کروں ہرشت من
ہَون کرے جو منتر اُچاری یگیہ پُرش کہاں نج اُر دھاری
تپت ہیم جم لاونتائی مم سوروپ تیہی ماں سُکھدائی
جپت منتر جو گورُ سن پاوا کرے روپ مم دھیان سُہاوا
پارشد پوجن کرے سپریما اِم کری ہوم سماپت سنیما

तत्त्व-न्यास पुनि पञ्जर न्यासा । मन्त्र न्यास कर करै बिकासा ।।
तैसेहि छहो न्यास जो आहीं । करै ध्यान धरि प्रतिमा माहीं ।।
सम्मुख कलश पुष्प निज बायें । अर्घ आदि चहुँ पात्र सो दायें ।।
जीव-कला मम भानु-समाना । तासु तेज कर करि उर ध्याना ।।
सोई कला जो जगत प्रकासै । सो सम्पूर्ण शरीरहिं भासै ।।
पुनि सो तेज प्रतिमा मँह ध्यावै । ताहि स्नान सिँगार करावै ।।
यथाशक्ति सामग्री पाई । सोइ सो मन्त्र सेवा मम लाई ।।
दशावरण पूजा विधि अर्चन । करै, करहिं जस वेद निरूपन ।।
श्रद्धा-संयुत करै निवेदन । सो मैं ग्रहण करौं हर्षित मन ।।
हवन करै जो मन्त्र उचारी । यज्ञ पुरुष कहँ निज उर धारी ।।
तप्त हेम जिमि लावण्य-ताई । मम स्वरूप तेहि माँ सुखदाई ।।
जपत मन्त्र जो गुरु सन पावा । करै रूप मम ध्यान सुहावा ।।
पार्षद-पूजन करै सप्रेमा । इमि करि होम समाप्त सनेमा ।।

دے ای پان مُکھ باس سُہاوَن — نج رُچ وستو کرے موہیں اَرپن
پُنی پُنی کرے چَرِت کر گانا — اتھوا پاٹھ کرے دھرِ دھیانا
کرے پرنام جوری دوؤ ہاتھا — پائے پرساد دھرے تیہی ماتھا
نج شِر مَم پَد پنکج ہیری — کرے بھاونا دھارن کیری
کری پرنام موہیں بار ہیں بارا — کہے کرہو موہیں بھونِدھ پارا

دوہا- جیو کلا جو پرتھمہیں - پرتمہیں کیو پرویش
دھارے سو نج ہردے ماں - یہ پوجا بدھی شیش

سب سے پہلے مجھے کہنا ہے مگر تم سے ضرور — بزمِ عالم میں ہے یکساں مرا پھیلا ہوا نور
ساتھ رہتا ہوں میں سب کے کوئی مجھ سے نہیں دور — ہے عبادت کا مری سب کو برابر مقدور
سب ہیں یکساں میں سمجھتا ہوں برابر سب کو
(۸) حق مُرجّح نہیں حاصل ہے کسی مذہب کو

سب برابر ہیں جہاں میں ہو برہمن کہ ادھم — کوئی محتاج ہو یا تاج کسی کو ہو بہم
دھرم کوئی ہو کسی کا کہ ہو کوئی آشرم — سب پہ قدرت کا ہے وا ایک طرح بابِ کرم
میں نے جو کچھ بھی دیا ہے وہ دیا ہے سب کو
(۹) پانچ عنصر ہی سے پیدا بھی کیا ہے سب کو

دشمنی مجھ کو کسی سے نہ تو یارانہ ہے — کوئی مجھ کو نہ تو اپنا ہے نہ بیگانہ ہے
ہاں وہ جو یاد میں ہر دم مری دیوانہ ہے — یا سدا جس کی زباں پر مرا افسانہ ہے

देइ पान मुख वास सुहावन । निज रुचि वस्तु करै मोहिं अर्पन ॥
पुनि पुनि करै चरित कर गाना । अथवा पाठ करै धरि ध्याना ॥
करै प्रणाम जोरि दोउ हाथा । पाय प्रसाद धरै तेहि माथा ॥
निज शिर मम पद-पङ्कज हेरी । करै भावना धारण केरी ॥
करि प्रणाम मोहिं बारहिंबारा । कहै, करहु मोहिं भव निधि पारा ॥
दोहा—जीव-कला जो प्रथमहीं, प्रतिमहिं कियो प्रवेश ।
धारै सो निज हृदय माँ, यह पूजा विधि शेष ॥

خود بخود اپنے بھلے کرم کا پھل پاتا ہے
(۱۰)
سب عذابوں سے بری دہر کے ہو جاتا ہے

اب میں کرتا ہوں عبادت کا طریقہ وہ بیاں سب کو حاصل ہے جو دُنیا میں ہے سب سے آساں
دے نہ آزار کبھی کوئی کسی کو انساں چھوڑ دے جھوٹ صداقت ہی کو سمجھے ایماں

نام ہو وردِ زباں دل میں مری یاد رہے
(۱۱)
عیش و غم دونوں اُسے ایک ہوں وہ شاد رہے

نام کے جپ سے مری بھکتی وہ پا جائے گا نام ہی پاس گورُو کے اُسے پہنچائے گا
نام ہی اُس کو جھلک گیان کی دکھلائیگا نام ہی پھر مرا مُکتی اُسے دلوائے گا

بڑھتے بڑھتے یہی جب دم کا سہارا ہوگا
(۱۲)
ذرّہ ذرّہ مری ہستی کا نظارا ہوگا

نام سے دھیان مرے روپ کا سب دھرتے ہیں دم مرے نام کا بدھؔ شمبھو ہری بھرتے ہیں
آسرے نام کے سب پنچ ادھم[1] ترتے[2] ہیں یہ طریقہ ہے وہ جو وید بیاں کرتے ہیں

अधम[1] तरते[2]

ہفت اقلیم کا دُکھ درد تو ہر سکتا ہوں
(۱۳)
میں بھی توصیف نہیں نام کی کر سکتا ہوں

نام لینے سے مرے ہوتے ہیں سب دور عذاب نام کا جاپ دکھاتا ہے اثر اپنا شتاب
مُکتی کا ہے وہ طریقہ یہ نہیں جس کا جواب دور کرتا ہے یہی عالمِ اسباب کا خواب

نیچ سے نیچ شرن نام کی گر لیتا ہے
(۱۴)
دامنِ شوق دُرِ معنی سے بھر لیتا ہے

اب بتاتا ہوں تمھیں دھرم وہ اے اہلِ شعور عورتوں کے لئے ہے شاستر میں جس کا مذکور
کر دے ہر قسم کا دل میں ہو اگر دور غرور اپنے شوہر کی اطاعت کا ہو ہر وقت سرور

نہ رہے کچھ بھی ہوس مال و زر و زیور کی
(۱۵)
وہ کرے کام کہ ہو جس میں خوشی شوہر کی

اپنا شوہر ہو بد اطوار کہ ہو نیک خصال زشت رُو ہو کہ نہ رکھتا ہو وجاہت میں مثال
چاہئے راحتِ شوہر ہی کا ہر وقت خیال ہر طریقہ سے کرے دُور جو ہو اُس کو ملال

دل میں لگ جائے نہ بات ایسی سنائے کوئی
(۱۶)
دوسرا مرد نہ جگ میں نظر آئے کوئی

یہ عمل وہ ہے جو مکتی اُسے دلوائے گا — سرمدی عیش کا پھل اس سے ہی مل جائیگا
اُس کو شوہر میں مرا نور نظر آئے گا — اُس کا ہر کام جو چاہے گی وہ بن جائے گا

ہو گی ہر بات وہ آئے گی جو من میں اُس کے
(۱۷)
باس ہو جائے گا شارد کا دہن میں اُس کے

اپنے شوہر کو کرا دے گی مصیبت سے بری — میری مایا سے نہ ہو گی اُسے پھر دردسری
ہو گا اُس پر نہ کسی کا اثرِ کج نظری — کس کی طاقت ہے کرے اُس پہ جو بیدادگری

اُس پہ لازم ہی کسی غیر کا آداب نہیں
(۱۸)
اُس کی توہین کروں مجھ میں بھی یہ تاب نہیں

جس کو شوہر کی اطاعت نہ ہوئی مدِ نظر — یا کیا جس نے کسی وجہ سے شوہر سے حذر
کر نہیں سکتی وہ دنیا میں کبھی سُکھ سے بسر — دیکھ سکتی نہیں فردوس کا در بھی مر کر

میرا جلوہ نہیں ممکن نظر آنا اُس کو
(۱۹)
ہو گا بے شُبہ مصیبت ہی اُٹھانا اُس کو

لکشمن دیکھو یہ برسات میں کالے بادل — کبھی گھر آتے ہیں سر پر کبھی جاتے ہیں نکل
تر و تازہ ہے ہوا رُت گئی گرمی کی بدل — دل ہو آزردہ بھی کوئی تو وہ جاتا ہے بہل

ناچتے مور ہیں یوں ابر نظر آنے سے
(۲۰)
خوش ہو سالک کوئی ہری بھکت کو جیوں پانے سے

ابر کو دیکھو تو کس طرح اُمنڈ آتا ہے — یوں گرجتا ہے کہ جیسے کوئی چلّاتا ہے
آتشِ ہجر کو رہ رہ کے یہ بھڑکاتا ہے — یاد سیتا کی دلا کر مجھے تڑپاتا ہے

کوند کر برق یہ بادل میں جو چھپ جاتی ہے
(۲۱)
بے وفا ہوتے ہیں کم ظرف یہ بتلاتی ہے

ابر اس طرح برستے ہیں زمیں پر آ کر — جیسے جُھکتے ہیں ذکی علم کی دولت پا کر
چُپ ہیں اسطرح جبل بوندوں کی چوٹیں کھا کر — جیسے حق بیں نہ کبھی سِفلوں کی دل میں لا کر

ندّیاں حد میں نہیں پانی کے بھر جانے سے
(۲۲)
جس طرح ابلہ کہیں تھوڑا سا زر پانے سے

صاف گرنے سے زمیں پر نہیں پانی رہتا   اُس کا کھیتوں میں نہیں جوشِ روانی رہتا
جیسے جب تک ہے غرورِ تنِ فانی رہتا   علمِ عرفاں تو ہے مضمونِ زبانی رہتا

پانی ہر سمت سے بھر جاتا ہے تالابوں میں
(۲۳)
جسطرح وصف خود آتے ہیں خوش آدابوں میں

جا کے دریا سے سمندر میں سما جاتا ہے   پھر نہ جاتا ہے وہ پانی نہ کہیں آتا ہے
جس طرح گیان اثر اپنا جو دکھلاتا ہے   جیو مایا سے نجاتِ اَبدی پاتا ہے

چھپ گئے رستے نئی گھاس کے اُگ آنے سے
(۲۴)
جیوں فقہ رہتا نہیں ملّتیں ہو جانے سے

غوک کی آتی ہے ہر سمت سے پیہم آواز   وید خواں پاٹھ کے جس طرح دکھائیں انداز
نئی شاخوں کا درختوں میں ہوا ہے آغاز   جیسے عرفاں سے ہوں سرگرمِ ریاضت ممتاز

یوں مدار اور جواسا کا نشاں دور ہوا
(۲۵)
جیسے بدکاروں کا گر راج بدستور ہوا

گرد آتی نہیں برسات کے موسم میں نظر   جیوں رہے دھرم نہ دکھلائے اثر طیش اگر
جس طرف دیکھئے سرسبز زراعت ہے اُدھر   جس طرح روز فزوں ہوتا ہے خیرات سے زر

کیاریاں پھوٹ کے بہہ نکلی ہیں طغیانی سے
(۲۶)
جیسے رُسوا زنِ آزاد ہو نادانی سے

ہیں نرانے میں کسان اپنی زراعت کوشاں   جیسے دانا نہیں رکھتے ہیں رعونت کا نشاں
کِرمِ شب تاب کا ہے رات میں ہر سمت سماں   جیسے ہو جاتے ہیں کلی جُگ میں ریاکار عیاں

اب کسی جا نہیں سُرخاب نظر آتے ہیں
(۲۷)
دھرم سب جسطرح کلی جُگ[1] میں چلے جاتے ہیں

گو کہ ہوتی ہے ہر اک جا پہ برابر برسات   مگر اُگتی نہیں اُوسر میں کبھی کوئی نبات
جیسے جو یاد میں رہتا ہے ہری کی دن رات   اُس کے دل میں نہیں آتی ہے بدی کی کوئی بات

[1] कलियुग

بھر گئی روے زمیں کیڑوں کی افزائش سے
(۲۸)
جس طرح راج بڑھے لوگوں کی آسائش سے

بیٹھ جاتے ہیں کہیں سایہ میں رہرو تھک کر جیوں حواس۔اپنا کرے گیان اگر دل میں اثر
چلنے لگتی ہے مگر جب کبھی بادِ صرصر ابر ہو جاتے ہیں معدوم نہیں آتے نظر

جس طرح ناخلف اولاد اگر ہوتی ہے
(۲۹)
دھرم کو چھوڑ کے اعزازِ نسب کھوتی ہے

ابر میں جب کبھی ہو جاتا ہے خورشید نہاں دن میں بھی رات کا چھا جاتا ہے اکبار سماں
پھر کبھی ابر سے اکبارگی ہوتا ہے عیاں اور شعاعوں سے بنا دیتا ہے پُرنور جہاں

جس طرح پر اثرِ صحبتِ نیک و بد سے
(۳۰)
گیان آتا کبھی ہو جاتا ہے وہ کم حد سے

دیکھو برسات شرد رُت[1] سے ہوئی اب تبدیل کانس کے پھول ہیں اس بات کی سو مِتر دلیل
خشک ہیں راستے ہے فحل کی روشن قندیل صبر سے دور ہو جیسے طمع و حرصِ بخیل

صاف پانی ہے جو دریاؤں میں اب بہتا ہے
(۳۱)
جیسے دل کبر سے عاشق کا بری رہتا ہے

خشک ہوتا ہے بتدریج ندی کا پانی حرص کم جیسے ہو پا کر سبقِ عرفانی
رُت جو بدلی تو مموِلوں کی ہوئی طغیانی وقت پر دھرم سے ہو جیوں مددِ رحمانی

فرش بھی صاف ہے کیچڑ نہ کہیں ہونے سے
(۳۲)
مُلک عادل کے ہو جیوں تخت نشیں ہونے سے

مچھلیاں فکر میں ہیں پانی کے گھٹ جانے سے جیسے نادان گرہی[2] روزی کے کٹ جانے سے
آسماں صاف ہے یوں ابر کے چھٹ جانے سے جیسے ہری بھکت کا دل خواہشیں ہٹ جانے سے

اس شرد رُت میں بھی برسات کہیں ہوتی ہے
(۳۳)
جیسے بھکتی بھی مری سب میں نہیں ہوتی ہے

وہ ریاضت کش و سلطان و گدا بیوپاری آنے جانے میں تھی ابتک جنھیں کچھ دشواری
چھوڑ کر گھر کو چلے کر کے وہ اب تیاری کام بارش سے جو تھے بند ہوئے سب جاری

(1) शरद्
(2) गृही

جس طرح سے کوئی ہری بھگتی جو پا جاتا ہے
(۳۴)
آشرم کوئی بھی پھر اُس کو نہیں بھاتا ہے

مچھلیاں خوش ہیں وہاں پانی جہاں پر ہے اتھاہ — جیسے وہ لیتے ہیں جو میرے ہی قدموں میں پناہ
رات میں حال چکاوک کا ہے اِس طور تباہ — دیکھ کر غیر کا دھن جلتے ہیں جیسے بد خواہ

یوں کمل کھِلنے سے تالاب نظر آتا ہے
(۳۵)
جیسے نرگُن ہی سگُن بھی کبھی ہو جاتا ہے

تشنگی سے ہے پپیہوں کا بہت حال بُرا — جیسے ہوتا نہیں شیوجی کے مخالف کا بھلا
چاند سے رات میں رہتا نہیں گرمی کا پتا — پاپ رہتا نہیں جیوں سنت کے درشن سے ذرا

محو یوں کبک دری چاند کے دیدار میں ہے
(۳۶)
گویا عاشق کی نظر حُسنِ رُخِ یار میں ہے

مچھروں کا نہیں سردی سے کسی جا پہ نشاں — جیسے مِٹ جاتا ہے بھگتوں کی بدی سے انساں
سارے وہ کیڑے مکوڑے تھے جو بارش میں عیاں — چل دیئے سردی کے مارے وہ نہ معلوم کہاں

جیسے انساں کو اگر مُرشدِ کامل مِل جائے
(۳۷)
پردۂ ہستی اُٹھے وہم و گمانِ دل جائے

ختم بارش ہوئی جاتی ہے شرد بھی بھائی — کچھ خبر جانکی کی میں نے نہ ابتک پائی
کہہ کے ہا جانکی خاموش ہوئے رگھورائی — بعدہٗ رونے لگے نیند نہ بالکل آئی

نام سے جس کے زمانہ کا بھرم جاتا ہے
(۳۸)
کھیل انسان کی مانند وہ دکھلاتا ہے

ایک دن پاس نہ آیا اُنھیں جب کوئی نظر — بولے سُگریو سے خلوت میں ہنومان اُدھر
عہد جو رام سے تھا ہے تمھیں کچھ اُس کی خبر — یا کہ اب راج کے جانے کا رہا دل میں نہ ڈر

کیا تمھیں یاد نہیں آگ جو رکھوائی تھی
(۳۹)
جانکی جی کو ملانے کی قسم کھائی تھی

ہو تمھیں جس کے سبب بالی گیا ہے مارا — جس کے جیتے جی کبھی ہاتھ نہ آتی تارا
رام نے راج دیا بالی کا تم کو سارا — رات دن خوف جو تھا اُس سے دیا چھٹکارا

اور تم ایسے کہ یک لخت اُنھیں بھول گئے
(۴۰) تاج اور تخت جو ہاتھ آیا تو بس بھول گئے

ہیں تمھارے ہی سہارے پہ شری رام و لکھن — منتظر اُسکے ہیں وہ تم نے کہے تھے جو بچن
ورنہ کیا بات ہے وہ اُنکو جو آتی نہیں بن — مارنے کے لئے دشمن کو ہے بس چشم زدن

یاد رکھو جو نگاہ اُن کی بدل جائے گی
(۴۱) شان یہ عیش و حکومت کی نکل جائے گی

قول سے اپنے پھرے تم جو کہیں ایک قدم — بھیج دیں گے تمھیں بالی کی طرح ملکِ عدم
رُک گیا سینہ میں سنتے ہی یہ سُگریو کا دم — کھنچ گیا آنکھوں میں عشرت کی جگہ نقشۂ غم

چاہیئے اب یہ کہا۔ راہ سُبکدوشی کی
(۴۲) کہیں عائد نہ ہو تقصیر فراموشی کی

اس لئے حکم یہ دیتا ہوں کہ اے اہلِ خرد — بھیجو لنگوروں کو ایک ایک طرف ذرہ صد
جتنے وانر ہوں جہاں آئیں وہ سب بہرِ مدد — پندرہ دن کی مقرر ہے یہاں آنے کی حد

کوئی اس عرصہ میں قاصر جو رہے آنے میں
(۴۳) شک نہیں موت کی پھر اُسکو سزا پانے میں

چلدیئے کہہ کے یہ سُگریو ہنومان سے گھر — حکم کی آکے ہنومان نے دی سب کو خبر
اور وانر وہ جو چلنے میں تھے مانندِ نظر — کوہ ساں جسم تھا جنکا۔ نہ جنھیں تھا کوئی ڈر

کردیا جلد دسوں سمت روانہ اُن کو
(۴۴) اور بتلا دیا آنے کا زمانہ اُن کو

غزل

کرتا ہے شکر اُس کا ہر پھول اس چمن میں — سرسبز ہر شجر ہے اُسکے کرم سے بن میں
ہے اُسکی بو سمائی نسرین و یاسمن میں — جلوہ عیاں ہے اُس کا ہر گُل کے پیرہن میں
رہتا ہے ساتھ ہر دم غربت ہو یا وطن ہو — آتا ہے کام سب کے ہر رنج و ہر محن میں
رونق فزائے بزمِ ہستی وہی ہے ہر جا — ہے وہ ہی رُوحِ عالم ہے وہ ہی روح تن میں

بنتے ہیں اُس کی چشمِ رحمت سے روز لاکھوں ہے نیستی اُسی کی سیما کے اک شکن میں
وہ عیش جو بھلا دے یاد اُسکی اپنے دل سے لگ جائے آگ ایسے راج اور ایسے دھن میں
اپنی تو ایک بس یہ نارائن آرزو ہے
کٹ جائے عمر ساری آرام سے بھجن میں

سوئیا ۔ دھیاوَت ہیں مُنی جاہی سدا لکھی جنم اَنیک نہ پاوَت ہیں
پاوت ہیں سو نرائن، جو مَن میں نہیں اورہیں لاوَت ہیں
لاوت ہیں سُکھ ساج سبَے رگھوراج جبَے ہیہ آوَت ہیں
آوَت ہیں جن کے مَن مہاں ہَری آپن کے تِن دھیاوت ہیں

دوہا ۔ جائے سکَل سُکھ راج دھن ۔ جو نہ رام پد پریم
نارائن، رگھوبر بمکھ کبہُوں کُشل نہ کشیم

سرگ پانچواں

سگریو کا رام چندر جی کے پاس آنا

رونق افروز پربرشن تھے جب اک شام کو رام دل کو بہلانے کی شکلیں بھی تھیں معدوم تمام
ہجر سیتا کا بڑھا اُن کو نہ بھایا کوئی کام یوں کئے بھائی سے فرطِ غمِ فرقت سے کلام
جانکی جی کا پتا کچھ نہ لکھن لال ملا
اور نہ سگریو کے وعدہ ہی کا کچھ حال ملا (۱)

सवैया—ध्यावत हैं मुनि जाहि सदा लखि जन्म अनेक न पावत हैं।
पावत है सो 'नरायन' जो मन में नहिं औरहिं लावत हैं।
लावत हैं सुख साज सबै रघुराज जबै हिय आवत हैं।
आवत हैं जिनके मन मँह हरि आपन कै तिन ध्यावत हैं।।
दोहा—जाय सकल सुख राज धन, जो न राम पद-प्रेम।
'नारायन' रघुवर-विमुख, कबहूँ कुशल न क्षेम।।

لے گیا ہے مری سیتا کو جو وہ دُزدِ لعیں یہ بھی معلوم نہیں مجھ کو وہ اب ہے کہ نہیں
اُس کے جینے کا مجھے کوئی دلاتا جو یقیں خاتمِ دل کا اُسے اپنی بناتا میں نگیں
کچھ بھی سیتا کی خبر ہم سے لگائی نہ گئی
(۲)
حیف صد حیف کہ قسمت کی بُرائی نہ گئی

ہے وہ زندہ یہ میں کانوں سے اگر سُن پاؤں ڈھونڈھ کر اُس کو جہاں بھی ہو اُسے لے آؤں
اپنے دشمن کو رہِ مُلکِ عدم دکھلاؤں فوج اور نسل کو بھی اُس کی وہیں پہنچاؤں
نشیچروں کی جو میں ہستی کو مٹا دوں تو سہی
(۳)
خاک میں راج کو راون کے ملا دوں تو سہی

جانکی کیسے ہوا ہوگا ترا وقت بسر کس طرح جان پہ تیری نہ پڑا ہوگا اثر
غم کی میرے نہ تجھے کچھ نہ ترے مجھ کو خبر تیرے لگتی ہے اُدھر آگ میں جلتا ہوں اِدھر
اپنی کرنوں سے تُو اے چاند اُسے چھو جا کے
(۴)
پھر اُنھیں کرنوں سے دے مجھ کو تسلی آکے

غالباً بھول گیا ہے مجھے سُگریو بھی اب مل گیا راج جو اُس کو تو ہوا عیش طلب
دیکھنے کے لئے آیا نہ مرا غم نہ تعب سچ ہے اُمیدِ وفا رکھّے تو کس سے کوئی کب
مجھ سے وعدہ جو کیا تھا وہ بُھلایا اُس نے
(۵)
میری سیتا کا پتا تک نہ لگایا اُس نے

جس طرح قتل ہوا ہے مرے ہاتھوں بالی جیسی منظور ہے راون کی مجھے پامالی
ویسے ہی بات جو سُگریو نے اپنی ٹالی اُس کا کوئی نہ تو وارث نہ بچے گا والی
پاس اُس کو نہیں مُطلق مری ہمدردی کا
(۶)
کچھ سُراغ اُس نے لگایا نہیں سیتا جی کا

خشمگیں دیکھ کے بھائی کو بڑھا دل میں ملال بولے یوں رام سے سومتر کہ اے ذاتِ کمال
ایسے کج خُلق سے اس کام کا ہونا ہے محال آگئی اُس میں رعونت جو ملا جاہ و جلال
پس ابھی جا کے میں قتل اُسکو کئے آتا ہوں
(۷)
جرم کی اُس کو سزا جلد دیئے آتا ہوں

دیجئے حکم مجھے قتل کا اُس کے سرکار خاک کردوں میں ابھی عیش کا اُس کے گلزار
لے لیں ہاتھوں میں یہ کہتے ہی کمان اور تلوار میں پھر آتا ہوں ابھی دیر نہ ہو گی زنہار
عہد وپیماں وہ جو تھا اپنا بھلایا اُس نے
(۸) رنج ہوگا مجھے بدلا جو نہ پایا اُس نے

دیکھ کر چہرۂ پُر نُور پہ بھائی کے شکن لکشمن جی سے کہے رام نے اس طور سخن
دوستی کی ہے تو واجب ہے رفاقت پہ چلن چاہئے ہم کو نہ دینا اُسے تکلیف لکھن
ہے وہ پیارا مرا تم خون نہ کرنا اُس کا
(۹) اک قلق اور بھی دے گا مجھے مرنا اُس کا

یاد تم قتل کی بالی کے اُسے دلوانا بے وفائی کی سزا قتل ہے۔ یہ دھمکانا
جس طریقہ سے ہو ہمراہ اُسے لے آنا ورنہ جو کچھ وہ کہے آکے مجھے بتلانا
پھر جو کچھ ہوگا مناسب وہ کیا جائے گا
(۱۰) ہوگا خود سر تو سبق اُس کو دیا جائے گا

رام جی جو کہ سدا داسوں پہ کرتے ہیں دیا جن کو یکساں ہے کوئی خواہ بُرا ہو کہ بھلا
جن کے دل میں نہیں آتا کبھی اندازِ جفا جن سے ہوتی نہیں مایا کبھی پل بھر کو جُدا
آج مجبور وہی اپنے کو دکھلاتے ہیں
(۱۱) تنِ انساں میں جدائی کا یہ دُکھ پاتے ہیں

اپنے بردان کو سچ کرکے دکھانے کے لئے نقش دیتوں کا زمانہ سے مٹانے کے لئے
پار بھوسندھ سے بھکتوں کو لگانے کے لئے راستہ مُکتی کا دنیا کو بتانے کے لئے
ہیں بری گُن سے جو نرگن جنھیں سب کہتے ہیں
(۱۲) جو کہ سنسار کے دُکھ سُکھ سے الگ رہتے ہیں

سب کو بتلاتے ہیں اس دہر کے اطوار وطریق جس طرح رہتے ہیں آپس میں اعزّا ورفیق
جیسے ہو جاتی ہے دو شخصوں میں باہم تفریق جیسے کرتی ہے بدی بحرِ ندامت میں غریق
لوک بیوہار ہر اک چاہئے ہونا جیسے
(۱۳) شادماں شادی میں اور رنج میں رونا جیسے

در پہ کشکندھا کے جس وقت لکھن لال آئے اور کماں کھینچ کے اندازِ غضب دکھلائے
جتنے وانر تھے وہ سب دیکھ کے یہ گھبرائے جلد تر سنگ و شجر حملہ کو اُن پر لائے
یہ سمجھ کر کہ غنیم آیا ہے کوئی سر پر
(۱۴)
کچھ گئے لے کے خبر کچھ رہے حاضر در پر

خشم آلود وہ لکھن دیکھ کے یہ حال ہوئے وانری نسل کے تب درپئے پامال ہوئے
حاضر انگد جی پئے پرسشِ احوال ہوئے جوڑ کر ہاتھ قدمبوسِ لکھن لال ہوئے
لکشمن جی نے کلیجہ سے لگایا اُن کو
(۱۵)
پاس اخلاص و محبت سے بٹھایا اُن کو

بات کہنے لگے اس طور پہ انگد سے وہ تب منتظر رام جی سُگریو کے ہیں پُر زِ غضب
بھیج کر مجھ کو کیا ہے اُنھیں فی الفور طلب جس طریقہ سے ہو ہمراہ چلیں میرے وہ اب
سُن کے خاموشی سے انگد یہ کلامِ لچھمن
(۱۶)
کچھ بھی بولے نہ۔ چلے لے کے پیامِ لچھمن

جا کے سُگریو کے سب حال کیا گوش گذار اور کہا ہو گئے ہیں رام جی تم سے بیزار
ہیں لکھن لال کھڑے خود پسِ دیوارِ حصار اُن کی آنکھوں سے غضب کے ہیں ہویدا آثار
سُن کے انگد سے یہ سُگریو بہت سہم گیا
(۱۷)
راج اور عیش کا جو دل میں تھا سب وہم گیا

شاہِ میموں نے ہنومان کو تب بُلوا کر کہہ دیا سب وہ جو انگد نے کہا تھا آکر
اور کہا تم مع انگد کے اسی دم جا کر لکشمن جی کو بُلا لاؤ یہاں سمجھا کر
عاجزی تم جو کرو گے تو چلے آئیں گے
(۱۸)
دھیان میں کچھ مری تقصیر نہ لے آئیں گے

کہہ کے یہ بات بُلایا وہیں تارا کو شتاب اور سنایا اُسے افسانۂ تشویش و عذاب
پھر کہا آئے لکھن لال ہیں کرنے کو عتاب سامنے اُنکے میں جاؤں یہ نہیں ہے مری تاب
تم کہو جا کے تو ممکن ہے کہ رحم آجائے
(۱۹)
ورنہ ایسا نہ ہو غیظ اُن کا غضب ڈھا جائے

سُن کے تارا یہ سُخن کہہ کے بہت خوب چلی   لچھمن آنے کو جدھر سے تھے وہی راہ بھی لی
پاس جا پہونچے ادھر اُن کے ہنومان بلی   خاک اُن پانوں کی تعظیم سے ملتھے پہ ملی

اور کی عرض کہ آپ آئے بہت خوب ہوا
(۲۰) آپ کا آنا ہر اک شخص کو مرغوب ہوا

کیجیئے قدموں سے اب قصر بھی سُگریو کا پاک   آپ کا داس ہے اُسکو نہ کریں آپ ہلاک
آپ کے خوف سے وہ گھر میں نہاں ہے غمناک   ڈر ہے اُس کو کہیں آجائے نہ تیرِ سفاک

ورنہ خود آکے قدمبوسی وہ حاصل کرتا
(۲۱) ساری خدمات جو کرنے کے تھا قابل کرتا

آئیے کیجیئے اب آپ مری بات قبول   سلطنت آپ کی ہے آپکے ہم سب ہیں ذلول
آپ کے حکم ہیں مطلق ہمیں ہوگا نہ عدول   ہوگا وعدہ نہ فراموش نہ ہوں آپ ملول

جس طرح ہوگا میں سیتا کا پتا لاؤں گا
(۲۲) کرکے سچ جو مرا وعدہ ہے میں دکھلاؤں گا

کیجیئے فکر نہ اب ساتھ ہمارے چلیئے   منتظر گھر پہ ہیں لوگ آپکے سارے چلیئے
رنج سُگریو کو ہے خوف کے مارے چلیئے   رام کے پیارے سومترا لے دُلارے چلیئے

چل کے سُگریو کے بھی دل کو تسلّی دیجیے
(۲۳) رانیوں سے بھی ملاقات محل میں کیجیے

کہہ کے یہ ہاتھ میں ہاتھ اُنکا یوں سُت لے کر   جانبِ قصر روانہ ہوئے تارا تھی جدھر
لکشمن جی پہ پڑی جا کے جو تارا کی نظر   بولی دیور کہو کیا لے کے تم آئے ہو خبر

تم تو وہ بھکت ہو بھکتوں پہ دیا کرتے ہو
(۲۴) درگذر رام کے داسوں کی خطا کرتے ہو

خوش نصیبی ہے تمھیں دیکھ جو ہم نے پایا   بعد مدّت کے بِدھاتا نے یہ دن دکھلایا
ڈر سے سُگریو تمھارے ہے بہت گھبرایا   ہے شرن میں وہ کرو اپنی تم اُس پر دایا

مُدّتوں اُس نے غم و رنج و حزن جھیلا ہے
(۲۵) گود میں ظلم و ستم کی وہ سدا کھیلا ہے

شکل آرام کی اب تم نے جو دکھلائی ہے لذّتِ عیش جہاں اُس نے ذرا پائی ہے
بے خودی نفس پرستی کے سبب چھائی ہے یہ قصور اُس کا نہیں۔ نسل کی بُو آئی ہے
تو بھی جس طرح اُسے عقل نے بتلایا ہے
وانروں ریچھوں کو ہر مُلک سے بلوایا ہے (۲۶)

فوج کر دے گی یہ کُل لشکرِ راون برباد تم کو سُگریو ہر اک طور سے دے گا امداد
جانکی قیدِ غمِ ہجر سے ہوں گی آزاد ختم ہو جائے گی اسُروں کی سُروں پر بیداد
چل کے اب قصر میں سُگریو کا ڈر دور کرو
ہے جو امکان میں خدمت اُسے منظور کرو (۲۷)

کم ہوا خشمِ لکھن تارا کی باتیں سُن کر قصرِ شاہی میں گئے تب وہ تھا سُگریو جدھر
محوِ عشرت مع روما کے اُسے کر کے نظر ڈانٹ کر بولے کہ ہے کچھ تجھے وعدہ کی خبر
یاد رکھ دیر ہوئی اور تو اب خیر نہیں
رام رگھو بنش کے چھتری ہیں کوئی غیر نہیں (۲۸)

تُو تہی مغز ہے۔ مغرور ہے ناشکر گذار کیونکہ بُھولا اُسے تُو جس نے دلایا یہ وقار
دیکھ ہوتا ہے تُو اب تیر کا رگھوبر کے شکار جلد چل ورنہ میں خود کرتا ہوں تلوار سے وار
تیر وہ جس نے ترے بھائی کو سُر دھام دیا
چاہتا موت کا تجھ کو بھی ہے پیغام دیا (۲۹)

اُٹھ پڑا سُن کے یہ سُگریو لکھن لال کی بات ہوش گم ہو گئے سب بھول گیا عیش و ثبات
بولے لچھمن سے ہنومان کہ اے نیک صفات فکر وعدہ کی اسے رہتی ہے اپنے دن رات
رام کا بھکت ہے یہ لائق تعزیر نہیں
آپ برہم نہ ہوں اس کی کوئی تقصیر نہیں (۳۰)

آپ کا کام ہمیشہ ہے اسے مدِّ نظر دیکھئے آتے ہیں ہر سُو سے کروڑوں وانر
ڈھونڈھنے جائیگا سیتا کو یہ سارا لشکر کیجئے فکر نہ مل جائے گی اب جلد خبر
کب روا ہو گا تشدّد ہو اگر یاروں پر
نامناسب نظرِ قہر ہے غمخواروں پر (۳۱)

بعد ازاں کر کے لکھن لال کی خاطر داری رام کے پاس کی سُگریونے کی تیّاری
جوڑ کر ہاتھ کہا پھر کہ ہو دھرم آچاری مارتے اُسکو نہیں جس سے ہوئی ہو یاری

رام کا داس ہوں مُجرم نہ بناؤ مجھ کو
دُکھ بہت دیکھے ہیں اب دُکھ نہ دکھاؤ مجھ کو (۳۲)

لکشمن جی نے کہا دیکھ کے اُن آنکھوں میں نم آزمائش تھی وفا کی یہ خطاوار ہیں ہم
دل میں تم بھول کے بھی اسکا نہ لانا کبھی غم رام کی تم پہ ہے دائم نظرِ مہر و کرم

لیکن اب جلد چلو تم کہ وہ تنہا ہوں گے
ہجر کے دُکھ اُنھیں سیتا کے نہ کیا کیا ہوں گے (۳۳)

کہہ کے سُگریو نے چلئے وہیں رتھ منگوایا ریچھ وانر بھی چلیں ساتھ میں یہ فرمایا
رتھ پہ ہمراہِ لکھن تب وہ وہاں پر آیا منتظر اُسکے جہاں بن میں تھے رگھوکل رایا

جن کا دل فرقتِ سیتا میں جو گھبراتا تھا
کچھ بیاباں کے نظاروں سے بہل جاتا تھا (۳۴)

غزل

زیرِ فلک ہے کون جو محوِ الم نہیں اس چرخِ ظلم پیشہ کا کس پر ستم نہیں
اُٹھتے ہیں راگ سیکڑوں ہستی کے ساز میں کچھ بھی مآل جن کا بجز عیش و غم نہیں
یکساں ازل سے گرمیٔ بازارِ دہر ہے کچھ فرق جنسِ جاں میں ہوا بیش و کم نہیں
قالب کو روح روح کو قالب سے اُنس ہے ہستی کے ساتھ نیستی کس جا بہم نہیں
جاتے ہیں اپنے فعل ہی ہمراہ بعدِ مرگ ہوتا کچھ اور توشۂ راہِ عدم نہیں
ملتی ہیں اُس کے فیض سے دُنیا کی نعمتیں اُس کا سا اور کوئی بھی اہلِ کرم نہیں
حاضر وہ ہر جگہ ہے اگر یاد دل میں ہے مخصوص اُس کے واسطے دیر و حرم نہیں
اکبار اور اپنے ترحّم کی کر نظر بارِ گنہ عذابِ جہنّم سے کم نہیں

دیدار ہی کی تیرے ہے نارآین آرزو
کچھ حسرتِ نظارۂ باغِ ارم نہیں

سوئیا- اب دینڈیال دیا کری کے موہیں پاپ تے لیہو اُبار پربھو
جَنِ چھانڑہو شوک کے ساگرماں اَپرادھ ہمار وِچار پربھو
یش کیرتی ناتھ سُنیوں بہوتے تب تاکیوں تمھار دُوار پربھو
جَنِ موہیں نراش کرو کرُونا کر دور کرو بھو بھار پربھو

دوہا- گھور پاپ کے بوجھ سے بوڑن چاہت ناؤ
نارایَن، کرُونا بھون - تمھریہی ہاتھ بچاؤ
مایا کی اتی کٹھن ہے - پھانسی سُنہو کرپالُ
دیا درشٹی جاپر کرو - بچے سو دینڈیالُ

سرگ چھٹواں

وانروں کا ہر طرف روانہ ہونا

بیٹھ کر رتھ پہ جب آئے شہِ میمون ولکھن — دیکھا دروازہ پہ بیٹھے ہیں شری رگھونندن
ہر طرف ہے رُخِ پُرنور کی ضو عکس فگن — سر پر اُنکے ہے جٹا[1] چہرہ پہ ہے مند ہنسن[2]

جب شری جانکی کی یاد اُنھیں آجاتی ہے
کچھ اُداسی سی ذرا چہرہ پہ چھا جاتی ہے (۱)

(1) जटा (2) मन्द-हँसन

सवैया—अब दीन दयाल दया करिके मोहिं पाप ते लेहु उबार प्रभू।
जनि छाँड़हु शोक के सागर माँ अपराध हमार विचार प्रभू।
यश कीरति नाथ सुनेँउ बहुतै तब ताक्यों तुम्हार दुवार प्रभू।
जनि मोहि निराश करौ करुणाकर दूर करौ भवभार प्रभू॥
दोहा—घोर पाप के बोझ से, बूड़न चाहत नाव।
'नारायण' करुणा-भवन, तुम्हरेहि हाथ बचाव॥
माया की अति कठिन है, फाँसी सुनहु कृपालु।
दया-दृष्टि जापर करौ, बचै सो दीनदयालु॥

کود کر رتھ سے گرے پانوں پہ دونوں جا کر رام نے پوچھی کُشل پاس اُنھیں بٹھلا کر
تب کہا یوں شۂ میموں نے انھیں خوش پا کر جمع ہوتے ہیں یہاں دیکھئے وانر آ کر
ان میں وہ بھی ہیں پہاڑوں پہ وطن ہے جنکا
(۲) وہ بھی ہیں کوہ کی مانند بدن ہے جنکا

جس قدر چاہیں یہ جسم اپنا بڑھا سکتے ہیں ہیں یہ سرباز بڑے کر نہیں کیا سکتے ہیں
ہیں فرشتے یہ ہر اک ملک میں جا سکتے ہیں جو خبر کوئی نہ لا پائے۔ یہ لا سکتے ہیں
بعض ان میں سے ہیں اک فیل کی طاقت والے
(۳) کچھ سمجھتے نہیں ہوں دنش بھی اگر متوالے

اپنی قوت سے یہ پربت کو ہلا سکتے ہیں بعض ان میں سے پہاڑوں کو اُٹھا سکتے ہیں
بعض ایسے ہیں جو سورج کو بھی کھا سکتے ہیں ہم بھی طاقت نہیں بعضوں کی بتا سکتے ہیں
لال ہیں کچھ اگر ان میں سے تو کچھ کالے ہیں
(۴) کچھ کی دُم چھوٹی ہے اور کچھ بڑی دُم والے ہیں

جسم بعضوں کے چمکدار ہیں مثلِ زر و سیم دہشت انگیز کچھ ایسے ہیں کہ ڈر جائیں عزیم
شوق لڑنے کا ہے کچھ ان کو نہ خطرہ ہے نہ بیم بچ کر ان سے نہیں جا سکتا کوئی ان کا غنیم
پھول اور پھل کے سوا کچھ بھی نہیں کھاتے ہیں
(۵) کچھ کے اب نام بھی ہم آپ کو بتلاتے ہیں

دیکھئے ان کو بڑے بال ہیں جن کے تن پر جامبوان انکا ہے نام آتے ہیں سب انکو ہنر
سرغنہ ریچھوں کے ہر بات کی ہے انکو خبر ہیں مرے خاص مشیروں میں بڑے نیک سیر
اہلِ قوت ہیں بڑی عقل و خرد والے ہیں
(۶) ناخن انکے ہیں کہ دشمن کیلئے بھالے ہیں

دیکھئے اب یہ ہنومان ہیں اے رام سُجان پُتر وایو[1] کے کہاتے ہیں یہ گُن گیان نِدھان
سارے عالم میں نہیں کوئی ان ایسا بلوان انکی طاقت کا کوئی کر نہیں سکتا ہے بیان
عقل ہے ان کی عیاں چہرۂ نورانی سے
(۷) چرخ کو بھی یہ ہلا سکتے ہیں آسانی سے

[1] वायु

دیکھئے رام - گوے یہ ہیں گوا کچھ اور یہ تار گندھ مادن یہ ہیں نیل اور یہ نل کارگزار
یہ سُکھیں اور یہ شربھ ہیں یہ میندِ ہوشیار یہ بلی مکھ - یہ ہنس - اور یہ گج خوش رفتار
ایک اک ان میں سے سردار ہیں ایک اک دل کے
(۸) اور یہ کیسری بھنڈار ہیں عقل اور بل کے

رام جی سنیئے ہیں ہر دل میں کروڑوں وانر مستقل اپنے ارادہ میں نہیں کچھ اُنھیں ڈر
اِس طرف دیکھئے انگد ہیں یہ بالی کے پسر نام روشن ہے توانائی میں اِن کا گھر گھر
کم کسی طور یہ طاقت میں نہیں بالی سے
(۹) خاک کر دیں گے غنیموں کو یہ پامالی سے

آپ کے واسطے حاضر ہیں یہ سب دینے کو جاں انکے ہتھیار ہیں لڑنے کے لئے سنگِ گراں
آپ کا حکم ملے ہے یہی سب کو ارماں بھاگ سکتے نہیں یہ چھوڑ کے ہرگز میداں
رام جی شاد ہوئے سُن کے یہ سُگریو کی بات
(۱۰) اور یوں کہنے لگے اُس سے وہ تب نیک صفات

تم کو معلوم ہے کرنا ہے مجھے کون سا کام اِس لئے ہو وہی تدبیر کہ حاصل ہو مرام
ہوں مناسب جو جنھیں دو وہی اُن کو احکام جا کے دیکھ آئیں کہاں جانکی جی کا ہے قیام
بات سُن کر شہِ ہیموں یہ بہت شاد ہوا
(۱۱) فوج ہر سمت روانہ ہو یہ ارشاد ہوا

ہر طرف بھیج کے دل وانروں اور ریچھوں کا طلب اُن سب کو کیا پھر جو تھے طاقت میں سوا
یعنی نل - میند - دوبدھ اور شربھ اہلِ وفا جانبوان - انگدِ یوراج - سُکھین - ابنِ صبا
حکم ان سب کو دیا سوئے دکن جانے کو
(۱۲) اور اک ماہ میں سیتا کی خبر لانے کو

وہ جو جا کر شری سیتا کا پتا لائے گا ہے اجازت مری مدھوبن کے وہ پھل کھائیگا
بعد اک ماہ خبر لے کے نہ جو آئے گا قتل بے شک مرے ہاتھوں سے وہ ہو جائیگا
رام کا کام ہے احسان تمھارا ہوگا
(۱۳) وہ کرے گا اسے جو رام کا پیارا ہوگا

کہہ کے یہ تب شہ سگریو جھکائے ہوئے ماتھ تھے جہاں رام وہیں بیٹھ گئے جوڑ کے ہاتھ
دیکھ کر جاتے ہنومان کو بولے رگھوناتھ لو انگوٹھی یہ لئے جاؤ نشانی مری ساتھ
نام ہے اس پہ مرا جانکی پہچانے گی
ورنہ یوں لاکھ کہو گے وہ نہیں مانے گی (۱۴)

کام ہوگا مرا یہ تم سے ہی ہے مجھ کو یقیں عقل و طاقت میں تمہارا سا کوئی اور نہیں
جا کے کہنا کہ جدائی سے میں ہوں سخت حزیں دھیان میں آٹھ پہر رہتی ہو بس ایک تمہیں
تم کہاں پر ہو۔ خبر جیوں ہی یہ میں پاؤں گا
ہوگا کچھ بھی نہ توقف تمہیں لے آؤں گا (۱۵)

جا کے سیتا کو انگوٹھی مری تم دکھلانا جس طریقہ سے ہو تسکین اُنھیں سمجھانا
یاد رکھنا مری تم دل میں نہ کچھ گھبرانا دیر کرنا نہ کہیں جلد ہی واپس آنا
کامرانی تمھیں ہر بات میں حاصل ہوگی
راہ میں فتح ہر اک گام پہ واصل ہوگی (۱۶)

حکم پاکر ہوئے ہر سمت روانہ وانر ہر جگہ ڈھونڈھتے پھرتے تھے بلا خوف و خطر
ہر طرف آتے تھے میمون ہی میمون نظر غول انگد کا بڑھا شاخ تھی بندھیا کی جدھر
آیا اک دیت نظر تب اُنھیں اُس جنگل میں
ہاتھیوں کو بھی نگل جاتا تھا جو اک پل میں (۱۷)

دانت تھے جس کے بڑے کوہ کی مانند تھا تن کہف تھا جس کا شکم صورتِ اُخدود دہن
وانروں نے یہ سمجھ کر کہ یہی ہے راون مارے گھونسوں کے وہیں توڑ دیا اُسکا بدن
بولے پھر سب کہ ہے طاقت میں تو یکتا راون
مرگیا جلد تو یہ ہو نہیں سکتا راون (۱۸)

دوسرے بن کو گئے رہ نہ گیا دیت وہ جب ہر کسی جا بھی مگر اُن کا نہ آیا مطلب
بھوک پیاس اور تھکاوٹ سے حزیں ہوگئے سب تشنگی اتنی بڑھی خشک ہوئے چہرہ و لب
پانی پایا نہ کہیں ڈھونڈھ کے حیران ہوئے
نیم جاں ہوگئے کچھ اتنا پریشان ہوئے (۱۹)

جا کر اوپر جو نظر چاروں طرف دوڑائی	اک گُفا دور ڈھکی پتّوں سے دی دکھلائی
صف بھی ہنسوں کی دہانے پہ نظر اک آئی	پانی ملنے کی کچھ اُمّید وہاں پر پائی
سب کے سب دوڑ کے جلدی سے وہاں پر پہنچے
(۲۰)
جاں میں جاں آ گئی جب اُس کے دہاں پر پہنچے

پیش قدمی پہ ہنومان کی تب سب پئے آب	پہونچے اندر تو وہاں اک نظر آیا تالاب
پاس ہی پھل بھی درختوں میں تھے بیحدّ و حساب	چھتّے شاخوں میں بھرا شہد تھا جنمیں نایاب
گھر بھرے تھے کئی گو عیش کے سامانوں سے
(۲۱)
نظر آتے تھے وہ خالی مگر انسانوں سے

ہر مکاں اُس چمنستاں کا نرالا دیکھا	مندروں میں گئے ہر ایک شوالا دیکھا
رہنے والا نہ کوئی پوجنے والا دیکھا	ایک مندر میں مگر قدرے اُجالا دیکھا
اندر آگے جو گئے تو نئی مورت دیکھی
(۲۲)
یعنی اک یوگنی مشغولِ ریاضت دیکھی

تختِ زرّیں پہ تھی وہ تن پہ تھے پارینہ لباس	نور چہرہ پہ تھا معبود کی تھی سر میں سپاس
دیکھ کر اُس کو ہوا وانروں کے دل میں ہراس	اور کچھ ایسے بھی تھے جو گئے تعظیم سے پاس
ہاتھ جوڑے ہوئے قدموں پہ جھکا یا سر کو
(۲۳)
بولی تب یوگنی یوں دیکھ کے اُس لشکر کو

کون تم سب ہو بتا دو مجھے رہتے ہو کہاں	رخنہ اندازِ عبادت ہوئے کیوں آکے یہاں
بات سُن کر یہ ہنومان ہوئے عرض رساں	غور سے آپ سُنیں حال میں کرتا ہوں بیاں
تاجداروں کے تھے سرتاج شہنشاہِ اودھ
(۲۴)
یعنی دشرتھ جی تھا جن سے حشم و جاہِ اودھ

رام جو سب سے بڑے ہیں اُنھیں دشرتھ کے پسر	آئے کرنے کے لئے دشت میں کچھ روز بسر
جانکی اور لکھن ساتھ میں تھے نیک سیر	لے گیا جانکی کو راونِ بد خُو ہر کر
دوستی پھر شہِ میموں کی ہوئی رام کے ساتھ
(۲۵)
جس سے سُگریو بسر کرتا ہے آرام کے ساتھ

آپ ناخوش نہ ہوں ہم لوگ ہیں مجبورِ وطن ڈھونڈتے پھرتے ہیں ہم جانکی جی کو بَن بَن
شدّتِ تشنگی سے خشک ہیں ہم سب کے دہن فکر پانی کی ہے ہوں آپ نہ ہم سے بدظن
حال کچھ اپنا اگر آپ ہمیں بتلائیں
(۲۶)
کام ہم آپ کے ممکن ہے کسی طور آئیں

بات سُنکر یہ ہنومان کی وہ نیک خصال بولی خوش ہو کے کہ اب رہ نہ گیا مجھ کو ملال
پھل درختوں میں بھرا سامنے پانی سے ہے تال اشتہا دور کرو پھل سے پیو آبِ زُلال
تب یہاں آؤ تو سب حال بتاؤں تم کو
(۲۷)
راہ سیتا کے بھی ملنے کی دکھاؤں تم کو

پھول پھل باغ میں تب جا کے اُنھوں نے کھائے اور پیا پانی تعب جس سے نہ کچھ رہ جائے
یوگنی تھی وہ جہاں تب وہ وہاں پر آئے سارے حالات تب اُسنے اُنھیں یوں بتلائے
دِوّیہ گندھرب[1] کی کنیا میں یہاں رہتی ہوں
(۲۸)
سویم پربھا[2] نام ہے کچھ حال بھی اب کہتی ہوں

وشوکرما کی ہے اک دخترِ مشہورِ جہاں نام ہیما ہے رہا کرتی تھی پہلے وہ یہاں
شیو مہاراج ہوئے رقص سے اُسکے شاداں یہ نگر بخش دیا جس کے ہیں اوصاف عیاں
سیکڑوں سال تک اس باغ میں رہ کر ہیما[3]
(۲۹)
برہمّہ کے لوک گئی مجھ سے یہ کہہ کر ہیما

تپ کرو رہ کے یہیں اور کہیں مت جانا ہیں سب اسباب بہم عیش کے دل بہلانا
رام کے دُوت یہاں آئیں گے بیتابانا اُن کی ہر طور سے خاطر ہو یہ ہے سمجھانا
شاد کرنا اُنھیں ہر طرح مُدارات سے تم
(۳۰)
رام تک پہونچو گی تب اُن کی عنایات سے تم

مضطرب دل ہے کہ اب رام کو چل کر دیکھوں کر کے کچھ اُن کی مُناجات سپھل جنم کروں
کی جو تکلیف یہاں آنے کی ممنون میں ہوں ہو گی سیتا سے ملاقات نہ ہو تم محزوں
میچ لو آنکھیں تو کچھ تم کو فسوں دکھلا دوں
(۳۱)
آئے جس بن سے ہو اُس بن میں ابھی پہنچا دوں

[1] दिव्यगन्धर्व की कन्या
[2] स्वयम्प्रभा
[3] हेमा

کر کے بند آنکھیں جو اکبار اُنھوں نے کھولیں پایا اپنے کو جہاں پہلے تھے موجود وہیں
اس طرف چھوڑ کے اُس شیل کو تھی جس میں ملیں یوگنی جلدی سے جا پہونچی وہ رگھوبر کے قریں

جوڑ کر ہاتھ کمل نین کے آگے آئی
استتی پانوں پہ گر کر یہ زباں پر لائی (۳۲)

استتی

جے جے رام برہمہ پرمیشور ایشور ہری بھگوانا
واسودیو شری پتی ناراین شبھ گُن بھون امانا
جے وشویش مُکند کرپاندھ اوِناشی رگھوراجا
پُرشوتّم سروگیہ دیامے راجن کے ادھراجا
دھنّ بھاگیہ مم آج وِلوکیوں تو پد کمل سُہاون
جیہی دھیاوت یوگیش مُنیشور بدھی ہری ہر من بھاون
مایا رہت رہت نٹ او تم چرت کرت رگھورائی
ٹھاؤں ٹھاؤں بس اکھل بھون مہاں یدپی نہ دیت دکھائی
لینھ منج اوتار جگت بچ بھکتن کے ہت لاگی
پرم پربل مایا آچھادن لکھت کو او بڑ بھاگی

स्तुति

जय जय राम ब्रह्म परमेश्वर ईश्वर हरि भगवाना ।
वासुदेव श्रीपति नारायण शुभगुण-भवन अमाना ॥
जय विश्वेश मुकुन्द कृपानिधि अविनाशी रघुराजा ।
पुरुषोत्तम सर्वज्ञ दयामय राजन के अधिराजा ॥
धन्य भाग्य मम आजु विलोक्यों तव पद कमल सुहावन ।
जेहि ध्यावत योगीश मुनीश्वर विधि हरि हर मनभावन ॥
माया-रहित रहत नट इव तुम चरित करत रघुराई ।
ठाँउ ठाँउ बस अखिल भुवन महँ यदपि न देत दिखाई ॥
लीन्ह मनुज-अवतार जगत्-विच भक्तन के हित लागी ।
परम प्रबल माया-आच्छादन लखत कोऊ बड़ भागी ॥

یدّپی سب گُن رہت اکرتا تُم کہاں وید بتاویں
تدّپی سگُن تے بیال دام جِم منج سدا بھرم پاویں
آدی مدّھیہ نہیں انت سبن ماں ویاپت انتریامی
سروِیوگیہ تُم۔ تُم سم درشٹا اس جانوں میں سوامی
اتی ابلا اگیان تموگُن ہیئے بسے نت جا کے
نِج سروپ تو کِم رگھو نندن آوے اُر بِچ تا کے
پھل پایوں تپ کٹھن کینھ جو تو درشن ابھلاشا
شُبھ دِن آج سُپھل مم لوچن بھا کو روگ کر ناشا
جے چرنار بند بھوندھِ تے تارن کہاں دِرڑھ ناوا
تُمھری ہی دیا دیاندھِ سوئی بڑے بھاگیہ میں پاوا
چرت اپار سیتو کی نائیں بھکتن تارن ہارو
سرویشور تُم شترو مِتر نہیں کو اُو رگھوبیر تہارو

यद्यपि सब-गुण-रहित अकर्ता तुम कहँ वेद बतावैं ।
तदपि सगुण ते ब्याल दाम जिमि मनुज सदा भ्रम पावैं ॥
आदि मध्य नहिं अन्त सबन माँ ब्यापत अन्तर्यामी ।
सर्व-योग्य तुम तुम सम-द्रष्टा अस जानौं मैं स्वामी ॥
अति अबला अज्ञान तमोगुण हिये बसै नित जाके ।
निज स्वरूप तव किमि रघुनन्दन आवे उर बिच ताके ॥
फल पायौं तप कठिन कीन्ह जो तव दर्शन-अभिलाषा ।
शुभ दिन आज सुफल मम लोचन भा कुरोग कर नाशा ॥
जे चरणारविन्द भवनिधि ते तारन कहँ दृढ़ नावा ।
तुम्हरिहि दया दयानिधि सोई बड़े भाग्य मैं पावा ॥
चरित अपार सेत की नाँई भक्तन तारन-हारो ।
सर्वेश्वर तुम शत्रु मित्र नहिँ कोउ रघुवीर तिहारो ॥

برہمہ رُوپ پربھو سوئی نرکھیں برہمہ تتّو جیہی بھاوے
موکہاں رام رُوپ کے دیکھت نہیں کچھ اور سُہاوے
لوکک درویہ پُتر اُر داراان سب کہاں من تیاگے
ایک ادھار تمھار نہ دوسر تم ہیں تے لَو لاگے
ونتی کروں جور کر سوامی نج داسی موہیں کیجے
تمھری ہی ایک سُو آش نرائن، بھکتی اَنُوپم دیجے

ہوگئی سے یہ کہا رام نے ہو کر خُرسند تُو نے استُتی یہ جو کی ہے مجھے آئی ہے پسند
ہے مرا بابِ نوازش نہیں تجھ ایسوں پہ بند مانگ لے مجھ سے جو کچھ اور ہو تُو خواہشمند
ہاتھ جوڑے ہوئے قدموں پہ جھکائے سر کو
پھر کہا اُس نے کہ دینا ہے تو دو اس بَر کو (۳۳)
یعنی میں کرم کے بس ہو کے جہاں بھی جاؤں دل میں بھکتی ہو مرے دیکھ میں تم کو پاؤں
ساتھ بھکتوں کا ہو بھکتوں ہی میں دل بہلاؤں آئے غصّہ نہ کسی بات سے میں گھبراؤں
رام کے نام کی رٹ میری زباں پر ہووے
خاک ان پاؤں کی میرے لئے بستر ہووے (۳۴)
ہوگا ایسا ہی کہا رام نے اُس سے ہنس کر مجھ سے مانگا ہے جسے تُو نے دیا میں نے وہ بَر
بدریکاشرم میں تُو اب جا کے کر ایّام بسر جانتی ہے مجھے ایشور تو مرا دھیان تُو دھر
جسم یہ چھوڑ کے تُو روپ مرا پائے گی
مرنے جینے سے رہائی تری ہو جائے گی (۳۵)

ब्रह्म-रूप प्रभु सोई निरखैं ब्रह्म तत्त्व जेहि भावै ।
मो कहँ राम-रूप के देखत नहिं कछु और सुहावै ॥
लौकिक द्रव्य पुत्र अरु दारा इन सब कहँ मन त्यागै ।
एक अधार तुम्हार न दूसर तुम ही ते लौ लागै ॥
विनती करौं जोरि कर स्वामी निज दासी मोहिं कीजै ।
तुमरिहि एक सुआश 'नरायन' भक्ति अनूपम दीजै ॥

خوش نصیبی ہے تری بھکتی جو کی تو نے طلب شادمانی کا فقط ہے مری بھکتی ہی سبب
سوئمپربھا کو یہ ملا حکم شری رام کا جب بدریکا شرم کو گئی کر کے اُنھیں سجدہ وہ تب

نام کی رٹ کی نہ کچھ دھیان کی تھی حد اُسکو
بعد مرنے کے ملا جا کے پرم پد اُس کو (۳۶)

غزل

جس کی نظروں میں رُخِ روشن کا نور پاک ہے بس وہی دانا وہی بینا وہی چالاک ہے
نام کا ہے ورد ہے دل میں تصوّر وصل کا خاکِ پائے دلربا جس کے لئے پوشاک ہے
کچھ اثر کرتی نہیں ہے جس پہ گردش چرخ کی دارِ ششدر کے قفس کے ڈر سے تو بیباک ہے
شاہِ ہفت اقلیم سے وہ کم نہیں گیتی پناہ ق ماہِ کامل سا منوّر بر سرِ افلاک ہے
لازمی عُزلت نشینی ہے ریاضت کے لئے نفسِ امّارہ تصوّف کے لئے سفّاک ہے
حل کیا جس نے نہ آکر مسئلہ توحید کا شکل انساں دہرِ فانی میں وہ مشتِ خاک ہے

تُرّہاتِ عالمِ اسباب نار آئین ہیں زہر
دور کرنے کو جنھیں ہری نام ہی تریاک ہے

سوئیا

بیت گئی برشا رِتو تات نہ حال ملیو متھلیش للی کو
پائیکے راج بسارِ دیو کپی راجہوں آون یاہی گلی کو
سوارتھ میت سبےَ جگ ماں نج ارتھ نہ چال کُچال چلی کو
لوگ کہیں سب رامہوں کہاں جِم بیادھ کیو بدھ بالی بلی کو

सवैया—बीति गई वर्षाऋतु तात न हाल मिल्यो मिथिलेश-लली को ।
पाइ के राज बिसारि दियो कपिराजहु आवन याहि गली को ।
स्वारथ-मीत सवै जग माँ निज अर्थ न चाल कुचालचली को ।
लोग कहैं सब रामहु कहँ जिमि व्याध कियो वध वालि बली को ॥

دوہا۔ دَے ہنومانہیں مُدریکا۔ دیو اشیش رگھوراج
ہوہو سکل شبھ گُن بھون۔ کروہو سِدّھ مم کاج
لَے مُدری رگھوناتھ سوں۔ چلے ہرش ہنومان
پُنِ پُنِ بھاگ سراہت۔ کرت رام کر دھیان

سرگ ساتواں

وانروں کو سمپاتی کا ملنا

وانروں نے ادھر اپنے کو وہیں جب پایا سویم پربھا نے جو کہا تھا اُنھیں تب یاد آیا
سب نے خوش ہو کے کہا یوگ کی ہے یہ مایا جس نے دم بھر میں ہمیں لا کے یہاں پہنچایا
پھر وہ مصروف ہوئے جستجوِ سیتا میں
ڈھونڈھا ہر غار میں دشت و جبل و دریا میں (۱)

جانکی جی کا مگر اُن کو نہ کچھ حال ملا پھر کئی دن رہے صحرا میں وہ بے آب و غذا
آ کر اک پیڑ کے نیچے ہوئے تب سب یکجا نا اُمیدی سے کسی کو بھی نہ کچھ سوجھ پڑا
چھا گئی یاس سے چہروں پہ اُداسی اُنکے
سامنے پھرنے لگی گویا قضا سی اُن کے (۲)

وانروں ریچھوں سے تب کہنے لگے یوں انگد ہو گئی ختم یہاں گھومتے اک ماہ کی حد
کچھ بھی سیتا کا مگر حال ملا نیک نہ بد ہو گیا عہد جو سُگریو سے اپنا تھا وہ رد
اب اگر اپنے وطن یوں ہی پلٹ جاتے ہیں
سرِ تنِ زار سے ہم لوگوں کے کٹ جاتے ہیں (۳)

दोहा—दै हनुमानहिं मुद्रिका, दियो अशीष रघुराज ।
होहु सकल-शुभ-गुण भवन, करहु सिद्ध मम काज ॥
लै मुदरी रघुनाथ सों, चले हर्षि हनुमान ।
पुनि पुनि भाग्य सराहत, करत राम कर ध्यान ॥

چھوڑ دے تم کو یہ ممکن ہے کرے رحم اگر　　یا کوئی اور سزا دے نہ کرے قتل مگر
مارنے سے مجھے ہوگا نہ کبھی اُس کو حذر　　اس سبب سے کہ میں ہوں اُسکے معاند کا پسر

قتل میں میرے اُسے پہلے ہی کچھ عار نہ تھا
میں ولے رام کی نظروں میں گنہگار نہ تھا　(۴)

جانتا ہے کہ ہے رگھوبر کا سہارا مجھ کو　　آج تک اس لئے اُس نے نہیں مارا مجھ کو
زندگی رام نے بخشی ہے دوبارا مجھ کو　　ورنہ تاریک تھا سنسار یہ سارا مجھ کو

بعد بالی کے مجھے کچھ نہ نظر آتا تھا
خوف لگتا تھا اُدھر مجھ کو جدھر جاتا تھا　(۵)

دل مرا ڈر سے اُسے دیکھ کے جاتا تھا دھڑک　　قتل کرتا مجھے وہ اس میں ذرا بھی نہ تھا شک
مارنے کی مجھے گو فکر تھی اُس کو اب تک　　کچھ خطا میری نہ ملتی تھی یہ تھی اُسکو ہچک

اب ملا قتل کا میرے یہ بہانہ اُس کو
غیر اک میں ہوں زمانہ ہے یگانہ اُس کو　(۶)

ہے بدی دل میں بھری نفس کا ہے دیوانا　　اپنی بھاوج کو نہ جو ماں کے برابر جانا
اس لئے میرا مناسب نہیں واپس جانا　　جان دیدونگا یہیں میں نے ہے دل میں ٹھانا

کہتے کہتے یہ گرے آنکھوں سے آنسو اُنکے
سب کو صدمہ ہوا انگد کی یہ باتیں سُن کے　(۷)

چوٹ سی دل میں لگی سب کے ہوئے دیدہ بھی نم　　بولے یوراج سے تب وہ کہ ہے کس بات کا غم
جان دینے کو تمھارے لئے تیار ہیں ہم　　کون ہے رہتے جو ہم سب کے کرے تم پہ ستم

اور رہنے کی یہیں دل میں اگر ٹھانی ہے
ہم کو منظور تمھاری یہیں دربانی ہے　(۸)

سُن کر ان باتوں کو تب نیتی نپُن[1] گیان نِدھان　　بولے یوراج کو سینہ سے لگا کر ہنومان
کیوں یہاں رہنے کا تم کرتے ہو بیکار گمان　　ہو ہی سکتا نہیں یہ ہوتے ہو ناحق حیران

اس قدر رنج میں کیوں خوف کے مارے تم ہو
چھوڑ دو وہم یہ سُگریو کو پیارے تم ہو　(۹)

(1) नीति-निपुण

ناخوشی کا ہے اگر رام کی کچھ دل میں ملال اس سبب سے کہ نہ سیتا کا ملا کچھ تمھیں حال
تو بھی کہتا ہوں کرو دل سے یہ تم دور خیال کیونکہ رکھتے ہیں وہ تم پر نظرِ لطف و نوال

ہے مناسب رہو اس وہم سے تم دور سدا
ہے تمھارا ہی بھلا مجھ کو بھی منظور سدا (۱۰)

تم جو کہتے ہو کہ رہنے میں یہاں کچھ نہیں ڈر زندگی چین سے کر دو گے یہیں رہ کے بسر
تو بھی اس خام خیالی کا نہیں خوب ثمر چاہیئے راجکماروں کو نتیجہ پہ نظر

کیا تمھیں رام کی طاقت ابھی معلوم نہیں
تیر پہونچے نہ جہاں ایسی کوئی بوم نہیں (۱۱)

یہ جو سب کہتے ہیں رہنے کو تمھارے ہمراہ ہو نہیں سکتی کبھی ان کی رفاقت یہ نگاہ
بال بچوں کی نہ گھر کی کبھی چھوڑیں گے یہ چاہ ان کی باتوں میں جو آئے تو کیا سخت گناہ

تم سے میں راز کی اک بات بتاتا ہوں سنو
رام کا حال سنا ہے جو سناتا ہوں سنو (۱۲)

رام جی برہمہ ہیں جگدیش ہیں انسان نہیں اُن کو معلوم ہے سب کوئی وہ انجان نہیں
سارے سنسار میں اُن سا کوئی بلوان نہیں کیا ہے اُن کے لئے جو دہر میں آسان نہیں

جانکی مایا ۔ جگت مات ۔ مہارانی ہیں
لکشمن شیش کے اوتار مہا گیانی ہیں (۱۳)

پارشد[1] وشنو کے وانر نہ کوئی ریچھ ہیں ہم ہو کے خوش تپ سے کیا ہم پہ تھا ایشور نے کرم
تھا یہ بردان ہمیں انکی جو خدمت ہے بہم جا کے دنیا سے ملے گا ابدی عیشِ اتم

مارنے کے لئے دیتوں کو یہاں آئے ہیں
اپنی خدمت کیلئے ساتھ ہمیں لائے ہیں (۱۴)

انجنی پُتر کے اس طور سے سمجھانے پر بندھ گئے پر گئے خوش ہو کے وہاں سے وانر
فکرِ سیتا میں وہ دوڑاتے ہر اک سمت نظر پہنچے اک چھوٹی پہاڑی پہ سمندر کے اِدھر

تھی پہاڑی یہ بہت پاس مہیندر[2] گر کے
ڈھونڈھا سیتا کو وہاں ہر طرف اُسکے پھر کے (۱۵)

[1] पार्षद

[2] महेन्दर-गिरि